JASOOSI NASHIST

عمران سیریز

ٹوکیو میں ہنگامہ

ناصر محمود بلوچ

اظہر کلیم

ٹوکیو میں ہنگامہ

اظہر کلیم

احمقِ اعظم علی عمران کا سنسنی خیز کارنامہ
بدحواسیاں، حماقتیں، بوکھلاہٹیں اور قہقہوں کے آبشار

اس بار سیکرٹ سروس کے ایجنٹ صفدر کو ایکشن میں دیکھیے



دروازے پر دستک دیے بغیر صفدر دفتر میں داخل ہوا۔ ہنری باب کوک نے میز سے نگاہیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور مسکرانے لگا۔

"ہیلو... میں..." صفدر نے کہنا چاہا۔

"میں جانتا ہوں تم کون ہو" باب کوک نے خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ قطع کلامی کی۔ "اور میں تمہارا انتظار کر رہا تھا۔ تمہارے چیف نے مجھے یہ اطلاع دی تھی کہ تم ٹوکیو سے گزر رہے ہو"

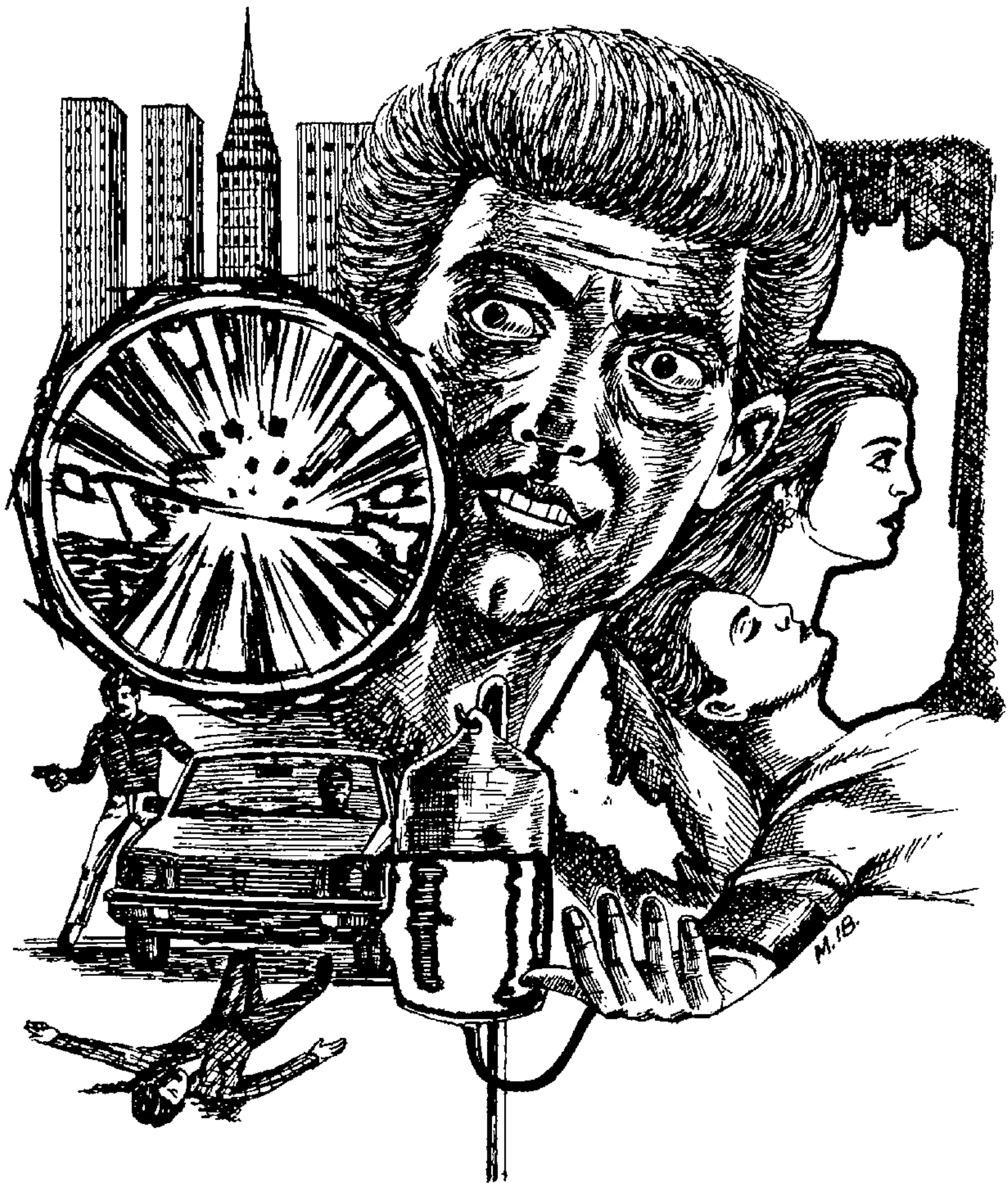
باب کوک نے غور سے اس کی طرف دیکھا۔ انداز ایسا تھا، جیسے وہ اس کا چہرہ پڑھ رہا ہو۔ اس سے پہلے اس نے کبھی صفدر کو نہیں دیکھا تھا لیکن نہ جانے کیسے وہ اس کے بارے میں بہت کچھ سُن چکا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ صفدر سیکرٹ سروس کا ایک ذہین ممبر ہے۔

باب کوک نے ایک الجھن کے سلسلے میں ایکس ٹو کے مقامی ایجنٹ سے رابطہ قائم کیا، جو اتفاق سے اس کا دوست تھا، تو اس نے ایکس ٹو کی ہدایت پر صفدر کو ٹوکیو میں روکنے کی کوشش کی۔ اگر وہ بروقت ائرپورٹ نہ پہنچ گیا ہوتا تو صفدر یقیناً فرانس کی طرف روانہ ہو چکا ہوتا۔

مقامی ایجنٹ لوبو لولو نے صفدر کے بارے میں بہت سی باتیں سن رکھی تھیں اور دو ایک کیسوں میں اسے عمران کے شانہ بشانہ کام کرتے بھی دیکھ چکا تھا۔ اس لیے جیسے ہی چیف سے رابطہ قائم کر کے اس نے باب کوک کی درخواست سُنائی، ایکس ٹو نے بلا تاخیر صفدر سے کام لینے کی اجازت دے دی۔

ناول سکیننگ و کلیننگ: محمد عقیل قریشی

پیشکش: جاسوسی نشست ایڈمنز



ایکس ٹو صفدر کے شیڈول سے آگاہ تھا، اس لیے مقامی ایجنٹ کو بتا دیا کہ وہ دوپہر بارہ بجے ٹوکیو ائیر پورٹ پر اترے گا جہاں سے اسے فرانس کے لیے روانہ ہونا ہے۔

صفدر کو جب اپنے چیف کا پیغام ملا تو ٹوکیو میں رُکنے کی خواہش بھی پوری ہو گئی۔ وہ چاہتا تھا کہ کچھ عرصہ وہاں قیام کر کے فرانس جائے کیونکہ پیرس کا میلہ شروع ہونے میں ابھی کئی دن باقی تھے۔ چند سفارتی وجوہات کے تحت وہ وہاں قیام نہیں کر سکتا تھا لیکن جب لوبو لوبو نے اس سے رابطہ قائم کر کے ایکس ٹو کا پیغام دیا تو اس کا دل خوشی سے بے قابو ہو گیا۔

وہ کئی بار ٹوکیو آ چکا تھا، اس لیے اسے وہ شہر بہت پسند تھا۔ لیکن عجیب اتفاق تھا کہ اسے کبھی سیر و تفریح کا موقع نہیں مل سکا۔ اس نے سوچا، ممکن ہے قسمت اس بار ساتھ دے۔ جب لوبو لوبو نے یہ بتایا کہ اسے جاپانی سیکرٹ سروس کے چیف کی درخواست پر وہاں روکا گیا ہے تو وہ زیرِ لب اپنی قسمت کو کوس کر رہ گیا۔

صفدر کے بارے میں لوبو لوبو نے باب کوک کو بہت کچھ بتایا تھا۔ اس لیے وہ جانتا تھا کہ صفدر کئی ایسے مشن سرانجام دے چکا ہے جن کو ہاتھ میں لینا خودکشی کے برابر تھا۔

باب کوک نے صفدر کی شخصیت سے متاثر ہو کر اس کا بھرپور انداز میں استقبال کیا۔ اسے یہ مضبوط اور خوبصورت نوجوان بہت اچھا محسوس ہوا جس کی آنکھوں میں ذہانت کی چمک بہت دور سے محسوس کی جا سکتی تھی۔

صفدر نے سیکرٹ سروس کے چیف کا کیس ہاتھ میں لینے پر چند دیگر وجوہات کے تحت بھی فیصلہ کیا تھا... وہ پیرس کے میلے میں محض تفریح کے لیے شریک ہونے نہیں جا رہا تھا بلکہ کسی خاص مقصد کے تحت ایکسٹو نے اپنے بیشتر ممبروں کو مختلف ذرائع سے وہاں بھیجنا شروع کر دیا تھا۔ عمران، خاور اور تنویر کے علاوہ جولیا اس سے پہلے ہی فرانس پہنچ چکی تھی۔

وہ اور جوہان ایک ساتھ روانہ ہوئے تھے لیکن رنگون میں ایک قانونی پیچیدگی نے انھیں ایک دوسرے سے الگ کر دیا تھا۔ صفدر نے رنگون میں قیام کے دوران یہ بات محسوس کر لی تھی کہ ان کی نگرانی ہو رہی ہے، اور پھر وہ دونوں ایک مصیبت میں پھنس گئے۔

جب وہ جان چھڑا کر بھاگے تو ان کی جیب میں پھوٹی کوڑی بھی نہیں تھی۔ رنگون میں مقیم ایکسٹو کے ایک مقامی ایجنٹ نے ان کی صرف اتنی مدد کی کہ کاغذات اور تھوڑی سی رقم کا بندوبست کر دیا۔ رقم کا بندوبست اور کاغذات کی تیاری بھی یک دم نہیں ہوئی تھی بلکہ حالات کے تحت جوہان کو صفدر سے پہلے نکل جانا پڑا۔

صفدر نے کاغذات تیار ہونے کے بعد اس یہودی ایجنٹ سے ملاقات کی تو اسے یہ معلوم کر کے بڑا دکھ ہوا کہ وہ انتہائی لالچی ہے۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ اس نے صفدر کو بہت کم رقم فراہم کی تھی۔

جب صفدر ٹوکیو ائیر پورٹ پر اترا تو لوبو لوبو اس کا منتظر تھا۔ اسے دیکھ کر صفدر کو حیرت کے ساتھ ساتھ خوشی بھی ہوئی کیونکہ وہ اسے بھول ہی گیا تھا۔ لوبو لوبو سے ایکسٹو کا پیغام سُن کر اس نے رقم مہیا کرنے کے لیے کہنا بے سود خیال کیا کیونکہ جاپانی سیکرٹ سروس کا چیف اس کے تمام نخرے باآسانی اُٹھا سکتا تھا۔ اس لیے صفدر نے فیصلہ کیا کہ وہ صرف اسی پر بوجھ بنے گا۔

اس نے وہ کرسی سنبھال لی جس کی طرف باب کوک نے اشارہ کیا تھا اور پھر بیٹھتے ہی بولا۔ "مجھے کچھ رقم کی ضرورت ہے۔"

"ٹھیک ہے... اور تمہارا پاسپورٹ؟"

"میں ابھی ابھی رنگون سے آ رہا ہوں۔ رنگون سے ہانگ کانگ کے راستے ٹوکیو پہنچنے میں مجھے بہت سی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ مجھے وہاں سے خاموشی سے فرار ہونا پڑا تھا کیونکہ ایک الجھن آ پڑی تھی۔ بہرحال، کسی کو معلوم نہیں ہو سکا کہ میرے یہودی دوست نے برما گورنمنٹ کی طرف سے ویزا مہیا کیا ہے۔"

"ہم اس معاملے کو سنبھال لیں گے۔" باب کوک نے کہا۔ "ممکن ہے تمھیں ہونولولو میں روک لیا جاتا۔ وہاں حالات یکایک خراب ہو گئے ہیں۔ تمہارے بارے میں ہمیں اطلاع مل چکی تھی لیکن ہم، تمہاری حکومت سے بہترین سفارتی تعلقات کے باعث تمھیں نہیں روک سکتے تھے۔

بہرحال، تمہیں اس سلسلے میں ضابطے کی کارروائی مکمل کرنے کے لیے تھوڑی سی وضاحت ضرور کرنی پڑے گی اور میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ اس قسم کی الجھنوں سے ہمیشہ بچنے کی کوشش کیا کرو۔"

"بہت بہتر جناب!" صفدر نے مضحکہ خیز لہجے میں کہا اور جیب سے پاسپورٹ نکال کر میز پر پھینک دیا۔

"تمہیں کتنی رقم کی ضرورت ہے؟"

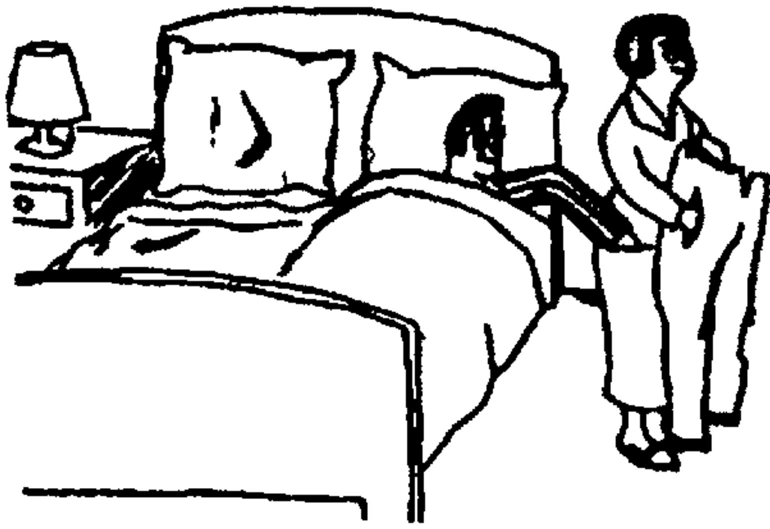
صفدر مسکرایا۔ لوبولوبو نے اسے بتایا تھا کہ جاپانی چیف رقم کے معاملے میں یہودیوں سے کم نہیں، یہی وجہ تھی کہ اس نے محض چیف کو ستانے کے لیے ایک منصوبہ بنایا تھا۔ مسکراتے وقت اس کے سفید دانت نمایاں ہو گئے اور باب کی بھویں کمان ہو گئیں۔ غالباً اس نے کسی بڑی رقم کی بو صاف محسوس کر لی تھی۔ وہ بغور صفدر کی طرف دیکھنے لگا۔

"اس کا انحصار حالات پر ہے۔" صفدر نے ہونٹوں پر مسکراہٹ برقرار رکھتے ہوئے کہا "کیا مجھے ابھی اور اسی وقت روانہ ہونا ہے۔ دراصل میں جاپان کو پسند کرتا ہوں اور میری خواہش تھی کہ...."

"اور غالباً تمہیں جاپانی عورتیں بھی پسند ہیں؟" باب نے قطع کلامی کی۔ غالباً اس نے صفدر کے صحت مند جسم کو دیکھ کر اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ عیش و عشرت کا دلدادہ ہے۔ اپنی دانست میں اس نے صفدر کا جملہ یوں مکمل کر کے اس کا دل خوش کرنے کی کوشش کی تھی لیکن جب صفدر کے ہونٹ سکڑ گئے تو وہ کھسیا کر ہنس پڑا۔ "بہرحال، تم یہاں ایک یا دو ہفتے قیام کرو گے اور اس دوران مجھے ہر وقت معلوم رہنا چاہیے کہ تم کب اور کہاں مل سکتے ہو۔ ممکن ہے تمہارے چیف کو فوری طور پر تمہاری ضرورت محسوس ہو، ایسے میں تم جس کام کے لیے یہاں رہ کے جا رہے ہو، اسے ادھورا چھوڑ کر اپنے کام کے لیے روانہ ہو جاؤ گے۔"

صفدر نے اثبات میں سر ہلایا "اگر ایسا ہے تو پھر پانچ سو ڈالر کی رقم ایڈوانس مل جانا ہی کافی ہے۔ کم از کم اس رقم سے میں ٹوکیو کی سیر تو کر سکتا ہوں گا۔"

باب کوک کا چہرہ یکایک سخت ہو گیا۔ صفدر کا جی چاہا کہ کھل کھلا کر ہنس پڑے کیونکہ لوبولوبو کے عین مطابق باب واقعی سرکاری رقم کو یوں بے کار صرف کر کے



بہت بور ہوتا تھا "تم بہت لالچی آدمی ہو مسٹر صفدر" اس نے کہا۔

صفدر نے اپنے نام کی مٹی پلید ہوتے دیکھی تو اس کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی۔ اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ "میں ابھی تمہاری طرح بوڑھا نہیں ہوا مسٹر باب۔"

باب نے اس بات پر خیال آرائی نہیں کی۔ دفعتاً انٹرکام کا بزر بجا۔

باب نے سوئچ آن کر کے پوچھا "ہوں کیا بات ہے؟"

"میں سلنگر ہوں جناب" کسی نے ناک میں بولتے ہوئے اطلاع دی "مورٹن اور عورت پہنچ گئے ہیں۔"

"انہیں اندر لے آؤ" باب کوک نے انٹرکام کا سوئچ آف کیا اور صفدر کی طرف دیکھتے ہوئے بولا "کچھ دیر بیٹھو، مسٹر صفدر۔ ابھی جو معاملہ پیش ہونے والا ہے، میں اس سلسلے میں تمہارے مشورے کو غور سے سنوں گا اور یہ بات بھی تمہارے علم میں لاتا ہوں کہ تمہیں اسی کیس کے سلسلے میں روکا گیا ہے۔" اس نے مضطرب ہو کر ٹائی کی گرہ ڈھیلی کی "ابھی کچھ دیر بعد ایک عورت یہاں لائی جا رہی ہے جو پرسنل آفس میں سیکرٹری ہے۔ کچھ عرصہ پہلے ہم اس پر شبہ کرنے پر مجبور ہو گئے تھے کہ یہ عورت ہمارے دشمن ایجنٹوں سے ملی ہوئی ہے۔ ہم نے شبہ ہوتے ہی اسے لاعلم رکھ کر سراغ لگانے کی کوشش کی لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا.... اب ایک نئی صورتِ حال سامنے آئی ہے . . . اس عورت نے اپنے آفس کے باس کو یہ خبر سنائی کہ وہ ایک ایسے آدمی کے ہاتھوں کھلونا بنی راز فاش کر رہی ہے جو اسے بلیک میل کر رہا ہے، لیکن اب چونکہ اس کا ضمیر بیدار ہو گیا ہے، اس لیے وہ اسے مزید معلومات فراہم کرنے کی بجائے جیل جانا پسند کرے گی۔"

"ممکن ہے اسے یہ معلوم ہو گیا ہو کہ تم لوگ خفیہ طور پر اس کی نگرانی کر رہے ہو اور اس بات نے اسے خوف زدہ کر دیا ہو۔"

"ہاں، اس کا امکان ہے۔" باب نے صفدر کے خیال کی تائید کی۔ "لیکن میں ایسا نہیں سمجھتا۔ اس کا باس مورٹن یہ کہتا ہے کہ عورت وفادار ہے۔ بہرحال ابھی معلوم ہو جاتا ہے۔ میرا خیال ہے وہ لوگ آ رہے ہیں۔"

ہال میں کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ آنے والے تعداد میں دو یا دو سے زیادہ تھے۔ قدموں کی آہٹ عین اُس دفتر کے دروازے کے سامنے آ کر ختم ہو گئی۔ جس میں صفدر، باب کوک کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ "اندر آ جاؤ۔" باب نے بلند آواز سے کہا۔

دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور ایک دبلا پتلا لیکن طویل القامت آدمی دکھائی دیا۔ اس نے اندر آ کر ایک طرف ہٹتے ہوئے ایک نوجوان عورت کو راستہ دیا جس کے عقب میں ایک جسیم آدمی موجود تھا۔

نو وارد افراد کو صفدر سے متعارف کرایا گیا۔ صفدر نے طویل القامت اور دبلے پتلے آدمی کی طرف دیکھا، جس کے بارے میں باب نے بتایا تھا کہ جیمز سلنگر ہے۔ یہ شخص باب کوک کا سیکرٹری تھا۔ حسین عورت وہی سیکرٹری تھی جس کا تذکرہ ابھی کچھ دیر قبل وہ سن چکا تھا۔ اس کا نام ایوا ڈیوڈسن تھا۔ وہ ایک غیر معمولی حسین اور دبلی پتلی عورت تھی۔ اس نے تنگ سا خاکستری لباس پہن رکھا تھا جس سے جسم کے تمام نشیب و فراز نمایاں ہو رہے تھے۔ اس کی غیر معمولی بڑی بڑی نیلگوں آنکھوں کو دیکھ کر صفدر کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ اس نے اپنی زندگی میں جتنی بھی حسین لڑکیاں دیکھی تھیں، ایوا اُن سب سے زیادہ حسین اور پرکشش تھی۔

موٹا آدمی ہربرٹ مورٹن تھا۔ ایوا کا باس اور جاپانی محکمے کا پرنسپل ڈائریکٹر۔ اس نے زردی مائل قیمتی سوٹ پہن رکھا تھا جس سے امارت جھلکتی تھی۔ کوٹ کے بٹن بند تھے اور کالر میں ایک کارنیشن پھول اڑسا ہوا تھا۔

وہ تینوں باب کوک کی میز کے سامنے نصف دائرے کی شکل میں رکھی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ مورٹن نے ایک سگریٹ سلگایا۔

کمرے میں گہری خاموشی تھی، اس خاموشی کو توڑنے میں سلنگر نے پہل کی۔ اس نے بولنا شروع کیا تو اس کی آواز کے ٹھہراؤ اور لہجے کے سُر سُری پن نے صفدر کو ہر بات سمجھنے میں بے پناہ مدد دی۔ ورنہ جاپانی لہجے میں انگریزی سمجھنا یقیناً ایک دشوار کام تھا۔ "یہی عورت ہے جناب، جس کے بارے میں فائل تیار کی گئی تھی۔" اس نے ایوا کی طرف اشارہ کر کے باب کو مخاطب کیا۔ "مورٹن کا خیال ہے، ہمیں اس عورت پر اعتماد کر لینا چاہیے، جب کہ میرا خیال ہے مورٹن اس سے بلاوجہ متاثر ہو کر اسے لمبی ڈھیل دے رہا ہے۔ اس عورت کو دیکھ کر آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ میرا خیال کہاں تک درست ہے۔ اس عورت کی آنکھوں میں ایسی کشش ہے کہ اسے کسی کیس میں وکالت کے لیے وکیل کی بھی ضرورت نہیں۔"

صفدر نے ایوا کی طرف دیکھا۔ شرم و ندامت سے اس کے رخسار دہک اٹھے تھے۔

باب کی تیوریاں چڑھ گئیں اور اس نے گھور کر سلنگر کی طرف دیکھا۔ انداز ایسا تھا جیسے سلنگر کی خیال آرائی سے اسے کوئی خوشی نہیں ہوئی۔ "مسز ڈیوڈسن۔" اس نے کہا۔ "براہ کرم تم آرام سے بیٹھو۔ ان باتوں کا برا نہ مانو۔ کیوں کہ تم جانتی ہو، اس قسم کی صورتِ حال میں ہر شخص اس قسم کی خیال آرائی کر سکتا۔ ہم سب تمہاری کہانی سننا چاہتے ہیں اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اگر تم نے واقعی سچائی برقرار رکھی تو تمہارا اعتماد بحال رہے گا۔ میرا خیال ہے تمہیں یہاں بلانے کے مقصد سے تمہارے باس مسٹر مورٹن نے آگاہ کر دیا ہوگا۔"

مورٹن نے آہستگی سے اپنا کدو جیسا سر ہلایا، جیسے وہ اس عورت کو خوب سمجھا کر لایا تھا اور اسے اطمینان ہو کہ وہ خاطر خواہ جواب دے گی۔ صفدر نے ایک نظر مورٹن کی طرف دیکھا جو اپنا سیدھا ہاتھ چھدرے ہوئے بالوں میں پھیر رہا تھا۔ پھر اس کی توجہ ایوا کی طرف مرکوز ہو گئی جو بڑی پریشانی کے عالم میں اپنے ہینڈ بیگ کا فیتہ ٹٹول رہی تھی۔ یہ بیگ اس نے اپنی گود میں رکھا ہوا تھا۔

"ہم تمہاری کہانی سننے کے منتظر ہیں۔" باب نے کہا۔

ایوا نے بمشکل تھوک نگلا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے حلق خشک ہونے کے بعد اس میں کانٹے پڑ گئے ہوں۔ اس نے دھیرے دھیرے اپنی گھنیری پلکیں اٹھائیں اور اوپر

دیکھا۔ اس کی نگاہیں یکایک صفدر کی نگاہوں سے ٹکرائیں تو صفدر نے محسوس کیا کہ سلنگر کا خیال درست ہی تھا اُس عورت کو اپنی وکالت کے لیے کسی وکیل کی واقعی ضرورت نہیں تھی۔ اس کی آنکھیں ہر بات منوا سکتی تھیں۔ وہ دو سیکنڈ سے زائد وقفے تک ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے اور جب اس نے اپنی نگاہیں باب کوک کی طرف پھیر دیں تو اسے ایک جھٹکا سا لگا جیسے ٹرانس کی حالت سے باہر آ گیا ہو۔ "میں اپنی کہانی مسٹر مورٹن کو پہلے ہی سُنا چکی ہوں۔" ایوا نے کہا۔

مورٹن نے اثبات میں سر ہلایا اور جلدی سے کہا۔۔۔ "یقیناً ایوا، لیکن یہ صاحبان وہ کہانی تمہاری زبان سے سننا چاہتے ہیں۔ انھیں سب کچھ بالکل اسی طرح سُنا دو جس طرح تم نے مجھے سُنایا تھا۔ اگر انھیں کوئی بات سمجھ میں نہ آئی تو یہ تم سے سوال کر کے وضاحت چاہ لیں گے۔"

حسین عورت نے بےبسی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے کندھوں کو جھٹکا دیا اور کھانسنے لگی۔ صفدر نے محسوس کیا کہ وہ ذہن میں الفاظ کو ترتیب دینے کے ساتھ گلا بھی صاف کر رہی تھی یا پھر ممکن ہے محض گھبراہٹ پر قابو پا رہی تھی۔ "اپنی کہانی سناتے وقت مجھے یہ احساس ہو رہا ہے کہ اس کا بیان کوئی خوشگوار عمل نہیں ہے۔" اس نے آہستگی سے کہا۔ "کم از کم مردوں کے سامنے کوئی عورت اس قسم کا بیان نہیں دے سکتی۔"

اس کی آواز، لہجے کے اتار چڑھاؤ اور آنکھوں کے بھرپور تاثرات کے ساتھ ساتھ پریشانی کے عالم میں سانسوں کا زیر و بم اس قدر ہیجان خیز تھا کہ صفدر اس کی جادو اثر شخصیت میں ایک بار پھر کھو کر رہ گیا۔

وہ بلاشبہ ایک ایسی عورت تھی جس کے سامنے دُنیا کا کوئی مُرد مدافعت نہیں کر سکتا تھا۔

"تم یہ بھول جاؤ کہ ہم اجنبی مرد ہیں۔" مورٹن نے کہا۔ "بولتی رہو۔" وہ گہری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ "ایک دن ایک جاپانی آدمی تمہارے دروازے پر آیا۔ یہ کب کی بات ہے؟" مورٹن نے اسے کہانی میں مدد دینے کے لیے کہا۔

"موسم سرما کا آغاز تھا، نومبر کی آخری تاریخوں میں میرا اندازہ ہے، ممکن ہے دسمبر کا آغاز رہا ہو۔" اس نے مورٹن کو

> بچے انسانی تہذیب، شائستگی اور تمدنی ترقی کے محرک ہوتے ہیں۔ وہ ہمیشہ انسانی زندگی کے حیوانی پہلو کو دباتے ہیں اور ہم میں رواداری، عمل اور افہام و تفہیم کی اہمیت کا احساس پیدا کرتے ہیں۔ اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ بچے پوری انسانیت کا مشترکہ ورثہ ہیں۔
>
> لیوی

دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں اس وقت کوارٹر ماسٹر کور میں کام کر رہی تھی۔ وہ شخص مجھے بظاہر خطرناک دکھائی نہیں دیا تھا۔ اس لیے میں نے اُسے اندر آنے کی اجازت دے دی تھی۔"

صفدر نے کن انکھیوں سے باب کوک کی طرف دیکھا۔ باب کا ہاتھ غیر محسوس انداز میں میز کے نچلے حصے کی طرف رینگ گیا۔ صفدر کے حساس کانوں نے ایک بٹن دبنے کی ہلکی سی آواز سُنی اور پھر چرخی گھومنے کی سرسراہٹ سُن کر وہ سمجھ گیا کہ باب نے خفیہ ٹیپ ریکارڈ کو آن کر دیا ہے۔

"اس آدمی نے اندر داخل ہوتے ہی جیب سے ایک لفافہ نکالا۔" ایوا نے بیان شروع کیا۔ "لفافہ میری طرف بڑھا کر اس نے کہا۔ 'میں اس میں موجود تصویروں کو ایک نظر دیکھ لوں۔'" اس نے اپنا سر اور حسین آنکھیں جھکا لیں اور ایک آہ بھر کر خاموش ہو گئی۔

"کیا آپ پسند کریں گے جناب کہ اس مشکل مرحلے پر میں کچھ وضاحت کر دوں۔" مورٹن نے باب سے کہا۔ "کہانی کا یہ حصہ اس قدر تلخ اور شرمناک ہے کہ کوئی خاتون اسے اپنی زبان سے بیان نہیں کر سکتی۔" یہ کہہ کر وہ ایوا کی طرف جھک گیا۔ "کیا تم بھی یہی کہنا چاہتی ہو ایوا؟"

عورت نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ جسیم آدمی ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ اس نے بولنا شروع کیا تو صفدر کو اندازہ ہو گیا کہ واقعی بیان کا وہ حصہ سُنانا ایوا جیسی عورت کے بس کا روگ نہ تھا۔ "ایوا ایک شادی شدہ عورت ہے۔" مورٹن نے کہا۔ "اس کا شوہر مارول ڈیوڈسن کیلی فورنیا کالج میں معلم ہے۔ ایوا اُن دنوں اس کالج میں

مشرقی زبانیں سیکھ رہی تھی کہ ان دونوں میں محبت ہوگئی اور پھر ان دونوں نے شادی کرلی۔ فارغ ہونے سے پہلے ہی ایوا نے ٹوکیو کے آرمی آفس میں ملازمت کے لیے درخواست دے دی۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ یوں اُسے جاپانی زبان پر مکمل عبور حاصل ہوسکتا تھا۔ جب اس کی درخواست کو منظور کرلیا گیا تو مارول اور ایوا دونوں نے اس بات سے اتفاق کیا کہ اس ملازمت کو قبول کرلینا چاہیے... مارول اپنی بیوی سے الگ تو نہیں رہنا چاہتا تھا لیکن چونکہ اس ملازمت کا تعلق اس کے مستقبل سے تھا، اس لیے وہ رضامند ہوگیا۔"

"کاش اس وقت ہمیں روشن مستقبل کی بجائے حال ہی کا خیال رہا ہوتا۔" ایوا نے سسک کر کہا۔ "کم از کم اس ذلت آمیز صورتِ حال سے تو دوچار نہ ہونا پڑتا۔"

"ابھی ایوا کو ٹوکیو میں آئے صرف تین ماہ ہی گزرے تھے۔" مورٹن نے اس کے خاموش ہوتے ہی اپنا بیان شروع کردیا۔ "کہ اس نے... وہ حرکت کی جسے کبھی بھی دانشمندی پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔ یہ تنہا رہنے کی عادی نہیں تھی، اس لیے جب یہ شوہر سے جُدا ہوکر ٹوکیو آئی تو اسے شدید تنہائی کا احساس ہُوا۔ جب کوئی عورت تنہا ہوتی ہے تو اس کی کمزوری میں اضافہ ہوجاتا ہے کیونکہ وہ خود کو بے بس اور حالات کے تحت مجبور اور لاچار خیال کرنے لگتی ہے۔ ایک رات معمول سے کچھ زیادہ پینے کے بعد یہ ایک ایسے آدمی کے ہاتھوں میں پڑ گئی جس نے اسے اپنا ہمدرد سمجھنے کی درخواست کی۔

"اس شخص کو ایوا نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی اس حادثے کے بعد وہ دوبارہ اسے دکھائی دیا... وہ اسے ایک ہوٹل میں لے گیا، وہاں ان دونوں نے وہ رات ایک ساتھ گزاری۔ صبح ہُوئی تو ایوا کی آنکھ کھلی اس نے خود کو ایک غیر مانوس جگہ پر پایا اور بستر پر ایک اجنبی کو دیکھ کر اسے احساس ہُوا کہ اس سے کتنی بڑی حماقت سرزد ہُوئی ہے۔ اس نے اجنبی کو جگانے کی کوشش نہیں کی اور چپکے سے کمرے سے نکل آئی۔ جس وقت وہ جاپانی لفافہ لے کر آیا اس وقت ایوا اُس حادثے کو فراموش کر چکی تھی۔ ظاہر ہے اس قسم کی غلطیاں جوانی میں ہوجاتی ہیں۔ اب آدمی انھیں جان کا روگ تو نہیں بنا سکتا۔ لیکن لفافے میں موجود تصویریں دیکھ کر اس کے اوسان خطا ہوگئے یہ سب وہی تصویریں تھیں جنھیں اس رات کھینچا گیا تھا جب ایوا ایک اجنبی کے ساتھ ہوٹل میں ٹھہری تھی۔ ان تصویروں کو دیکھ کر ایوا بے ہوش ہوگئی۔ جب اسے ہوش آیا..."

"کلاسیک جاب!" صفدر نے خیال آرائی کی۔

"لیکن ایوا کا خیال ہے کہ ان تصویروں میں کوئی کلاسیک رنگ نہیں تھا۔" مورٹن نے وضاحت کی۔ "وہ تمام تصویریں کچھ اس انداز میں..."

"پلیز...!" ایوا نے درخواست کی۔

"میں مزید وضاحت نہیں کروں۔" مورٹن بولا۔ "میرا خیال ہے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں؟"

"ہاں... وضاحت کی ضرورت نہیں۔" باب نے تائید کی۔ "اس آدمی نے تمھیں تصویریں دکھائیں، پھر کیا ہُوا؟"

"اس جاپانی نے مجھے دھمکی دی کہ وہ ان تصویروں کو میرے شوہر کے پاس بھیج دے گا۔ میں نے منت سماجت کی تو ایک خوفناک انداز کی بلیک میلنگ کا آغاز ہوگیا۔ میں مایوس اور خوفزدہ ہوچکی تھی۔ میں چاہتی تھی کہ اس ندامت کے موقع پر خودکشی کرلوں لیکن اس سے کیا فائدہ ہوتا۔ اس نے مجھے دھمکی دی کہ اگر میں نے خود کو ہلاک کرنے کی کوشش کی تو بھی تصویریں میرے شوہر کو بھیج دی جائیں گی۔ ہم دونوں میں بے پناہ محبت ہے۔ وہ اس قدر جذباتی ہے کہ اس صدمے سے یقیناً ہلاک ہوجاتا اس لیے میں نے خود کو سنبھالا اور سوچنے لگی کہ آخر اس مصیبت سے کس طرح نجات مل سکتی ہے۔ اس کے بعد جاپانی مرد نے مجھے براہِ راست وہ سب کچھ بتا دیا جو وہ نیگیٹو کے عوض مجھ سے چاہتا تھا۔ اس کا تقاضا سُن کر میں کسی حد تک مطمئن ہوگئی، کیونکہ میرے خیال کے مطابق وہ کوئی اہم بات نہیں تھی۔ اس لیے میں نے رضامندی کا اظہار کر دیا۔ اس طرح بھیانک خواب کا خاتمہ ہوسکتا تھا، جس نے میری جان تک نکال لی تھی۔"

"وہ کیا چاہتا تھا؟" باب نے پوچھا۔

ایوا اس کی طرف دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھیں حسین اور معصومیت سے بھرپور تھیں۔ یقیناً باب کوک کا بوڑھا دل بھی بے ترتیبی سے دھڑک رہا ہوگا۔

"وہ صرف اتنا معلوم کرنا چاہتا تھا کہ جاپان میں موجود غیر ملکی فوجوں کے لیے کس قدر خوراک بہم پہنچائی جاتی ہے۔" ایوا نے بتایا۔

"کیا صرف یہی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ جاپان میں موجود غیر ملکی فوجوں کے لیے۔۔۔" سلنگر کے ہونٹوں پہ طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

ایوا نے جواباً کندھے جھٹک کر خاموشی اختیار کر لی۔ "مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ بھی راز میں رکھنے والی بات ہے۔"

"اگر تمھیں کسی یونٹ کو فراہم کی جانے والی روزانہ کی خوراک کا کوٹہ معلوم ہو جائے۔" باب نے وضاحت کی۔ "اور اس طرح تمھیں ایک مخصوص عرصے تک راشن کی خبر ملتی رہی تو کیا تم ان فوجیوں کی تعداد کا تعین نہیں کر سکتیں؟"

ایوا کی خوبصورت آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔۔۔ ایک معمولی سی بات سے کتنا بڑا انکشاف ہو گیا تھا۔ وہ خوف سے کانپنے لگی۔ "مجھے بہت افسوس ہے جناب۔"

"کیا اس نے بعد میں تمھیں نیگیٹو دے دیے تھے؟" صفدر نے پوچھا۔

ایوا آہستگی سے اس کی طرف پلٹی۔ دونوں کی نگاہیں چار ہوئیں تو صفدر کو ایک بار پھر اس عورت کی سحر انگیز آنکھوں کی گہرائی کا اندازہ ہو گیا۔ وہ بے خود ہو گیا۔ بلاشبہ ان آنکھوں میں ڈوبنے کی خواہش ہر نوجوان کے دل میں پیدا ہو سکتی تھی۔ اور صفدر بھی آخر ایک انسان تھا جس کے سینے میں پتھر نہیں ایک جذبات سے بھرا دل تھا، جو دھڑکنے سے آشنا تھا۔

"ہاں۔۔۔ یقیناً۔" ایوا بڑبڑائی۔ "لیکن اس وقت میرے ذہن میں یہ خیال پیدا نہیں ہوا تھا کہ اس کے پاس ان تصویروں کے بہت سے پرنٹ بھی ہوں گے۔"

"ایک دس برس کا بچہ بھی یہ سوچ سکتا ہے۔" سلنگر نے ناخوشگوار لہجے میں خیال آرائی کی اور ہنس پڑا۔ جیسے اسے ایوا کی کہانی کے ایک لفظ پر بھی یقین نہ آیا ہو۔

ایوا کے چہرے پر کرب کی علامات بہت واضح ہو گئیں۔ صفدر نے قہر آلود نگاہوں سے سلنگر کی طرف دیکھا غیر ارادی طور پر وہ اس شخص سے نفرت کرنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ اس کی خیال آرائی صفدر کو

شہید کا لہو

جب حضرت امیر معاویہؓ نے اپنی حکومت کے دوران میں مدینۂ منورہ کے اندر نہریں کھودنے کا حکم دیا تو ایک نہر حضرت امیر حمزہؓ کے مزارِ اقدس کے پہلو میں نکل رہی تھی۔ لاعلمی میں نہر کھودنے والے کسی مزدور کا پھاوڑا آپؓ کے پائے مبارک پر پڑ گیا جس سے آپؓ کا پیر کٹ گیا۔ نتیجتاً آپؓ کے پیر سے تازہ خون بہہ نکلا حالانکہ اُس وقت آپؓ کو دفن ہوئے چھیالیس سال گزر چکے تھے۔

ناگوار گزری۔ لیکن صفدر اس وقت سلنگر سے الجھ کر خود پر یہ الزام عاید نہیں کروانا چاہتا تھا کہ وہ بھی اس حسینہ کی آنکھوں کا شکار ہو گیا ہے۔ چند لمحے وہ سلنگر کو گھورتا رہا۔ اگرچہ انداز جارحانہ تھا لیکن سلنگر نے یہ محسوس کر لیا کہ وہ اسے خاموش رہنے کی تاکید کر رہا ہے۔

"وہ دوبارہ کب واپس آیا تھا؟" صفدر نے ایوا کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے پوچھا۔ یہ کہتے ہوئے صفدر کو احساس ہوا کہ وہ محض اس لیے عورت سے باتیں کر رہا ہے کہ وہ اپنی حسین آنکھوں سے اس کی جانب دیکھتی رہے۔ اس نے دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ ایوا کی خاطر اس کیس میں ضرور کود پڑے گا۔

"دو ماہ بعد۔۔۔" ایوا نے جواب دیا۔ "اس وقت تک میں اسے بالکل فراموش کر چکی تھی۔"

"پھر اس نے تم سے کس بات کا تقاضا کیا؟"

دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے رہے۔ صفدر نے محسوس کیا کہ وہ لڑکی بھی اس کی شخصیت سے متاثر ہو گئی ہے۔ اس اندازے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس نے ایوا کی سانسوں کو رُکتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ "وہ امریکن ٹریفک کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا تھا۔" ایوا نے کہا۔ "ایسی ٹریفک جو جاپانی سڑکوں پر قائم ہے۔"

"کیا تم نے یہ معلومات اسے پہنچا دی تھیں؟"

اس نے آنکھیں بند کر لیں اور کچھ دیر بعد ایک طویل آہ بھری۔ "ہاں۔۔۔" وہ بولی۔

"اور تیسری بار؟"

ایوا کا پورا جسم اس کی طرف گھوم گیا۔ صفدر نے

محسوس کیا کہ وہ حسین آنکھیں اس سے رحم اور مدد کی خواہاں ہیں "یہ تقریباً تین دن پہلے کی بات ہے۔ اس بار وہ سیکرٹ سروس سے متعلق غیر ملکی ایجنٹوں کی فہرست چاہتا ہے"

"مجھے کچھ وضاحت کرنے دو" مورٹن نے کہا "دو ماہ قبل میں کوارٹر ماسٹر کور سے فارغ ہو کر یہاں آیا اور پرنسپل ڈائریکٹر کی حیثیت سے..."

"اور جب تمھیں اپنی پرائیویٹ سیکرٹری پر اعتماد ہو گیا تو تم نے اسے بھی طلب کر لیا" سلنگر غرایا۔

مورٹن اسے گھورنے لگا۔

"یہ اطلاعات تم اسے کب دو گی؟" صفدر نے پوچھا "میرا مطلب ہے فہرست لینے کے لیے اس نے کون سا دن مقرر کیا ہے؟"

"کل رات" ایوا نے مختصر جواب دیا۔

صفدر کے ہونٹ بے آواز سیٹی بجانے کے انداز میں سکڑ گئے۔

"ایوا نے کل مجھے ان تمام باتوں سے آگاہ کر دیا تھا" مورٹن نے ایک بار پھر مداخلت کی "اسے جاپانی کے نئے تقاضے سے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ اس بار کس قدر اہم راز اس سے حاصل کرنا چاہتا ہے اور..."

"یہ ناممکن ہے" ایوا جلدی سے بول اٹھی "میں یہ کام نہیں کر سکتی تھی چاہے میری ازدواجی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا یا مجھے جیل بھیج دیا جاتا میں یہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ میری ایک ذرا سی اطلاع سے یہ مجرم ان ایجنٹوں پر ہاتھ ڈال دیں۔ میں جانتی ہوں سیکرٹ ایجنٹ کسی ملک کے اہم ترین رازوں کا ذخیرہ ہوتے ہیں اور ان سے کوئی راز اگلوانے کے لیے انھیں بے پناہ اذیت دی جاتی ہے۔ میں یہ برداشت نہیں کر سکتی تھی کہ میری وجہ سے ان اہم آدمیوں کو شدید اذیت برداشت کرنی پڑے یہی وجہ تھی کہ میں نے اپنے باس کو سب کچھ بتا دیا تھا"

"جب سیکرٹ سروس بے نقاب ہو جاتی ہے" صفدر نے ٹھوس لہجے میں کہا "تو ان ایجنٹوں کو بڑی عبرت ناک موت سے ہم کنار ہونا پڑتا ہے"

باب کوک نے ایک بار پھر اپنی ٹائی کی گرہ کو ٹٹول کر ٹھیک کیا اور کالر درست کرنے کے بعد اس کے چہرے پر تفکرات کے گہرے بادل چھا گئے۔

"اس آدمی سے تمھاری ملاقات کس طرح ہوتی ہے، کیا وہ تمھارے گھر آتا ہے؟"

"نہیں۔ وہ پہلی مرتبہ کے بعد کبھی میرے گھر نہیں آیا۔ وہ میری بے خبری سے فائدہ اٹھا کر کسی بھی جگہ مجھ سے مل کر کسی بازار یا گلی کے بارے میں بتا دیتا ہے جب میں اُسے کوئی اطلاع دینے والی ہوتی ہوں تو وہ ہمیشہ مجھے مضافات میں طلب کرے گا۔ کم از کم اس سے پہلے تو وہ ایسا ہی کرتا رہا ہے۔

"اس نے مجھے ایسی جگہوں پہ ملنے کے لیے کہا جہاں میں زندگی میں پہلی بار گئی تھی"

"کل رات وہ تم سے کہاں ملے گا؟"

"کو یو باشی اسٹیشن کے ایک ذیلی راستے میں۔ وہیں اس راستے سے مجھے اساکوسا کی گلی تک جانا ہے۔ اگر اس دوران وہ مجھے نہیں ملتا تو میں آر لوینٹ کے ایونیو کی جانب اس وقت تک چلتی رہوں گی جب تک وہ میرے قریب نہیں آ جاتا"

صفدر کی سمجھ میں اس شخص کا طریق کار آ گیا اور ساتھ ہی یہ یقین بھی ہوا کہ ایوا جھوٹ نہیں بول رہی ہے۔

مجرم انتہائی چالاک تھا۔ اس نے بڑی ہوشیاری سے منصوبہ بنایا تھا یہ واقعی دانشمندی ہی تھی کہ وہ اپنے مخبر سے اس کے گھر سے زیادہ سے زیادہ فاصلے پہ ملنا چاہتا تھا۔

"تم اس آدمی کے بارے میں ہمیں کیا بتا سکتی ہو؟" باب کوک نے کہا۔

"میں اس کا نام نہیں جانتی۔ وہ ایک طویل القامت آدمی ہے جس کے چہرے پہ ہمیشہ تاریک شیشوں کا چشمہ موجود رہتا ہے۔ سابقہ ملاقاتوں کے دوران میں نے اُسے بیش قیمت کپڑوں میں ملبوس دیکھا تھا۔ اس کے علاوہ کوئی ایسی بات میرے ذہن میں نہیں ہے جو اس کی شخصیت پر روشنی ڈال سکے"

"میرا خیال ہے یہ معلومات بھی ضرورت سے کچھ زیادہ ہی ہیں" سلنگر نے طنزیہ لہجے میں مداخلت کی۔

باب کوک اپنی کرسی کو دھکا دے کر کھڑا ہو گیا چند لمحے وہ سلنگر کو گھورتا رہا پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا کھڑکی کی

عالمی شہرت یافتہ کیرو

کی کتاب الاعداد

۹

خوش قسمت اعداد

قیمت ۱۲ روپے



اعوان اکیڈمی

کراچی

پوسٹ بکس نمبر ۲۲۵۶ کراچی ۱۸

سلیم

جانب بڑھ گیا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ پتلون کی جیبوں میں ٹھونس رکھے تھے۔ "مسز ڈیوڈسن" اس نے کھڑکی سے باہر گھورتے ہوئے کہا "اب ہمارے سامنے دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ تم پر مقدمہ چلایا جائے۔ اگر تم پر مقدمہ چلتا ہے تو سزا یقینی ہے۔ دوسری یہ ہے کہ ہم تمھیں بطور چارہ استعمال کریں اور تمھارے ذریعے اس آدمی تک پہنچ جائیں اور پھر جیسے بھی ممکن ہو اُس سے یہ اگلوایا جائے کہ اس کے پیچھے کون سا ہاتھ کار فرما ہے۔ ان دونوں میں سے تم کس کو ترجیح دو گی؟"

الیوا کی نگاہیں جھک گئیں اور تفکر آمیز انداز سے اپنے پرس کو گھورنے لگی جو اس کی گود میں رکھا ہوا تھا "تم جو بھی فیصلہ کرو۔۔" الیوا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ چند لمحے وہ سلنگر کو گھورتا رہا پھر آہستہ آہستہ چلتا ہُوا کھڑکی کی جانب بڑھ گیا۔

باب کوک صفدر کی طرف پلٹا "یہ تمھارا کیس ہے مسٹر صفدر" اس نے سنجیدگی سے کہا "تم اس سلسلے میں کیا کہتے ہو؟"

"اگر تمھیں کوئی اعتراض نہ ہو" صفدر نے مسکرا کر کہا۔ "تو میں اس کیس پر کام کرنے کے لیے تیار ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ تم کن محکمہ جاتی اُلجھنوں کے باعث یہ کیس میرے سُپرد کرنا چاہتے ہو۔ بہر حال مسز ڈیوڈسن کو چاہیے کہ یہ کل اس پُراسرار آدمی سے ضرور ملے اور اسے بتا دے کہ اس کا شوہر اچانک ہی ٹوکیو آگیا ہے اس لیے وہ اس کا کام ایک یا دو روز بعد کرے گی کیونکہ اپنے شوہر کی وجہ سے دفتر نہیں جا سکتی تھی اس لیے وہ سیکرٹ ایجنٹوں کی فہرست بھی نہیں لا سکی"

"لیکن اس کا شوہر کہاں سے ٹپک پڑا" باب کوک نے حیرت سے کہا "آخر یہ کس طرح ثابت کرے گی اس کا شوہر واقعی یہاں آگیا ہے۔ اگر تمھارا مطلب ہے کہ اس کے لیے کوئی آدمی کام کر سکتا ہے تو وہ کردار کون ادا کرے گا؟"

"میں کروں گا" صفدر نے کہا اور اُٹھ کھڑا ہوا۔ سب کی نگاہیں اس کے چہرے کی طرف اُٹھ گئی تھیں۔

۴

الیوا نے دروازہ کھولا اور ایک طرف ہٹ گئی صفدر اندر داخل ہُوا اور اس نے چھوٹا سوٹ کیس نیچے رکھ دیا جسے وہ دائیں ہاتھ میں اُٹھائے ہوئے تھا۔

اس کے عقب میں دروازہ بڑی آہستگی کے ساتھ بند ہُوا اس سے صفدر نے اندازہ لگایا کہ الیوا محتاط اور ہموار انداز میں کام کرنے کی عادی ہے۔ اس کے گھومنے پھرنے سے ایک بار تو صفدر کو یہ احساس ہوا کہ جیسے وہ چلنے کی بجائے کسی سیال کی طرح بہہ رہی ہے۔

"میرے پاس نقشہ موجود ہے" الیوا نے کہا۔ ورنہ شاید میں راستہ بھول جاتی۔ ٹوکیو کچھ ایسا ہی شہر ہے۔ تم جلدی اس کے عادی ہو جاؤ گے۔ یہاں عمارتوں کا کوئی نمبر نہیں اور نہ ہی گلیوں کا کوئی نام ہے۔ امریکیوں کی آمد کے بعد چند گلیوں کو نمبر ضرور دیے گئے ہیں۔ اور انہی نمبروں سے ان گلیوں کے نام ایک مخصوص حلقے میں مشہور ہیں۔ ایونیو اے اور ایونیو بی وغیرہ لیکن جاپانی اپنے ہی طریقہ کار کو استعمال کرتے ہیں اگر ان سے کسی آدمی کے بارے میں پوچھا جائے تو ان کا جواب یہ ہو گا کہ وہ شخص ماروچی یا کوباشی کوارٹر میں پہلے یا دوسرے بلاک کا باشندہ ہے۔ پھر جب آپ وہاں پہنچیں گے تو اس شخص کے بارے میں کسی اور ہی جگہ کا بتایا جائے گا کسی جگہ کو تلاش کرنا یہاں سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ یہاں تک کہ اگر خود جاپانیوں کو بھی کوئی جگہ تلاش کرنی ہو تو وہ گھر سے ایک آدھ گھنٹہ پہلے نکل جاتے ہیں۔ اس دُشواری کے باوجود انھوں نے کوئی آسان طریقہ نہیں اپنایا"

صفدر کو یہ سب معلوم تھا۔ لیکن اس کی قوتِ مشاہدہ اور یادداشت اتنی تیز تھی کہ وہ راستوں کا تعین با آسانی کر سکتا تھا "تم یہاں کتنے عرصے سے مقیم ہو؟" صفدر نے پوچھا

"تقریباً چھ ماہ سے۔ یہ جگہ شہر کے مرکزی حصے سے تھوڑی دور تو ہے لیکن میرے دفتر سے قریب پڑتی ہے۔ کیا تم میرا گھر دیکھنا پسند کرو گے؟"

"ہاں۔۔" صفدر نے کہا۔

چھوٹا سا گھر ایک ہال کمرے، کمرۂ نشست، ایک خواب گاہ، غسل خانے اور چھوٹے سے باورچی خانے پر مشتمل تھا۔ جب الیوا اُسے اپنا گھر دکھا چکی تو صفدر نے گھڑی پر وقت دیکھا "نو بجکر پانچ منٹ ہوئے ہیں، ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے"

یہ کہہ کر وہ اپنا سُوٹ کیس لینے کے لیے ہال کمرے کی طرف واپس چلا گیا۔ سُوٹ کیس لے کر واپس آیا اور کمرۂ

نشست کی ایک میز پر رکھنے کے بعد اسے کھولا۔ "ایک منٹ کے لیے یہاں آؤ اور دیکھو یہ کیا چیز ہے۔"

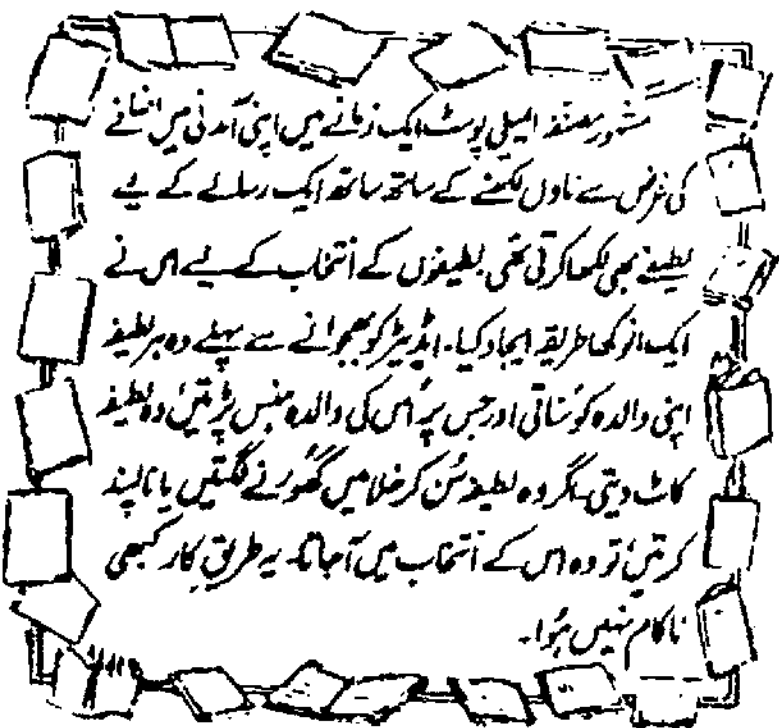
وہ میز کی طرف بڑھی لیکن اس کی رفتار سے ذرا سی بھی عجلت کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ اس سے صفدر کو اندازہ ہو گیا کہ وہ بہت ہی متحمل مزاج اور پرسکون قسم کی عورت ہے دل ہی دل میں اسے افسوس ہوا کہ وہ بیٹھے بٹھائے ایک خطرناک مصیبت میں مبتلا ہو گئی ہے۔ اس کے انداز سے ہلکی سی اداسی اور کھچاؤ کا احساس ہوتا تھا۔ صفدر کو محسوس ہوا کہ وہ جب سے اس گھر میں داخل ہوا ہے، الیوا نے ایک بار بھی نگاہ اٹھا کر اس کی طرف نہیں دیکھا۔

"مہربانی فرما کر چلنے سے پہلے یہ پہن لینا میرا خیال ہے کہ یہ بالکل تمہارے ناپ کی ہو گی۔" وہ بولا۔ "اس کی ساخت میں جو پیڈ استعمال ہوئے ہیں۔ انھیں دیکھ کر حیران ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ اسے استعمال کرانے کا مقصد تمہاری کشش میں اضافے کی بجائے ریڈیو ٹرانسمیٹر کو چھپانا ہے۔ زیر جامے کے پیالہ نما حصوں میں بیٹریاں اور ٹرانسمیٹر موجود ہے۔ انتہائی چھوٹے آلات میں یہ ایک جدید ترین ایجاد ہے۔ اس سے ایک انٹینا یوں باہر کی طرف نکلتا ہے جیسے تاروں کا ایک جال۔ اس ٹرانسمیٹر کا دائرہ عمل زیادہ سے زیادہ سو گز ہے۔"

اس نے زیر جامہ میز پر رکھ دیا۔ اور سوٹ کیس سے ایک چھوٹا سا بکس نکال کر کھول ڈالا۔ اس بکس میں ایک خوبصورت بروچ تھا جس کی شکل ڈیزی کے پھول سے ملتی جلتی تھی۔

اس نے پھول نما بروچ اٹھا کر ہتھیلی پر رکھا جس کے نچلے حصے میں ایک لمبی سی تار لٹک رہی تھی۔ "یہ مائیکروفون ہے اس بروچ میں دکھائی دینے والا سونا اور ہیرے نقلی ہیں اس کے باوجود بہت خوبصورت ہے۔ اسے اپنے سینے پر لباس میں پن کر کے اس کی تار، ٹرانسمیٹر سے منسلک کر دینا۔ میں تمھیں اس کا طریقۂ کار سمجھاتا ہوں۔" صفدر نے وہ بروچ اپنی قمیص کے سامنے والے حصے میں لگایا اور مسکرانے لگا۔ "یہ بہت کارآمد ایجاد ہے۔"

الیوا اس معاملے میں قطعاً بے پروا دکھائی دے رہی تھی۔ "کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں یہ سب کچھ پہن لوں گی نہیں . . . . میں نے اپنی پوری زندگی میں کبھی پیڈ والا لباس نہیں



پہنا۔ اور نہ ہی میں اب اسے استعمال کرنا چاہتی ہوں۔ تم اسے اپنے سوٹ کیس میں دوبارہ رکھ سکتے ہو۔"

صفدر نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ انداز ایسا تھا جیسے وہ الیوا کی ناراضگی کا سبب معلوم کرنا چاہتا ہو۔

اس عورت کے چہرے سے ضد اور ہٹ دھرمی مترشح تھی۔ اگرچہ اس کی آنکھیں جھکی ہوئی تھیں لیکن ہونٹ سختی سے بھینچے ہوئے تھے۔ صفدر نے اس کے کندھے کو چھوا لیکن وہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئی۔ "سنو الیوا۔ اس میں ناراض ہونے کی کوئی بات نہیں۔" اس نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔ "مجھے ان چیزوں کے بارے میں ایک وسیع تجربہ ہے۔ مجھ پر یقین کرو، یہ ٹرانسمیٹر تمہاری حفاظت کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ جس آدمی سے تم ملنے جا رہی ہو، وہ تنہا نہیں ہے اس کے گروہ سے تعلق رکھنے والے گرد و نواح میں یقیناً موجود ہوں گے تاکہ تمہارا تعاقب کر سکیں۔ وہ تم پر اعتماد نہیں کرتے اس لیے انھیں ایسے آدمیوں کی بھی تلاش ہو گی جنھیں تم اپنے ساتھ لے جا سکتی ہو۔ اس آدمی کو یقیناً اپنی گرفتاری کا خدشہ ہو گا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ یوں پر اسرار انداز میں تم سے ملاقاتیں نہ کرتا۔ میں تمہارے تعاقب میں رہوں گا۔ میرے پاس اس ٹرانسمیٹر سے وابستہ ایک آلۂ سماعت ہے۔ جب تم کو ذرا سا بھی خطرہ محسوس ہو فوراً اس بروچ پر جھک کر مجھے اپنی مدد کے لیے بلا سکتی ہو۔ اس کی مدد سے میں تمھیں تلاش کر لوں گا خواہ تم میری نگاہوں سے اوجھل ہی کیوں نہ ہو جاؤ۔ جب تم کسی وجہ سے میری نگاہوں سے دور ہو گی تو اس وقت تمھیں یقیناً نقصان پہنچایا جا سکے

گا ۔ ایسے میں تمھارا ایک ہلکا سا اشارہ پاکر میں تم تک پہنچ جاؤں گا۔"

الوا نے گہری نگاہوں سے صفدر کو گھورا۔" کیا یہی وجہ ہے، تم یہ چاہتے ہو کہ..."

"کیا مطلب؟ مجھے بتاؤ تم کیا سوچ رہی ہو؟"

"تم لوگ مجھ پر اعتماد نہیں کرتے۔" اس کی آواز کانپ گئی۔"اور اس طریقے سے تم میری جاسوسی کرنا چاہتے ہو تم لوگ یہ جاننا چاہتے ہو کہ میں درحقیقت اس آدمی کو کیا بتاؤں گی۔ تمھیں خطرہ ہے کہ میں تمھیں حقائق سے آگاہ نہیں کروں گی۔"

صفدر ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔" تمھیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس طریقے سے میں تم دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو سننا چاہتا ہوں لیکن اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ممکن ہے اس بات چیت کے دوران پُراسرار جاپانی کے منھ سے کوئی ایسی بات نکل جائے جو اس کی گرفتاری کے لیے سود مند ثابت ہو۔ تمھیں ان باتوں کا تجربہ نہیں لیکن میں جانتا ہوں کہ ان حالات میں بعض اوقات ایک ذرا سی بات مجرموں کو بے نقاب کرنے کے لیے کافی ہوتی ہے۔"

الوا اس کے چہرے پر ٹٹولنے والی نگاہیں گاڑے رہی لیکن چہرے سے محسوس ہوتا تھا جیسے وہ قطعاً متاثر نہ رہی ہو۔ یہی وجہ تھی کہ جب اس نے جواب دیا اس کا لہجہ سخت تھا۔" کچھ بھی ہو۔ میرے خیال میں تم وقت ضائع کر رہے ہو۔ وہ شخص انگریزی کا ایک لفظ بھی نہیں جانتا۔ ہم دونوں کے درمیان جاپانی زبان میں بات چیت ہوتی ہے۔"

صفدر کا منھ لٹک گیا۔ اس کے بارے میں اس نے پہلے غور نہیں کیا تھا۔ وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ دونوں میں انگریزی زبان میں گفتگو ہوگی اس طرح لڑکی کے بارے میں شکوک دور ہونے کے علاوہ ممکن ہے کوئی ایسی بات معلوم ہو جائے جو مجرموں پر ہاتھ ڈالنے میں کارآمد ہو سکے۔" بہرحال تم اس ٹرانسمیٹر سے لیس زیرجامہ پہن لو۔" اس نے قطعی لہجے میں کہا۔" اگر تمھیں کسی قسم کا خطرہ درپیش ہوا تو کم از کم فوری طور پر مجھے اس سے باخبر تو کر سکتی ہو۔ اس ٹرانسمیٹر کی موجودگی میں اگر میں تمھارے ساتھ نہ بھی ہوا تب بھی تم مجھ سے دور نہیں ہوگی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اسے پہن لیتی ہوں لیکن یہ ایک بے کار سی ضد ہے۔ میں تمھاری ضد کی خاطر اسے استعمال کروں گی حالانکہ پہلے والی اشیا استعمال کرنے سے مجھے شدید الجھن ہوتی ہے۔"

اس نے میز سے زیرجامہ اٹھایا اور خواب گاہ کی طرف بڑھ گئی اس نے جاتے وقت درمیانی دروازہ کھلا ہی چھوڑ دیا تھا۔ صفدر نے سوٹ کیس بند کر دیا اور اسے فرش پر رکھ کر دیوار کو گھورنے لگا۔ الوا کے رویے نے اسے شدت سے مایوس کر دیا تھا۔

اس کا خیال تھا کہ وہ عام عورتوں کی طرح اپنی مصیبت سے نجات حاصل کرنے کے لیے اس سے تعاون کرنا تو درکنار ڈھنگ سے بات تک کرنا نہیں چاہتی۔

وہ جلد ہی تیار ہو کر کمرۂ نشست میں واپس آگئی۔

"سنو الوا!" اس نے کسی قدر سخت لہجے میں کہا۔ "میں غلط فہمیوں کو پسند نہیں کرتا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس مشن پر روانگی سے پہلے ہم ایک دوسرے کا ذہن اچھی طرح صاف کر دیں۔ تمھیں ان حالات میں جیل کے اندر ہونا چاہیے تھا لیکن میں نے تمھیں اس مصیبت سے نجات کا ایک راستہ دکھایا جسے تم نے قبول کر لیا۔ ایسی صورت میں تمھیں بلا تعرض میری ہر بات کو ماننا پڑے گا۔ حالات کے تحت میں جو بھی مناسب خیال کروں گا لائحہ عمل تیار کروں گا اور تمھیں بلا چوں و چرا اس پر عمل کرنا ہوگا۔ لیکن تم میری باتوں اور ہدایات کو نظرانداز کرنا چاہتی ہو تو اب بھی وقت ہے۔ میں تمھیں سیکرٹ سروس کے حوالے کر دیتا ہوں، وہ جو بھی سلوک بہتر خیال کریں تم سے کرتے رہیں، مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہوگی۔"

الوا نے صفدر کے سخت لہجے کو محسوس کیا تو اس کی نیلی آنکھیں بجھ سی گئیں۔ وہ بڑے مایوس انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگی۔ صفدر نے بے بسی کی جھلک محسوس کی تو اسے اور بھی تاؤ آیا۔ آخر یہ کیسی عورت ہے جو یہ چاہتی ہے کہ اس کی مدد کی جائے لیکن اپنی طرف سے تعاون پر آمادہ نہیں۔

"تم ناراض ہو!" اس نے بجھے بجھے سے لہجے میں کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ..."

صفدر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھنے کی بجائے ایک طرف دیکھنے لگا پھر کچھ دیر بعد

بولا۔ "میں تمہیں صرف یہ احساس دلانا چاہتا ہوں کہ تم جس کام پر جا رہی ہو' وہ کوئی کھیل نہیں ہے۔ اگر تم سے کوئی خفیف سی بھی غلطی سرزد ہوئی تو عین ممکن ہے' وہ آخری غلطی ثابت ہو۔ انجام افسوسناک بھی ہو سکتا ہے اس قسم کے کام عموماً رسّی کی سخت گرہ جیسے ہوتے ہیں ذرا سی غلط حرکت پھندے کو مزید مضبوط بنا کر اسے ہلاکت خیز بنا سکتی ہے۔ بس ایک بار ہلکا سا پھسلنا کافی ہوگا اس کے بعد تمہارا نام و نشان تک نہیں مل سکتا۔"

وہ خوف سے کانپنے لگی "تمہاری باتوں سے مجھے خوف محسوس ہو رہا ہے۔"

"میں تمہیں خوفزدہ کرنا چاہتا ہوں۔" صفدر غرایا۔ "تمہیں اس کام سے ہر طرح آگاہ ہونا چاہیے جس کا تم نے بیڑا اُٹھایا ہے۔"

وہ خاموش رہی۔

صفدر نے اسے ایک طرف ہٹا کر تنقیدی نگاہوں سے الوا کی جانب دیکھا۔ الوا کو وہ بالکل فٹ بیٹھی تھی۔ "اگر تمہارے پاس وی گلے کا کوئی بلاؤز ہے تو اسے پہن لو۔"

"میرے پاس ایک موجود تو ہے لیکن مجھے اس پر کوٹ پہننا پڑے گا کیونکہ باہر خاصی ٹھنڈک ہے۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جلدی کرو، ہمیں دیر ہو رہی ہے۔"

وہ ایک بار پھر اپنی خوابگاہ میں چلی گئی اور چند لمحے بعد واپس آئی۔ صفدر نے مائیکروفون بروچ کو اس پیالہ نما حصے سے نکلے ہوئے تار سے منسلک کر دیا جس میں ٹرانسمیٹر موجود تھا۔

جب وہ بٹن بند کر چکی تو وہ بروچ کا آخری حصہ تار کے گرد لپیٹ کر الگ ہٹ گیا۔ اب وہ ایک مائیکروفون بالکل اصلی ہیروں سے مزین ایک خوبصورت بروچ دکھائی دے رہا تھا۔ اسے دیکھ کر کوئی بھی آدمی نہیں سمجھ سکتا تھا کہ اس نے کوئی خفیہ آلہ پہن رکھا ہے یا اس سے کی جانے والی گفتگو کہیں اور بھی نشر ہو رہی ہوگی۔

"اس میں لگی ہوئی بیٹری بارہ گھنٹے کے لیے کافی ہے۔ لہٰذا میں تمہیں یہ بتانے میں وقت ضائع نہیں کروں گا کہ مجھ سے کس طرح رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے۔ جب ہم یہاں

اتنا نرم نہ بن کہ نچوڑ لیا جائے اور اتنا خشک نہ ہو کہ توڑ لیا جائے۔
وہ راز محفوظ نہیں، جس کی کسی عورت کو خبر ہو۔

سے باہر نکلیں گے تو اس آلے کو ٹیسٹ کر لیں گے۔"

جب وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی تو صفدر نے دیکھا کہ اس کے ہونٹ کسی حسین پھول کی مانند مسکراہٹ سے کھل رہے ہیں۔

وہ ایک بار پھر اپنے حسن کی تمام تر جلوہ آفرینیوں کے ساتھ اس کے حواس پر غلبہ پا رہی تھی۔ "کیا ہم ابھی جا رہے ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"میں اپنا کوٹ ۔ ۔ ۔"

"ذرا ایک منٹ۔" صفدر نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "جیسا کہ تمہیں معلوم ہے' اب ہم دونوں کو میاں بیوی کی حیثیت سے پوز کرنا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ ہمارے درمیان یہ تعلق ہر بات سے یہ ظاہر ہو، کسی کو ہلکا سا شبہ بھی نہ ہونے پائے کہ میں تمہارا شوہر نہیں ہوں۔ خصوصاً پبلک مقامات پر ہمیں ایک دوسرے سے کچھ اس قسم کا انداز رکھنا ہے جیسے ہم واقعی ازدواجی رشتے میں منسلک ہیں اور ۔ ۔"

دفعتاً صفدر نے محسوس کیا کہ اس کی باتوں سے الوا کے چہرے پر ایک بار پھر سختی کے آثار ابھر آئے ہیں غالباً وہ دوبارہ کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو رہی تھی۔ وہ خاموش ہو کر ان نیلی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ "کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ اس سلسلے میں تم کس حد تک آگے بڑھنے کی خواہش رکھتے ہو؟"

صفدر کو اس سوال کی توقع تو نہ تھی لیکن الوا کے بدلتے ہوئے تیوروں سے اسے اندازہ ہو گیا کہ وہ یقیناً کسی خاص غلط فہمی میں مبتلا ہے۔

"میں یہاں صوفے پر رات گزاروں گا۔" صفدر نے کمرے میں موجود آرام دہ صوفے کی طرف اشارہ کیا۔ "میاں بیوی کا ڈرامہ صرف عوامی اسٹیج پر کھیلا جائے گا۔"

"تم کس بات کی تکمیل چاہتے ہو؟" اس نے سوال کیا۔

اس بات سے صفدر کے ذہن کے تاریک ترین گوشے سے ایک شبہے نے سر اُبھارا کہ وہ اس کا جواب سن کر مایوس سی ہو گئی ہے۔

ممکن ہے اس کا وہ غصہ اور وضع داری محض دکھلاوا ہی رہا ہو۔ تاہم اس کے جواب سے ایک حسین عورت کی اَنا کو ٹھیس ضرور پہنچی تھی۔

"کچھ نہیں" صفدر نے ایک آہ بھر کر کہا۔ "میں توقع کر رہا ہوں کہ جب تمہارے اس پُراسرار دوست کو یہ معلوم ہو گا کہ تم اس کے لیے کام کرنے پر آمادہ نہیں ہو تو وہ یقیناً مجھ سے رابطہ قائم کرے گا۔ اور اگر آج رات تمہاری ملاقات سے کوئی خاص نتیجہ برآمد نہ ہوا تو ایسا ہونا ضروری ہے۔"

"کیا وہ تم سے اس لیے رابطہ قائم کرے گا کہ وہ تصویریں تمھیں دکھا دے؟"

صفدر عجیب سے انداز میں مسکرانے لگا۔ "ہاں۔ یہ درست ہے۔"

وہ خاموش ہو گئی۔ اس کا چہرہ ایک مرتبہ پھر جذبات سے عاری ہو گیا تھا۔ صفدر اس کی بار بار بدلتی ہوئی حالتوں سے الجھن میں پڑ گیا وہ ابھی تک اس حسینہ کے ٹائپ کا اندازہ نہیں لگا سکا تھا۔

اس نے اپنی جیب سے پاسپورٹ نکالا اور الوا کے ہاتھوں میں تھما دیا۔ "ذرا اسے غور سے دیکھو۔ میں واقعی تمہارا شوہر ہوں۔"

باب کوک نے فوری طور پر صفدر کے لیے اس پاسپورٹ کا بندوبست کر دیا تھا۔ اس میں تصویر تو صفدر کی ہی تھی لیکن اس کا نام ملون ڈلیوڈ لکھا ہوا تھا جو درحقیقت الوا کے معلم شوہر کا نام تھا۔

جاپانی سیکرٹ سروس کے چیف نے پاسپورٹ کے علاوہ بھی ایسے کئی کاغذات کا بندوبست کر دیا تھا جو صفدر کے پرس میں موجود تھے اور جن سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ واقعی ڈلیوڈسن ہے۔

ان کاغذات میں ڈرائیونگ لائسنس، سوشل سیکیورٹی کارڈ اور بہت سے کلبوں یا تنظیموں سے وابستگی کے کئی کارڈ تھے، جنھیں دیکھنے کے بعد کوئی بھی ناواقف آدمی قسم کھا سکتا تھا کہ وہ صفدر کی بجائے ڈلیوڈ ہی ہے۔

"اس حالت میں مجھے چاہیے کہ تمھیں ڈلیوڈ کہہ کر مخاطب کرنے کی عادت ڈال لوں۔" الوا نے خود کہا تھا غالباً اب اس کا ذہن رفتہ رفتہ ہر بات کو قبول کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا اور ممکن ہے وہ اس ڈرامائی تاثر سے بھرپور مشن میں کچھ دلچسپی بھی محسوس کرنے لگی ہو۔

"۔۔ اس سے تمھیں کوئی خاص پریشانی تو نہیں ہو گی؟"

"تمھیں یہ کہنے کی کوئی ضرورت نہیں، ٹوکیو میں ایک شخص بھی اس بات سے آگاہ نہیں ہے۔ اب اگر ذاتی طور پر مجھے یہ پریشانی برداشت کرنی پڑتی ہے تو کیا کیا جا سکتا ہے۔ میں تو ان پریشانیوں میں مبتلا ہو چکی ہوں۔ اس نئی پریشانی سے مجھے کوئی خاص تکلیف نہیں ہو گی جبکہ مجھے یہ اطمینان بھی ہوتا جا رہا ہے کہ تم یقیناً ایک اچھے آدمی ہو اور کبھی بھی اخلاقی حدود کو تجاوز کرنے کی کوشش نہیں کرو گے۔"

الوا نے اس کا پاسپورٹ اسے واپس کر دیا۔

"میں تمہارے اصلی نام سے واقف نہیں ہوں۔" وہ بولی۔

"اس کی ضرورت نہیں، ٹوکیو میں غالباً ایک آدھ ہی ایسا آدمی ہو گا۔ جو میرے نام سے واقف ہے۔"

"کیا باب کوک بھی واقف نہیں؟"

"نہیں۔ اُسے بھی میرا نام معلوم نہیں۔" صفدر نے دروغ گوئی سے کام لیا۔

"تم ایک پُراسرار آدمی ہو۔"

"یہ تم کس طرح کہہ سکتے ہو؟" صفدر نے مسکرا کر کہا۔

"آخر باب کوک جیسا آدمی ایک ایسے آدمی پر کس طرح اعتماد کر سکتا ہے جس کے نام کا بھی اُسے علم نہ ہو۔ اور اس نے تمہارا نام جانے بغیر ملک کا ایک اہم کام بھی تمہارے سپرد کر دیا۔"

"تمھیں ان باتوں کی طرف توجہ دے کر توانائی ضائع کرنے کی ضرورت نہیں۔" صفدر نے اس کا بازو تھپتھپایا۔ "میں جس ملک اور جس محکمے سے تعلق رکھتا ہوں اس پر اعتماد کیے بغیر باب کوک کو کوئی چارہ نہیں تھا۔"

"تم کس ملک اور کس محکمے سے تعلق رکھتے ہو؟"

"یہ معلومات بھی تمہارے لیے غیر ضروری ہیں۔"

وہ خاموشی سے پلٹی اور خوابگاہ کی طرف بڑھ گئی۔ کچھ دیر بعد جب وہ واپس آئی تو اس کے دائیں بازو پر کوٹ لٹکا ہوا تھا۔

صفدر نے اسے کوٹ پہننے میں مدد دی۔ الوا نے گھر کی تمام روشنیاں بجھائیں اور وہ باہر نکل آئے۔ صفدر نے اپنی وہ کار جسے باب کوک نے خاص طور پر کرائے پر حاصل کیا تھا، کے۔ الونیو کے قریب ہی پارک کی تھی۔ اس نے الوا کے لیے دروازہ کھولا اور خود اسٹرنگ پر بیٹھ گیا۔ "ہم ٹرانسمیٹر اور دیگر آلات کو اسی وقت چیک کریں گے۔" اس نے کہا پھر کار کے ڈیش بورڈ کا ایک خانہ کھولا اور سیاہ رنگ کا ننھا سا بکس نکال لیا۔ اس بکس کا سائز اس کے جیبی بٹوے جتنا تھا۔ بکس کے گرد باریک تار لپٹا ہوا تھا۔ تار کے ایک سرے پر ائیرپلگ لگا ہوا تھا۔

اس نے تار کے بل کھول ڈالے اور پھر ایک سوئچ آن کرنے کے بعد بکس کو اپنے کوٹ کی جیب میں ڈال لیا۔

ائیرپلگ اس کے کان میں بالکل فٹ تھا۔ صفدر نے اسے کان میں لگا لیا۔ اب اسے دیکھ کر کوئی بھی آدمی یہی سمجھ سکتا تھا کہ اس نے آلۂ سماعت لگا رکھا ہے۔ صفدر نے دوسرے کان میں انگلی رکھی اور الوا سے کہا۔ "ذرا اپنے بروچ پر پھونک مارو۔"

الوا نے جھک کر آہستہ سے بروچ پر پھونک ماری۔

"اب کوئی بات کرو۔" صفدر نے ہدایت دی۔

"مجھے یقین ہے کہ تم میرے شوہر ہو۔" الوا کی آواز ائیرپلگ سے صفدر کی سماعت سے ٹکرائی۔ "کیونکہ تم مجھے اپنے کاغذات دکھا چکے ہو۔" الوا کے لہجے سے یہ جملہ کچھ اس طرح ادا ہوا تھا جیسے وہ کوئی رٹا رٹایا سبق دہرا رہی ہو۔ "لیکن اس کے باوجود میں نے تمہیں نہیں پہچانا۔ میں یہ کبھی تصور بھی نہیں کر سکتی کہ کوئی شخص سال بھر کی مدت میں اس قدر تبدیل بھی ہو سکتا ہے۔ تم میں بہت سی تبدیلیاں پیدا ہو گئی ہیں۔"

صفدر ہنس پڑا۔ اس نے آلۂ سماعت کان سے نکالا اور کھل کھلا کر ہنسنے لگا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے الوا کی بات سے خاصا محظوظ ہوا ہو یا اس نے کوئی غیر معمولی لطیفہ سنا ڈالا ہو۔ "یہ آلہ ٹھیک کام کر رہا ہے۔ اب ہمیں چلنا چاہیے۔" صفدر نے گاڑی اسٹارٹ کی اور ہیڈ لائٹس روشن کر دیں۔

"یہاں سے تم بالکل سیدھے چلو گے۔ اس وقت تک سیدھے چلتے رہو جب تک گاڑی شاہی محل تک نہیں پہنچ جاتی۔" الوا نے اس کی رہنمائی کی۔

> مشہور جاسوسی ناول نگار اگاتھا کرسٹی کا ایک ڈرامہ 'دی ماؤس ٹریپ' لندن میں تینتیس سال سے زیادہ عرصے تک مسلسل اسٹیج ہوتا رہا اور مزے کی بات یہ ہے کہ آج بھی اتنا ہی مقبول ہے۔

صفدر نے موڑ مڑنے کے بعد گاڑی اس کشادہ اور سیدھی سڑک پر ڈال دی جس کے اطراف میں فٹ پاتھ پر خاصا ہجوم تھا۔ "اور اس کے بعد؟" اس نے پوچھا۔

"محل کے پاس پہنچ کر تم دائیں ہاتھ مڑ جاؤ گے۔"

"میں جانتا ہوں۔" صفدر نے کہا۔

الوا نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا جیسے صفدر کی اس بات کو مذاق سمجھی ہو۔ "کیا تم اس سے پہلے بھی ٹوکیو آ چکے ہو؟"

"ہاں۔ اور جب میں کسی جگہ کو ایک بار دیکھ لیتا ہوں تو اسے کبھی نہیں بھولتا۔ میں نے یہاں کے کئی مقامات دیکھ رکھے ہیں اور اگر ضرورت محسوس ہوگی تو میں ان جگہوں تک آنکھیں بند کر کے جا سکتا ہوں۔"

کچھ دیر تک کار میں خاموشی طاری رہی۔ اگرچہ اب وہ سڑک کے جس حصے پر جا رہے تھے وہاں برائے نام ہی ٹریفک تھا تاہم صفدر ہر طرح سے ہوشیار اور چاق و چوبند تھا۔

ٹوکیو کا ابتدائی ٹور کرنے کے بعد اسے ایک بات کا بطور خاص اندازہ ہوا تھا کہ جاپانی ٹیکسی ڈرائیوروں سے زیادہ خونخوار مرد دنیا کے کسی متمدن شہر یا ملک میں نہیں پائے جاتے۔ وہ انھیں دنیا کے خطرناک ترین اور انتہا درجے کے بے پروا آدمیوں کا خطاب دے چکا تھا لہٰذا یہ ضروری تھا کہ خود ہی ان کی جانب سے ہوشیار رہا جائے۔

محل کے قریب پہنچ کر اس نے دائیں ہاتھ سے کار کو موڑا اور سامنے جاتی ہوئی ایک کار کو اطمینان سے اوورٹیک کر کے نکلتا چلا گیا۔

"الوا، میں تم سے چند سوالات پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"پوچھو۔ ڈیوڈ۔" الوا نے کہا۔

"تمہیں وہ ہوٹل تو یاد ہوگا جہاں ایک رات نشے کی حالت میں تم ایک اجنبی کے ساتھ گئی تھیں؟"

الوا نے فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ یکایک گہرے تفکر میں کھو گئی تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ اس

بھولی ہوئی یاد کو کرید کر ہوٹل کا منظر ذہن میں تازہ کرنا چاہتی ہو۔ لیکن لاکھ کوشش کے باوجود اسے کامیابی نہ ہو سکی ہو۔

"نہیں۔ مجھے وہ ہوٹل یاد نہیں رہا۔ جب صبح سویرے میری آنکھ کھلی تو میں نے اپنے قریب ایک اجنبی مرد اور اپنے چکراتے ہوئے دماغ کو محسوس کر کے سمجھ لیا کہ نادانستگی اور عالمِ کیف میں مجھ سے کیا غلطی سرزد ہو گئی ہے۔ اس وقت مجھے اپنا دماغ ماؤف سا ہوتا محسوس ہونے لگا تھا۔ میں نے بغیر کوئی آواز پیدا کیئے بڑے محتاط انداز میں خود کو اُٹھایا اور بلی کی سی خاموشی کے ساتھ کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔ جب میں سیڑھیاں اتر کر نیچے پہنچی تو سامنے ہی ایک ٹیکسی موجود تھی۔ میں اس میں بیٹھ گئی اور پھر مجھے یہ بھی ہوش نہ رہا کہ ایک نظر پلٹ کر یہ تو دیکھ لوں کہ کس مقام سے بھاگ رہی ہوں۔ مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ اس ہوٹل سے اپنے گھر تک پہنچتے پہنچتے مجھے آدھ گھنٹہ لگ گیا تھا۔"

"اس وقت کیا بجا تھا؟"

"تقریباً سات بجے کا وقت تھا۔ اتنی صبح تو یقیناً زیادہ ٹریفک نہیں ہوتا لہٰذا آدھ گھنٹے کے سفر سے ظاہر ہوتا ہے کہ فاصلہ بہت زیادہ رہا ہو گا۔"

"تم کس سمت سفر کرتی رہی تھیں؟" صفدر نے تفکر آمیز لہجے میں پوچھا۔

"مشرق کی جانب۔ لیکن میں یقین سے نہیں کہہ سکتی۔"

"اور اس آدمی کے بارے میں؟ اس کا نام کیا تھا؟ تمھیں اس کا حُلیہ بھی یاد نہیں؟"

"اس کا نام ٹالیاباب تھا۔ وہ ایک امریکی باشندہ تھا۔"

"کیا اس نے تمھیں اپنا پورا نام نہیں بتایا تھا؟"

"نہیں۔!"

"اس کا مطلب؟"

"وہ ایک طویل القامت آدمی تھا جس کے بال سنہرے تھے۔" الیوا نے جواب دیا لیکن صفدر نے محسوس کیا کہ وہ اس تذکرے سے یکایک پریشان سی ہو گئی ہے۔ سردی کے باوجود اس کی خوبصورت پیشانی عرق آلود ہو گئی تھی۔ "جہاں تک میرا خیال ہے وہ کوئی فوجی نوجوان تھا۔"

"گھبرانے کی ضرورت نہیں۔" صفدر نے اسے گھبراہٹ میں مبتلا دیکھ کر تسلی دی۔ "کہتی رہو میں سن رہا ہوں۔"

"میں نے اندازے کی غلطی سے زیادہ پی لی تھی۔ تم جانتے ہو کہ نشے میں انسانی ذہن کی کیا حالت ہو جاتی ہے۔"

"افسوس۔ میں اس نعمت سے اب تک محروم رہا ہوں۔"

"کیا تم شراب نہیں پیتے؟" الیوا نے حیرت سے کہا۔

"بچپن میں پیا کرتا تھا۔ اب چھوڑ دی ہے۔"

"کیا مطلب؟" الیوا کی حیرت میں مزید اضافہ ہو گیا۔

"یہی کہ میں شراب نہیں پیتا۔ پینے کے لیے اور بہت سی چیزیں ہیں جنھیں میں بڑے شوق سے استعمال کرتا ہوں۔"

"تم ایک حیرت انگیز آدمی ہو۔" وہ بڑبڑائی اور اس کے چہرے کو حیرت سے تکنے لگی۔

"شکریہ۔!" صفدر نے مسکرا کر کہا۔ "میرا پیشہ منشیات کی عادت کی اجازت نہیں دیتا۔ ہر لمحہ چاق و چوبند رہنے کے لیے ضروری ہے کہ خود کو ہر قسم کے نشے سے الگ رکھا جائے۔ ذرا سی بے پروائی مجھے موت کے منہ میں پہنچا سکتی ہے لہٰذا میں ایسی چیزوں سے ہمیشہ دُور رہتا ہوں۔ پھر میرا مذہب بھی اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔"

"تم زیادہ مذہبی آدمی تو دکھائی نہیں دیتے۔"

"ممکن ہے میں سرے سے آدمی ہی دکھائی نہ دیتا ہوں۔" صفدر نے جواب دیا۔ اور خاموش ہو گیا۔ اس نے مزید سوالات کا سلسلہ ختم کر دیا تھا۔

اس وقت ان کی کار ہبیا پارک کے قریب سے گزرتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔ آگے سگنل تھا۔ صفدر نے سُرخ بتی دیکھ کر گاڑی روک دی۔

اس سگنل کے دائیں ہاتھ ٹوکیو کے مشہور ترین ہوٹل 'امپیریل ہوٹل' کی عمارت تھی۔ کچھ ہی دیر بعد ان کی کار گنزا پہنچ گئی۔

یہ ایک مصروف کاروباری جگہ تھی۔ جہاں سے گزرتے وقت صفدر نے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں عجیب عجیب سے نیون سائن دیکھے جن میں رنگ برنگی روشنیاں بہہ رہی تھیں۔ صفدر نے گاڑی کو باشی اسٹیشن کے ذیلی راستے کے سامنے روک دیا۔

اس نے ایک نظر الیوا کی طرف دیکھا جو انتہائی خوفزدہ دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے الیوا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ "ڈرنے کی ضرورت نہیں میں ہمیشہ تمہارے قریب رہوں گا۔ جو کچھ میں تمھیں سمجھا چکا ہوں اگر تم نے اس کے مطابق عمل کیا تو تمہارے لیے ذرا سا بھی خطرہ پیدا نہیں

ہو سکتا۔"

وہ نحیف سے انداز میں مسکرائی۔ صفدر سرک کر اس سے کچھ اور قریب آگیا۔ وہ اس کی حالت سے با آسانی اندازہ لگا چکا تھا کہ الوا بُری طرح گھبرا رہی ہے۔ اس وقت گھبراہٹ نقصان بھی پہنچا سکتی تھی اس لیے وہ چاہتا تھا کہ اسے ہر طرح سے نارمل کرکے آگے بھیجے۔ تاکہ منصوبہ متاثر نہ ہو سکے۔

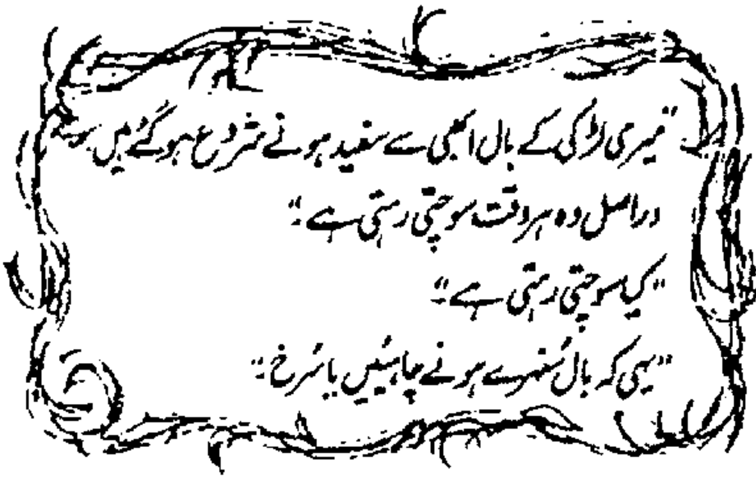
"تم اب اس ذیلی راستے پر آگے بڑھو گی۔ میں آساکوسا اسٹیشن کی جانب کار کے ذریعے سفر کروں گا۔ میں وہاں تم سے کچھ پہلے پہنچ جانا چاہتا ہوں۔ رات کے اس پہر میں زیادہ تیز رفتاری کا مظاہرہ نہیں کرسکتا اس لیے مجھے تھوڑی سی مہلت مل جائے گی۔ میں سمجھوں گا کہ تم وہاں پہنچ چکی ہو۔ مجھے تلاش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ پُراسرار آدمی تم سے جو بھی کہے، تم خاموشی سے اس پر عمل کرو گی۔ ایونیو آر پر آگے چلتی رہنا۔ میں تمہارا تعاقب کروں گا۔ تعاقب میں ہمارے درمیان صرف سو گز کا فاصلہ ہوگا کیونکہ تمہارا ٹرانسمیٹر اس سے زائد فاصلے کے لیے بیکار ثابت ہوسکتا ہے۔ ایونیو آر پر چلتے ہوئے اگر تمہیں بائیں طرف گھومنا پڑتا ہے تو صرف ایک بار دھیرے سے کھانسنا اور اگر تمہیں دائیں جانب گھومنے کی ضرورت محسوس ہو تو دو بار کھانس کر اشارہ دینا۔ تمہیں کسی عمارت میں لے جانے کی کوشش کی جائے تو جلدی جلدی تین بار کھانس کر مجھے اطلاع دے سکتی ہو۔ تم نے میری بات اچھی طرح سمجھ لی نا؟"

الوا نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اگر تم کسی قسم کا خطرہ محسوس کرو۔" صفدر نے ہدایات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "تو ایسی صورت میں تم مجھ سے براہ راست مخاطب ہو کر صورت حال سے آگاہ کرسکتی ہو۔ جب یہ سارا معاملہ ٹھیک ٹھاک انداز میں مکمل ہو جائے تو پھر تمہیں چاہیے کہ خاموشی سے اپنے گھر کی طرف واپس چلی جاؤ۔ اس شخص سے گفتگو کے بعد جب تم گھر پہنچو گی تو میں بھی تم سے آملوں گا۔"

اس نے الوا کے لیے دروازہ کھولا۔ کار سے اترنے کے لیے اس نے قدم باہر نکالا اور اتر کر ایک طرف چل دی۔

وہ بغور اس جانب دیکھنے لگا جدھر الوا آہستہ خرامی سے بڑھ رہی تھی۔ کچھ دیر بعد اس نے کار اسٹارٹ کی اور آگے بڑھا دی۔



اس نے عقب نما آئینے میں اُسے اسٹیشن کی جانب بڑھتے دیکھا وہ کچھ اس طرح آگے بڑھ رہی تھی جیسے عالم خواب میں چل رہی ہو۔

صفدر کی نگاہ جیسے ہی ریلوے اسٹیشن پر پڑی اُسے اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ اسے کسی نے یہ نہیں بتایا تھا کہ ذیلی لائن کے آخری حصے میں یا اس کے قریب کوئی ریلوے اسٹیشن موجود ہے۔

اب اسے ایک نئی امکانی صورت کا جائزہ لینا پڑا۔ وہ پُراسرار آدمی جس سے ملنے کے لیے الوا اور اس کے درمیان اسی ذیلی لائن کے آخری "بس اسٹیشن" کا تعین ہوا تھا اسے مجبور کرکے گاڑی میں بٹھا سکتا تھا۔ اس ریلوے اسٹیشن سے کئی گاڑیاں ٹوکیو کے مضافات کی طرف جاتی تھیں۔

یکایک اُسے پارکنگ کے لیے جگہ مل گئی۔ وہ خود کو خوش قسمت تصور کرتا ہوا گاڑی کو یو ٹرن دے کر اس پارکنگ کی جگہ پر پہنچ گیا۔ اس وقت وہ ایک گمنام بازار کی نکڑ پر اپنی کار میں بیٹھا ہوا تھا۔ یہ بازار ایک جانب آگے بڑھ کر اینڈرما کے پُل تک چلا گیا تھا اور پھر پُل سے پہلے ہی ایک چوراہے پر دُکانیں ختم ہو جاتی تھیں۔

اس مقام سے وہ ذیلی راستے کی آمد و رفت پر نگاہ رکھنے کے علاوہ ریلوے اسٹیشن سے آنے جانے والوں کی بھی نگرانی کرسکتا تھا لیکن مصیبت یہ تھی کہ کوئی بھی تیز ذہن کا آدمی فوراً اس کی اس حرکت کو تاڑ سکتا تھا۔ آخر الوا نے مجھے ریلوے اسٹیشن کے بارے میں کیوں نہیں بتایا؟ اس نے سوچا۔ کیا اسے ریلوے اسٹیشن کے بارے میں علم نہ تھا؟

اگر ایسا رہا ہوتا تو ان کے درمیان گاڑی پر سوار ہونے کا سگنل بڑی آسانی کے ساتھ طے ہو سکتا تھا۔ لیکن اب وہ الوا سے رابطہ قائم نہیں کرنا چاہتا تھا۔

خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ کر اس نے بگ کان میں لگایا اور جیب سے ایک جاپانی اخبار 'آساہی ایوننگ نیوز' نکال کر پڑھنے لگا ذیلی راستے کی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ وہ جانتا تھا کہ جیسے ہی ایوا اُس کے رلیسیور کے دائرہ عمل میں آئے گی اس کے قدموں کی آہٹ سے اسے فوراً معلوم ہو جائے گا کہ وہ پہنچ گئی ہے۔

ذیلی راستے کی سیڑھیاں اس پارکنگ پلیس سے پچاس گز دور رہی ہوں گی۔ اس لیے صفدر کو یقین تھا کہ جیسے ہی وہ سیڑھی پر پہنچی اس کا ریسیور اُسے فوراً اطلاع دے دے گا۔

اگر اس کی آنکھیں اخبار پر مرکوز تھیں لیکن اس کے ذہن میں خبروں کا ایک لفظ بھی نہیں بیٹھ رہا تھا۔ وہ بڑی تیزی سے اس کام کے بارے میں سوچ رہا تھا جس کی ذمے داری اس کے کندھوں پر تھی۔

اس کے پُراسرار مدِمقابل نے بڑے ہی کلاسیکل انداز میں کام کیا تھا۔ اس کا طریق کار بڑا عجیب تھا لیکن بڑا کارآمد۔ اس نے ایوا کو اپنے پنجے میں لپیٹنے کے لیے ایسا موقع فراہم کیا کہ وہ خود بخود اس کے جال میں پھنس گئی۔ پھر اس نے اس قدر معمولی کام کے لیے اسے بلیک میل کیا کہ ایوا سمجھ ہی نہ سکی۔

مجرم جو انسانی نفسیات کا ماہر معلوم ہوتا تھا اُسے معلوم تھا کہ اگر اس نے کوئی اہم ترین کام ایوا جیسی کمزور عورت کے سپرد کر دیا تو وہ ہیجان میں مبتلا ہو کر اس کے لیے ناکارہ ہو جائے گی۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ ایوا پوری طرح اس کے نرغے میں آ چکی ہے تو اس کے تقاضے بھی بڑھنے لگے۔

اس نے بڑی ہوشیاری سے کام لیا تھا۔ ایک کام مکمل کرنے کے بعد اس نے ایوا کو اس وقت تک فراموش کر دیا جب تک وہ اس کام کے خوف و خدشات سے غافل نہیں ہو گی۔ جیسے ہی وہ مطمئن نظر آئی وہ تصویروں کی آڑ میں ایک بار پھر بھوت بن کر اس کے سامنے آ گیا اور اس بار تقاضوں کی سطح بھی بلند ہو گئی تھی۔

وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے اپنے تقاضوں کی بھرمار کر دی تو ایوا ان سختیوں اور دھمکیوں کی عادی ہو کر قوتِ برداشت پیدا کر لے گی۔ کسی زبردست قوتِ برداشت والی عورت کو بلیک میل کرنا واقعی ایک مشکل کام تھا جس سے اجنبی مجرم نے پہلو تہی کی تھی۔

اب یہ الگ بات ہے کہ پہلے اور دوسرے کام کے بعد اس نے دوسرے اور تیسرے کام کے دوران تناسب برقرار نہیں رکھا یہی وجہ تھی کہ ایوا بغاوت پر آمادہ ہو گئی۔

اگرچہ مجرم سے یہاں نفسیاتی طور پر ایک چوک ہو گئی تھی لیکن اس سے یہ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ وہ جرم کے معاملے میں اناڑی یا نو آموز ہے اس کا انداز پھر بھی منجھا ہوا تھا۔ اس جلد بازی کی بھی یقیناً کوئی نہ کوئی پوشیدہ وجہ ضرور رہی ہو گی ورنہ ممکن تھا کہ وہ دوسرے اور تیسرے تقاضے کے درمیان بھی تناسب برقرار رکھتا۔

صفدر کا ذہن اس بہترین لباس والے جاپانی کی طرف گھوم گیا جس کے بارے میں ایوا اسے بتا چکی تھی یقیناً وہ تنہا نہیں تھا۔ اس کے پس منظر میں کوئی تنظیم کام کر رہی تھی۔ ادھر ڈیپارٹمنٹل وجوہات کے تحت جاپانی سیکرٹ سروس اپنے کسی ایجنٹ کی بجائے اسے استعمال کر رہی تھی۔ وہ ایک غیر ملک میں ایک منظم گروہ کے مقابلے میں تنہا کام کر رہا تھا۔

صفدر نے اس وقت تک معلوم ہونے والی باتوں سے ایک بات خاص طور پر محسوس کر لی تھی کہ وہ خفیہ تنظیم جاپان میں مقیم امریکی اور دیگر غیر ملکی فوجوں کے بارے میں اطلاعات جمع کر رہی ہے۔

غیر ملکی فوجوں یا سیکرٹ سروس کے ممبروں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی صرف دو وجوہات صفدر کے ذہن میں آئی تھیں۔ ایک تو یہ کہ وہ پُراسرار تنظیم ان تمام غیر ملکی ایجنٹوں یا فوجیوں کا خاتمہ کرنا چاہتی ہے یا پھر وہ ان کے بارے میں معلومات حاصل کر کے انھیں غلط راہوں پر ڈالنا چاہتی ہے۔

اس صورتِ حال کے پیشِ نظر خود صفدر کے ملک کی فورس اور سیکرٹ ایجنٹ کو خطرہ لاحق تھا اسے جاپان میں آئے ابھی چند گھنٹے ہی ہوئے تھے۔ اس لیے وہ ٹوکیو کے علاوہ کسی اور سے مل بھی نہیں سکا تھا۔

سیاسی وجوہات کے تحت ایکس ٹو نے جاپان میں اپنی فورس کے ایجنٹوں کی تعداد میں حال ہی میں نہ جانے کیوں اضافہ کر دیا تھا۔ اس لیے صفدر کو اپنا خیال یقین کی حدوں تک درست محسوس ہونے لگا۔

حالات ایوا کے رُوپ میں عجیب انداز سے سامنے آئے

تھے۔ ایک لحاظ سے یہ ان کی خوش قسمتی تھی کہ وہ لغاوت پر آمادہ ہوگئی ورنہ سیکرٹ سروس کے ممبروں کو ذاتی طور پر جدوجہد کرنی پڑتی۔۔۔ تو وہ کہاں سے آغاز کرتے۔ اس نے وقت دیکھا اور بے قابو ہوتی ہوئی دھڑکنوں پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگا۔

الوا ابھی تک وہاں نہیں پہنچی تھی۔ وہ سوچ میں پڑ گیا کہ کہیں اس سے آنے میں دیر تو نہیں ہوگئی۔ اگر ایسا ہے تو یقیناً الوا کو اغوا کر لیا گیا ہوگا۔ وہ اسی قسم کے اندیشوں میں الجھا رہا حتیٰ کہ اس کے پلک میں قدموں کی آہٹ شروع ہوگئی۔

یہ شور آغاز میں انتہائی مدہم تھا لیکن رفتہ رفتہ قدموں کی چاپ واضح ہوتی جا رہی تھی۔ گویا وہ اس کے قریب ہی کسی جگہ موجود تھی۔ اس نے ایک طویل سانس لی اور جسم ڈھیلا چھوڑ دیا۔

اب قدموں کی آواز انتہائی واضح ہو چکی تھی اور اس کی سماعت سے جاپانیوں کے قہقہوں، بلند آواز میں باتوں اور گھومنے پھرنے کی آوازیں بھی آنے لگیں۔ ٹرانسمیٹر اور ریسیور ٹھیک کام کر رہے تھے۔ صفدر کو یقین ہوگیا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو الوا کے قرب و جوار میں موجود یا گزرتے ہوئے لوگوں کی آوازیں نہیں سن سکتا تھا۔

اس نے عقب نما آئینے کو کچھ اس طرح سیٹ کر لیا کہ ذیلی راستے کی طرف دیکھنے کے لیے اسے گھومنا نہ پڑے۔ اگرچہ اس سڑک پر روشنی کا کوئی بہتر انتظام نہیں تھا پھر بھی وہ لوگوں کی آمد و رفت پر نگاہ رکھ سکتا تھا۔ کچھ لوگ ریلوے اسٹیشن کی جانب بڑھ رہے تھے اور کچھ مختلف سمتوں میں۔ اس نے دو آدمیوں کو دریا کے کنارے دکھائی دینے والے پیشاب خانے کی طرف بھی بڑھتے ہوئے دیکھا۔ ایک پژمردہ سی عورت پل پر دکھائی دی۔

"آخر یہ عورت کہاں گھوم رہی ہے؟" اس نے سوچا۔

بالآخر وہ نمودار ہوئی تو صفدر کو قدرے اطمینان ہوا۔ ورنہ اس وقت تک خدشات نے اسے ہلکان کر دیا تھا۔ اس نے دور ہی سے اس کا سفید کوٹ اور خوبصورت چہرہ پہچان لیا۔۔۔ وہ کچھ دیر تو الونیو آر پر چلتی دکھائی دی پھر اسٹیشن کے عقب میں غائب ہوگئی۔ اس نے تعاقب کرنے کے لیے اسے مزید فاصلے تک پہنچنے کی مہلت دی تاکہ اگر کوئی اس کی نگرانی کر رہا ہو تو ہر طرح سے مطمئن ہو جائے۔ وہ جانتا تھا کہ ہوشیار مجرم یقیناً احتیاط ہی سے اس کے قریب جائے گا۔

وہ الوا کے قدموں کی آہٹ سنتا رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے کانوں سے الوا کی تیز سانسیں بھی ٹکرا رہی تھیں۔ حساس ٹرانسمیٹر ہر آواز کو ریسیور کی طرف منتقل کر رہا تھا۔

جیسے ہی اسے الوا کے قدموں کی چاپ سنائی دی تھی اس نے انھیں شمار کرنا شروع کر دیا تھا۔۔۔ وہ خاموش اور بے حس و حرکت بیٹھا اس کے قدموں کو گنتا رہا جب اس نے دو سو قدم کا فاصلہ گن لیا تو کار سے نیچے اتر آیا۔

اس کا رخ اسی الونیو کی جانب تھا جدھر الوا گئی تھی۔ یہ راستہ اسٹیشن کے عقب میں الونیو وی تک پہنچتا تھا۔ صفدر نے ایک نظر عقب میں دیکھا اور آگے بڑھتا چلا گیا۔ صفدر نے سڑک پار کر لی اور دائیں طرف گھوم گیا۔ یہی سڑک الونیو آر کے نام سے پکاری جاتی تھی۔ وہ اس سڑک پر آگے بڑھنے لگا۔ سردی یکایک بڑھ گئی تھی۔ دریا کے کنارے کی وجہ سے ٹھنڈی ہوا کے جھونکے جسم میں سوئیوں کی طرح چبھ رہے تھے۔

"ٹک۔ ٹک۔ ٹک۔ ٹک" اس کے ریسیور سے الوا کے سینڈلوں کی آوازیں مسلسل ٹکرا رہی تھیں۔

صفدر نے ایک مرتبہ بغلی ہولسٹر کو چھو کر ریوالور کے بارے میں اطمینان کر لیا۔ اور پھر مسکرایا۔ بے خیالی میں اسے یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ اس کی بغل میں ہولسٹر یا ریوالور کا نام و نشان تک نہیں ہے وہ دانستہ ریوالور کو گھر چھوڑ آیا تھا کیونکہ اس وقت اس کی حیثیت الوا کے معلم شوہر کی سی تھی اور دنیا کا کوئی معلم مسلح ہو کر کہیں نہیں گھومتا۔ احتیاط کے پیش نظر وہ بھی مسلح نہیں تھا۔

ایسے موقعوں پر صرف ہاتھوں پر بھروسہ کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا اور صفدر کو اپنے ہاتھوں پر اعتماد تھا۔ وہ ایک تجربہ کار اور ماہر فائٹر بھی تھا۔

ریوالور لے کر نکلنے میں ایک دشواری یہ بھی تھی کہ ان دنوں امریکن ملٹری پولیس یا جاپانی پولیس کسی بھی ملکی غیر ملکی کی تلاشی لیتی رہتی تھی۔ صفدر کو اس بات کا علم تھا اس لیے وہ کسی الجھن میں پڑنے سے بچنے کی خاطر نہتا ہی اس خطرناک مشن پر نکل آیا تھا۔

وہ الونیو آر پہنچا اور پھر بائیں طرف گھوم گیا۔ اس سڑک کے دوسرے کنارے سے کچھ فاصلے پر دریا تھا۔ دریا کے کنارے

باغات کا ایک طویل سلسلہ تھا۔ اچانک اس کے سامنے سے ایک عورت آتی دکھائی دی۔ اس عورت نے لکڑی کی کھڑاؤں پہن رکھی تھیں وہ پُرشور انداز میں کھٹ کھٹ کرتی اس کے قریب سے گزری تو ریسیور کی ٹک ٹک میں وہ آوازیں گھل مل گئیں۔

جب وہ اس کے قریب سے گزر کر دور نکل گئی تو صفدر نے اطمینان کا سانس لیا۔ اس حساس ریسیور میں الوا کے سینڈلوں کی ٹک ٹک ابھی تک سنائی دے رہی تھی لیکن اُسے الوا کا سفید کوٹ کہیں بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

صفدر نے اندازہ لگایا کہ الوا اس وقت اس سے ایک سو گز سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہے۔ چلتے چلتے وہ کسی گہرے سائے میں ایک آدھ لمحے کے لیے یہ دیکھنے رک جاتا تھا کہ کہیں کوئی اس کا تعاقب تو نہیں کر رہا۔ وہ جانتا تھا کہ اسے احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیئے اس قسم کے کاموں میں کوئی نہ کوئی ناگہانی آفت یقیناً ٹوٹ پڑتی ہے۔ اور جب کبھی ایسا ہوتا ہے تو اچھے خاصے آدمی کے سنبھلنے کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔

اس کی رفتار قدرے تیز ہو گئی۔ وہ چاہتا تھا کہ اب الوا اور اس کے درمیان فاصلہ نسبتاً کم ہو جائے۔ دفعتاً وہ چونک پڑا۔ ریسیور سے الوا کے قدموں کی چاپ فی الفور بند ہو گئی تھی۔ اس کی سانسیں رکنے لگیں۔ وہ دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ جہاں کا تہاں کھڑا انتظار کرتا رہا۔

کچھ دیر بعد ریسیور میں کسی مرد کی آواز گونجی۔ وہ جاپانی زبان میں بول رہا تھا اس کے جواب میں الوا کی آواز سنائی دی اس نے جاپانی میں ہی بات کی تھی۔

پھر اچانک ہی خاموشی طاری ہو گئی۔ مکمل خاموشی وہ کچھ دیر کھڑا بغور سنتا رہا لیکن کوئی آواز سنائی نہیں دی یوں محسوس ہوتا تھا کہ ٹرانسمیٹر یا ریسیور میں سے کوئی ایک بے جان ہو گیا ہے۔ اس نے سوئچ کو چیک کیا لیکن سناٹا برقرار رہا۔ رابطہ ختم ہو چکا تھا۔ تفکرات کے بادل یکایک صفدر کے ذہن پر چھا گئے اور اس نے بھاگنا شروع کر دیا۔ وہ کونے پر پہنچنا چاہتا تھا اور پھر بائیں ہاتھ مڑ کر اسے سیدھا ہی بھاگنا تھا۔ یا دریا کو عبور کرنا تھا؟ وہ ایک تکلیف دہ حالت میں مبتلا یہ سوچتا ہی رہ گیا۔

اچانک اسے اپنے قریب ہی کسی کی موجودگی کا احساس ہُوا۔ وہ بُری طرح اچھل پڑا۔ دیکھا تو ایک ناٹے قد کا جاپانی جھک کر کورنش بجا لا رہا ہے۔ صفدر نے گھور کر اسے دیکھا "ہمارے پاس ایک بہت خوبصورت لڑکی موجود ہے جناب"

"جاؤ اور اس کے ساتھ دفن ہو جاؤ" صفدر غرایا۔

اس طرز عمل نے خوش اخلاق جاپانی دلال کو بوکھلا دیا۔ لیکن وہ بھی کچھ کم نہ تھا جواباً اس کے سامنے تعظیماً جھکا اور واپسی کے لیے مڑ گیا۔ اسی لمحے صفدر کی نگاہ ایک سفید ہیولے پر پڑی جو گلی کے دوسری کارنر پر متحرک تھا۔ یہ سایہ آہستہ آہستہ درختوں کے ساتھ ساتھ دریا کے کنارے حرکت کر رہا تھا۔

صفدر نے ایک طویل سانس لیا اور غیر محسوس انداز میں سڑک کی دوسری جانب پہنچ گیا۔ اس نے پلک جھپکتے ہی خود پر قابو پا لیا تھا ورنہ کچھ عجب نہ تھا کہ گھبراہٹ میں اس سے کوئی ایسی غلطی سرزد ہو جاتی جس کا اسے عمر بھر افسوس رہتا۔

جب وہ سڑک کے سرے پر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ الوا تنہا نہیں ہے۔ اس کے پہلو میں ایک دراز قامت، دُبلا پتلا سا سیاہ کپڑوں میں ملبوس ایک آدمی موجود تھا۔ وہ اب غیر متحرک کھڑے دھیمے لہجے میں باتیں کر رہے تھے۔ وہ ایک جگہ رک گیا اس جگہ کار اسٹاپ تھا۔ اس نے

- علم کو روٹی کمانے کا ذریعہ نہ بناؤ۔ علم اپنا صلہ آپ ہے ——— حکیم اقلیدس
- جو کوئی یار بے عیب تلاش کرے وہ ہمیشہ بے یار رہے گا ——— کیخسرو
- اپنے تھوڑے کو دوسروں کے زیادہ سے بہتر جان ——— خلیفہ مامون الرشید



گزشتہ دنوں بھوپال کی معمر ترین خاتون فاطمہ بی بی ایک سو بیس برس کی عمر میں انتقال کر گئیں۔ مرحومہ کے گیارہ بچے ہیں، جن میں سے سب سے بڑے لڑکے کی عمر ۹۰ سال ہے۔

ایک کھمبے کی آڑلی اور ان دونوں کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کھمبے کا بلب غائب تھا اس لیے وہ خود کو ان کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھ کر نگرانی کر سکتا تھا۔

وہ درختوں کے سائے میں کھڑے تھے۔ صفدر نے الیوا کو اس کے سفید کوٹ سے پہچان لیا تھا۔ ان کے درمیان فاصلہ کسی طرح بھی پچاس گز سے کم نہ رہا ہوگا۔ الیوا اُس شخص سے جلدی جلدی کچھ کہہ رہی تھی۔

بالآخر وہ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔

دفعتاً الیوا پلٹی اور اسی سمت چل دی جس پر چلتی ہوئی وہ اس مقام تک پہنچی تھی۔ صفدر نے اسے الیونیو آر کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتے دیکھا۔ وہ دراز قامت دبلا پتلا آدمی خاموش کھڑا اُس کی جانب گھور رہا تھا۔

جب کچھ دیر گزر گئی اور الیوا خاصی آگے بڑھ گئی تو وہ شخص صفدر سے تقریباً تیس گز کے فاصلے پر آگے بڑھنے لگا۔ الیونیو سے آگے بڑھ کر وہ دریا سے ہٹ گیا اور پھر دریا کے کنارے سے اس کا فاصلہ بڑھنے لگا۔

صفدر نے مزید انتظار کیا۔ وہ اس شخص کا تعاقب کرتے وقت ہر قسم کی احتیاط پیش نظر رکھنا چاہتا تھا۔ سڑک کا دوسرا کنارا اب ویران ہو گیا تھا۔ سوگوار اور بجھا بجھا سا تاریک ماحول تھا۔ دھیرے دھیرے فضا میں دُھند پھیل رہی تھی اور دھندلی روشنی میں سائے بڑے خوفناک محسوس ہو رہے تھے۔

جاپانی کی رفتار قدرے تیز اور فوجیانہ جوش و خروش سے بھرپور تھی۔ اس کا سر اور گردن تنی ہوئی اور کندھے عقب کی طرف نکل کر سینے کو نمایاں کر رہے تھے۔ ممکن ہے، وہ اس گروہ میں شمولیت سے پہلے آرمی آفیسر رہا ہو۔

صفدر نے گلی کو پار کیا۔ دوسرے فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے اس پُراسرار آدمی کا تعاقب کرنا آسان تھا۔

وہ حیران تھا کہ آخر الیوا اور اس کے درمیان کیا بات چیت ہوئی ہے آخر عین موقع پر ٹرانسمیٹر کے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا کہ ان کی ایک دو باتوں کے علاوہ اسے کچھ سنائی نہیں دیا، یہ سب کچھ سوچنا بے کار تھا لیکن الجھن کے باعث یہ خیال اس کے ذہن سے بار بار چپک جاتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس الجھن کو الیوا کے بغیر کوئی اور حل نہیں کر سکتا اور اس کے لیے الیوا سے ملاقات ضروری تھی۔

صفدر اپنے شکار کا ٹوکیو کے نواحی علاقے میں تعاقب کرتا رہا تھا۔ اس قسم کے علاقے دنیا کے ہر بڑے شہر میں موجود ہوتے ہیں۔ لہٰذا صفدر کو علاقے کی خستہ حالی اور کم روشنی کی کوئی خاص پروا نہ تھی۔ جھکی جھکی عمارتیں جن سے اداسی برس رہی تھی اور تاریک دریچے جن سے وحشت کا احساس ہوتا تھا۔ غربت اور افلاس کے ماروں کی بستی۔ وہ ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔

جاپانی ادھر ادھر گھومے بغیر سیدھا ہی چل رہا تھا۔ اس کا انداز ایک ایسے آدمی جیسا تھا جو محض چہل قدمی کی خاطر رات کے اس پہر گھوم رہا ہو۔ تعاقب کو تقریباً ایک گھنٹہ گزر گیا۔

یکایک جاپانی ایک شراب خانہ میں گھس گیا۔ صفدر نے قریب پہنچ کر دیکھا وہ ایک چھوٹا سا شراب خانہ تھا۔ وہ آہستگی سے اس بار کے سامنے سے گزرا اور کن انکھیوں سے اندر دیکھتا رہا۔

شراب خانے کے سامنے والے حصّے میں ایک کشادہ کھڑکی تھی جس کے گرد لکڑی کا آرائشی فریم اور پردہ لگا ہوا تھا۔ لیکن وہ اس بار کے اندر سامنے سے گزرتے وقت دیکھ سکتا تھا۔

سُرخ، سیاہ اور سبز رنگ کی روشنیوں سے بنے ہوئے نیون سائن میں بار کا نام بار بار روشن ہو کر بجھ رہا تھا لیکن شراب خانے کی اندرونی روشنیاں زیادہ تیز نہیں تھیں۔ طویل کاؤنٹر کے عقب میں اسے تین بار میڈز دکھائی دیں جنھوں نے جاپانی لباس زیب تن کر رکھا تھا۔

اس نے شراب خانے سے ملحقہ ایک سرائے کے دروازے کے ساتھ لگ کر خود کو عام نگاہوں سے پوشیدہ کر لیا۔ وقت دھیرے دھیرے گزر رہا تھا جب کچھ زیادہ ہی دیر ہو گئی تو صفدر کے ذہن میں یہ خیال اُبھرا کہ کہیں اس شخص نے تعاقب کا اندازہ تو نہیں لگا لیا؟ ممکن ہے اس کی نگاہ صفدر پر پڑ گئی ہو اور وہ اسی لیے اس قدر طویل پیدل سفر کے بعد اس شراب خانے میں گھس گیا ہو۔

انتظار کی کوفت بڑھتی رہی لیکن صفدر بڑی مستقل مزاجی سے اپنی کمین گاہ میں چھپا اُس کا منتظر رہا۔ آخر کار وہ شخص شراب خانے کے دروازے میں دکھائی دیا اس نے اِدھر اُدھر دیکھا جیسے کسی خاص آدمی کی تلاش رہی ہو جب

وہ کافی آگے بڑھ گیا تو صفدر خاموشی سے باہر نکلا اور تعاقب کا سلسلہ ایک مرتبہ پھر شروع ہو گیا۔

کچھ دیر بعد صفدر نے اُسے لوشن دارا نامی علاقے کی طرف جاتے دیکھا۔ یہ ٹوکیو کا بدنام ترین علاقہ تھا۔ صفدر دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ آخر وہ اس طرف کیوں جا رہا ہے؟

اس کے تعاقب میں آگے بڑھتے ہوئے صفدر نے بدنام گلی کی سرحد میں قدم رکھا جیسے ہی وہ گلی میں داخل ہوا چاروں طرف سے چھوٹے، بڑے، موٹے اور پتلے، ہر قسم کے دلال مکھیوں کی طرح اس پر ٹوٹ پڑے۔

صفدر نے ایک آدمی کو نگاہوں میں تولا اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "آؤ۔ لیکن سب سے پہلے میں اِدھر اُدھر گھومنا چاہتا ہوں!"

ایک آدمی سے وابستہ ہوتے ہی باقی دلال اِدھر اُدھر بکھر گئے۔

وہ ایک نوجوان سا لڑکا تھا۔ اگرچہ اس کی انگریزی زیادہ اچھی نہیں تھی پھر بھی وہ اپنا مافی الضمیر صفدر کو سمجھا سکتا تھا۔

صفدر کے شکار نے اپنی رفتار کم رکھی۔ اس وقت وہ ایک تاریک گلی میں چل رہا تھا۔

اس سڑک کے اطراف میں فٹ پاتھ نہیں تھے۔ شمالی قسم کے جاپانی مکانات سڑک کی دونوں جانب موجود تھے۔ یہ مکانات لکڑی اور موی کاغذ سے بنے ہوئے تھے۔ خوبصورت لڑکیاں جنھوں نے شاندار لباس زیب تن کر رکھا تھا، سجی سجائی دروازوں میں کھڑی تھیں۔

رفتہ رفتہ وہ بازار کے ایسے حصے میں پہنچ گیا جس کی کشادگی زیادہ نہ ہونے کے سبب صرف دو آدمی پہلو بہ پہلو گزر سکتے تھے۔ یہاں پر جگہ اچانک ہی تنگ ہو گئی تھی۔

صفدر نے اپنے دلال کو وہاں رکنے کا اشارہ کیا اور تنہا ہی اس عمارت میں داخل ہوا جس میں اس کا شکار کچھ دیر پہلے گیا تھا۔

دروازے کے قریب ہی ایک ادھیڑ عمر عورت نے اس کا استقبال کیا اس کے ہمراہ ایک انتہائی خوش اخلاق آدمی بھی تھا۔ عورت نے اسے جوتے اتارنے کی درخواست کی اور پھر صفدر کے ہاتھ میں سینڈل تھما دیے گئے۔

صفدر اس آدمی کی رہنمائی میں ایک چوکور کمرے تک

نپولین کا ایک قول

تم مجھے اچھی مائیں دو۔
میں تمھیں ایک اچھی قوم دوں گا۔

مرسلہ: ریاض راجی۔ والٹن لاہور

پہنچا جس میں کوئلے کا آتش دان روشن تھا۔ اس کمرے میں روایتی انداز کی ایک دری کے علاوہ فرنیچر نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔

وہ دونوں آلتی پالتی مار کر جاپان کے قدیم انداز میں بیٹھ گئے۔ صفدر کو اس انداز میں بیٹھنے سے کوئی دشواری نہیں ہوئی کیونکہ جب اسے جوڈو کی اعلیٰ ڈگریوں کے لیے جاپان بھیجا گیا تھا تو اس اندازِ نشست میں اُسے خاصی مہارت حاصل ہو گئی تھی اگرچہ اس معاملے میں ایک طویل عرصہ بیت گیا تھا تاہم جوڈو کے ایک ماہر کے لیے وہ اندازِ نشست کبھی بھی مشکل ثابت نہیں ہوتا۔

صفدر کو کمرے میں لانے والے آدمی نے ازراہِ اخلاق موسم اور چیری کے پھولوں کا تذکرہ شروع کر دیا۔ وہ صفدر کو کوئی امریکن سمجھ کر اس کی دلبستگی میں لگ گیا تھا۔ ایک عورت فوراً ہی روایتی انداز میں چائے رکھ کر کمرے سے رخصت ہو گئی۔

صفدر اور جاپانی کے درمیان آداب کا قدیم انداز دہرایا گیا اور وہ چٹائی پر دو زانو بیٹھ کر چائے کی چسکیاں لینے لگے۔

اگرچہ ادھیڑ عمر عورت اور صفدر کا میزبان بہت کم انگریزی جانتا تھا لیکن صفدر نے کوشش کی کہ گفتگو زیادہ سے زیادہ طویل ہو جائے اور بالآخر جب انھیں احساس ہوا کہ صفدر کو ان باتوں سے کوئی خاص تاثر نہیں ملا اور وہ ناکام ہو گئے ہیں تو دونوں ہی اُٹھے اور جھک کر کورنش بجالاتے ہوئے انتہائی مؤدبانہ انداز میں رخصت ہو گئے۔

ابھی صفدر اٹھنے کا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ دو جوان لڑکیاں اندر داخل ہوئیں۔ ان دونوں نے اپنی زندگی کی حسین ترین مسکراہٹوں کو ہونٹوں پر بکھیر کر صفدر کی طرف دیکھا اور ان کی آنکھیں چمک اُٹھیں۔ صفدر نے مسکرا کر ان دونوں کی طرف دیکھا اور پھر جواباً انھیں مسکراتے دیکھ کر خود اس کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی "دراصل میں یہاں کسی اور مقصد سے آیا تھا" اس نے کہا۔

جدید محاورے

- ہمسائی کو دیکھ کر ہمسائی رنگ پکڑتی ہے۔
- سورج ڈوبتے ہی بجلی گئی۔
- جہاں واپڈا، وہاں اندھیرا۔
- سفارش سے بچا، رشوت میں پھنسا۔

"ہر کوئی یہاں کسی اور ہی مقصد سے آتا ہے۔" ایک نے جواب دیا۔

"تم میرا مطلب نہیں سمجھیں۔" صفدر نے اس جاپانی لڑکی کی انگریزی زبان میں مہارت پر خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"واضح کردو، ورنہ خود ہی سمجھ لوں گی۔"

"میں اپنے ایک دوست کو تلاش کرتا ہوا یہاں تک آیا ہوں۔"

دونوں لڑکیوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں نہ جانے کیا اشارے ہوئے اور پھر دونوں نے استفہامیہ نگاہوں سے صفدر کی طرف دیکھا۔ "کون ہے وہ؟"

"ایک جاپانی۔"

"یہاں ہر قوم کے لوگوں کی آمد و رفت رہتی ہے۔"

"وہ ایک دراز قامت لیکن دبلا پتلا آدمی ہے۔ ہمیشہ بہترین کپڑے پہننے کا عادی ہے۔ ممکن ہے وہ میری آمد سے کچھ ہی دیر پہلے یہاں آیا ہو۔ اور مجھے یقین ہے کہ وہ اس وقت بھی عمارت میں موجود ہے۔"

لڑکیوں نے کوئی ردِ عمل ظاہر نہیں کیا۔

یکایک ان کا دلال کمرے میں آگیا۔ غالباً وہ دروازے کے قریب ہی موجود تھا۔ اس نے ان کے درمیان ہونے والی گفتگو بھی سن لی تھی۔ اس نے آتے ہی ان دونوں لڑکیوں کی طرف دیکھا۔ دونوں لڑکیاں مسکرانے لگیں لیکن صفدر کو محسوس ہوا کہ اس آدمی کے دیکھنے سے وہ کوئی خاص معنی پہنانے سے قاصر رہی ہیں۔

وہ آدمی انھیں مسلسل گھورتا رہا اور پھر لڑکیوں کے ساتھ ساتھ صفدر بھی سمجھ گیا کہ اس کا مطلب کیا ہے؟ وہ دونوں اٹھیں اور جھک کر الوداعی کورنش بجا لائیں اور کمرے سے باہر نکل گئیں۔ کمرے میں ایک مرتبہ پھر خاموشی طاری ہوگئی۔

نوجوان آدمی نے چائے پیالی میں انڈیلی اور اطمینان سے پینے لگا۔ اس نے چائے کے کئی گھونٹ پیئے پھر صفدر کی طرف متوجہ ہوگیا۔ "تمہارے دوست کا کیا نام ہے؟"

صفدر مسکرایا۔ اس کی مسکراہٹ میں قدرے خفت سی تھی۔ "مجھے اس کا نام معلوم نہیں... دراصل پرانے دوستوں کی محفل میں کسی دوست نے اس سے متعارف کرایا تھا پھر باتوں باتوں میں اس نے مجھے یہاں ملنے کی دعوت دی تھی۔"

دلال نے چائے کی پیالی رکھی اور اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ "میرے ساتھ آؤ۔"

صفدر اس کے تعاقب میں چل دیا۔ وہ ایک طویل ہال کمرے سے گزرے جس میں دونوں طرف لکڑی کے پارٹیشن تھے ان پر پردے پڑے ہوئے تھے۔

دلال نے دروازہ کھولا اور دونوں باہر نکل آئے۔ دروازے سے نکل کر صفدر نے ایک مکان دیکھا جس میں باغیچہ لگا ہوا تھا۔ مکان تاریک تھا وہ خاموشی سے دلال کا تعاقب کرتا رہا۔ تاریکی کے باوجود اس کی یہ خواہش تھی کہ اس آدمی کا ہیولا نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے پائے اسی دوران اس کی کھوپڑی پر قیامت ٹوٹ پڑی۔

کسی نے اندھیرے میں اس پر کرائے کا بھرپور وار کیا تھا۔ جب وہ لہرا کر نیچے گرا اور اس کے ذہن پر تاریکی چھا گئی تو اسے یہ بھی معلوم نہ ہوسکا کہ درحقیقت ہوا کیا ہے۔



اس سنسنی خیز ناول کا دوسرا حصہ آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں

ناول سکیننگ و کلیننگ: محمد عقیل قریشی

پیشکش: جاسوسی نشست ایڈمنز



ٹوکیو میں ہنگامہ

اظہر کلیم

اس بار سیکرٹ ایجنٹ صفدر کو ایکشن میں دیکھیے۔

بستر نرم اور گرم ہونے کے ساتھ ساتھ خاصا آرام دہ بھی تھا۔ صفدر نے کروٹ لی اور دوبارہ سونے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن کروٹ بدلتے ہی اسے پہلو میں شدید تکلیف محسوس ہوئی اور گردن یوں اکڑ گئی جیسے ابھی تک کسی شکنجے میں پھنسی ہوئی ہو۔

کمرے میں گہری تاریکی تھی۔ اس نے غور سے سننے کی کوشش کی لیکن خفیف سی آہٹ یا کسی کی باتیں کرنے کی آواز تک سنائی نہیں دی۔ یکایک اُسے یاد آ گیا کہ اس کے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا تھا۔

وہ حیران ہوا کہ اس نرم بستر پر کیسے پہنچ گیا۔ اس نے



احمق اعظم علی عمران کا سنسنی خیز کارنامہ۔ بدحواسیاں، حماقتیں
بوکھلاہٹیں اور قہقہوں کے آبشار



ہاتھ بڑھایا تو قریب ہی دیوار محسوس ہوئی۔ وہ دھیرے دھیرے دیوار پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ اس نے کوشش کی لیکن ہاتھ کسی طرح بھی الیکٹرک سوئچ تک نہیں پہنچ سکا۔

اس نے لحاف ہٹایا اور اٹھ کر بیٹھ گیا! میں اس وقت کہاں ہوں؟ اس نے سوچا۔ اس کے جسم پر پورے کپڑے نہیں تھے۔ اس نے صرف ایک قمیص، موزے اور انڈر ویئر پہن رکھا تھا۔ وہ بستر سے اتر آیا۔

وہ پائنتی کی جانب بڑھا اور پھر ٹٹولتا ہوا دیوار تک جا پہنچا۔ جب وہ دیوار کے ساتھ چلتا ہوا کونے میں پہنچا تو ایک کرسی سے ٹکرا گیا۔ کرسی سے ٹکراتے ہی وہ لڑکھڑا کر

گر گیا۔ گرنے سے تیز آواز بھی پیدا ہوئی، وہ جہاں تھا، وہیں دبک گیا اور کسی کے قدموں کی آہٹ سننے لگا لیکن کمرے میں کسی کے وجود کا احساس نہ ہُوا۔ غالباً کوئی آس پاس بھی موجود نہ تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے حرکت کی، پھر اس وقت تک کمرے میں گھومتا رہا، جب تک دروازے پر نہیں پہنچ گیا۔

اسی لمحے دیوار پر رکھا ہُوا اس کا ہاتھ الیکٹرک سوئچ پر جا پڑا۔ اس نے سوئچ آن کر دیا۔ کمرہ روشنی سے نہا گیا۔

صفدر نے کمرے پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی۔ دیواروں پر گلابی رنگ کا وال پیپر لگا ہُوا تھا لیکن اس میں جگہ جگہ چھید تھے جیسے انھیں عرصۂ دراز سے استعمال کیا جا رہا ہو۔

جس بستر پر وہ کچھ دیر پہلے لیٹا ہُوا تھا۔ وہ بلند اور کشادہ تھا۔ صفدر نے لکڑی کی مسہری کو دیکھا۔ اس پر روئیں دار لحاف موجود تھا۔ اس کے کپڑے اسی کرسی پر رکھے ہوئے تھے جس سے ٹکرا کر وہ گر گیا تھا۔

کمرہ ٹھنڈا تھا۔ اس نے سردی محسوس کی تو کپڑے پہننے کے ارادے سے کرسی کی طرف بڑھا۔ مزید کوئی کارروائی کرنے سے پہلے ضروری تھا کہ پوری طرح ملبّس ہو جاتا۔

ابھی وہ ٹائی کی گرہ ہی درست کر رہا تھا کہ اس کی سماعت سے کسی کے قدموں کی آہٹ ٹکرائی۔ کوئی دھیرے دھیرے چلتا ہُوا دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ پھر دروازہ کھُل گیا۔ وہی عورت دروازے پر کھڑی مسکرا رہی تھی جس نے بازو حسن کی عمارت میں اس کا استقبال کیا تھا۔

اس نے گہرے سُرخ رنگ کے کپڑے پہن رکھے تھے۔ اگرچہ اس کی آنکھیں خواب ناک تھیں تاہم اس کے ہونٹ مسکرا رہے تھے۔

"کیسی طبیعت ہے اب؟" اس نے پوچھا۔ "تم یہاں سے جانے کے لیے تیار ہو رہے ہو، مزید رکنا پسند نہیں کرو گے؟"

صفدر بھی جواباً مسکرا دیا۔ ایسے موقعوں پر نہ جانے کیوں اس کی رگِ ظرافت پھڑک اٹھتی تھی۔ "نہیں، شکریہ مجھے اب رخصت ہو جانا چاہیے۔ میری ممی شدت سے میرا انتظار کر رہی ہوں گی۔ آج سے پہلے میں آدھی رات تک کبھی گھر سے باہر نہیں رہا۔" اس نے اپنی جیبیں تھپتھپائیں۔ "اور ہاں، کیا تم بتا سکتی ہو میرا بٹوہ اور گھڑی کہاں ہے؟"

"میرے کمرے میں" عورت نے جواب دیا۔ "اس عمارت کے دروازے مقفل نہیں ہوتے اور تم جانتے ہو یہاں ہر قسم کے آدمیوں کی آمد و رفت رہتی ہے لہٰذا ہم یہ نہیں چاہتے کہ ہمارے ہاں کسی کا نقصان ہو۔"

"یقیناً، یقیناً" صفدر نے اثبات میں سر ہلایا پھر بولا "کیا میں کسی چیز سے ٹکرا کر بے ہوش ہو گیا تھا؟"

"تم سیڑھیوں سے لڑھک کر نیچے جا گرے تھے۔ ہمیں تمھاری بے ہوشی سے خطرہ محسوس ہوا تھا، لہٰذا ہم نے ڈاکٹر کو بُلا لیا۔"

"اوہ، میری طرف کتنی رقم واجب الادا ہے؟"

"کچھ بھی نہیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ تمھیں یہ حادثہ پیش آیا... کیا واقعی تم اب یہاں سے چلے جانے کے موڈ میں ہو؟"

"ہاں۔ اور اس کے لیے میں معذرت چاہوں گا۔"

"جیسے تمھاری خوشی" وہ بے پروائی سے بولی پھر اس نے صفدر کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ خواب گاہ میں پہنچ کر اس عورت نے صفدر کو پھر وہ چیز لوٹا دی جو اس کی جیب سے نکالی تھی۔ بعد ازاں اس نے صفدر سے کہا کہ وہ اپنی چیزوں کا احتیاط سے جائزہ لے لے کہ کہیں کوئی چیز کم یا خراب تو نہیں ہو گئی۔

صفدر نے بٹوہ کھول کر رقم گنی اور باقی چیزوں کا جائزہ لے کر اطمینان کا اظہار کیا۔ عورت نے اسے مطمئن دیکھ کر دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ جب وہ بیرونی دروازے کے قریب پہنچے تو عورت نے ازراہِ نوازش اسے یہ بھی بتا دیا کہ وہ کس طرح قریب ترین ٹیکسی اسٹینڈ تک پہنچ سکتا ہے۔

صفدر نے باہر نکلتے وقت گھڑی دیکھی۔ ڈیڑھ بج رہا تھا۔ اس وقت رات تھی۔

فلیٹ کے دروازے پر کھڑے کھڑے اسے دو بار کال بیل کا بٹن دبانا پڑا تب کہیں جا کر ایوا نے دروازہ کھولا۔

"خدا کا شکر ہے کہ تم محفوظ ہو" وہ بولی "میں تمھارے لیے بہت پریشان ہو رہی تھی۔"

وہ اندر داخل ہُوا تو ایوا نے دروازہ بولٹ کر دیا۔ وہ اس کے آگے آگے چلتا ہُوا کمرۂ نشست کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دیکھا کہ صوفے پر ایوا نے اس کے لیے بستر تیار کر

کر رکھا تھا۔
اس سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اس کی واپسی کے امکانات کو ختم کر کے مایوس نہیں ہوئی تھی۔
"سب سے پہلے مجھے اسپرین اور ایک گلاس پانی لادو۔" صفدر نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔
"کیا تم بہت زیادہ پیتے رہے ہو؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔
"نہیں" صفدر نے کہا۔ "میں تمہیں پہلے بتا چکا ہوں کہ میں شراب کو ہاتھ بھی نہیں لگاتا۔"
"پھر کیا بات ہے؟"
"میرے سر میں شدید تکلیف ہے۔"
یہ سن کر ایوا کے چہرے پر تفکرات کے سائے لہرانے لگے۔ اس نے مزید باز پرس کرنے کی بجائے کمرہ نشست سے کچن کا رخ کیا اور فوراً ہی واپس آ گئی۔
اس کے ایک ہاتھ میں اسپرین کی ٹکیہ اور دوسرے میں پانی کا گلاس تھا۔ صفدر نے خاموشی سے ٹکیہ نگل لی۔
وہ صوفے پر بچھے ہوئے بستر پر بیٹھ گیا۔ چند لمحے سر کو دونوں ہاتھوں سے دبانے کے بعد وہ ایوا کی طرف متوجہ ہوا۔ "اب بتاؤ، تم کو کیا ہوا تھا؟"
"میرا ریسیور عین اس وقت بے جان ہو گیا جب تم نے گفتگو شروع کی تھی۔" ایوا نے انگلیاں کنپٹیوں پر رکھ لیں۔ "میں تو اس قدر خوفزدہ تھی کہ خود کو بے ہوشی سے قریب سمجھ رہی تھی۔ اس نے کہا نہ سنا اور ہاتھ بڑھا کر بروچ کو نوچ لیا تھا۔"
"تمہارا مطلب ہے، اسے معلوم تھا کہ تم ٹرانسمیٹر استعمال کر رہی ہو؟"
ایوا نے اثبات میں سر ہلایا۔ "اس کے علاوہ کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ جیسے ہی اس نے بروچ کو کھینچا تھا اس کے ساتھ منسلک تار نمودار ہوا۔ اس نے میری طرف دیکھا اور کہا کہ میں اسے بے وقوف نہیں بنا سکتی۔"
"پھر کیا ہوا؟"
"اس نے پوچھا کہ کیا میں اس کی مطلوبہ چیز لے کر آئی ہوں۔ میں نے اسے شوہر والی کہانی سنا دی۔ میری بات سن کر اس کے چہرے سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ اسے میری بات کا یقین آ گیا ہے۔ اس نے کچھ دیر غور کرنے کے بعد کہا کہ اگر میں اپنے شوہر کی وجہ سے اس کام کو جلدی نہیں کر سکتی تو وہ اس وقت تک انتظار کرے گا جب تک میرا شوہر واپس نہیں چلا جاتا۔ اس کا مطالبہ ہر حال میں پورا ہونا چاہیے۔" کچھ توقف سے وہ دوبارہ بولی۔ "تم نے اس کا تعاقب نہیں کیا؟"
"میں کافی دیر تک اس کا تعاقب کرتا رہا... لیکن بالآخر وہ مجھے دھوکا دے کر نکل گیا۔"
ایوا نے ایک آہ بھری جیسے یہ بات متوقع رہی ہو۔ لیکن صفدر یہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا کہ اسے اس رات تمام مسئلے حل ہونے کی بھی امید تھی۔ صفدر نے ایوا کو تفصیلات سے آگاہ کرنا ضروری خیال نہیں کیا کہ اسے ایک سراغ مل گیا ہے اور وہ بازار حسن کی ایک ایسی عمارت میں پہنچنے میں کامیاب ہو گیا ہے جہاں سے اس شخص کا کوئی نہ کوئی تعلق ضرور ہے۔
اس سلسلے میں صفدر کا ایک لگا بندھا اصول تھا کہ ایک بہترین جاسوس وہی ہے جس کے دائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو کہ بایاں ہاتھ کیا کر رہا ہے؟ راز داری اور معلومات کو محفوظ رکھنا ہی جاسوس کی کامیابی کا ذریعہ ہے۔
"میں چاہتا ہوں کہ تم ان تمام ملاقاتوں کا تفصیلی حال سناؤ جو اب تک اس پُراسرار آدمی سے ہو چکی ہیں۔ ممکن ہے اس طرح کوئی کام کی بات سمجھ میں آ جائے۔"
وہ متفکر انداز میں ناخن کاٹنے لگی۔ "مجھے ان ملاقاتوں کے بارے میں بہت کم معلومات ہیں۔" اس نے کہا۔ "کچھ عرصہ پہلے میں ایک نائٹ کلب میں اپنے چند دوستوں کے ساتھ گئی تھی تو اس آدمی کو پہلی بار وہیں دیکھا تھا۔ وہ ایک ویٹرس سے گفتگو کر رہا تھا۔ ان دونوں کی بات چیت کے انداز سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ایک دوسرے کے پہلے سے شناسا ہیں۔"
"یہ کون سے نائٹ کلب کی بات ہے؟"
"دی جینی باشا۔"
"میں نے پہلے کبھی یہ نام نہیں سنا؟"
"اس کلب کو لاطینی کوارٹرز کا نام بھی دیا گیا ہے۔"
صفدر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ اس کلب کے دوسرے نام کو کئی بار سن چکا تھا۔ لیکن اس نائٹ کلب میں جانے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا تھا۔ وہ جب بھی ٹوکیو آیا اس کی مصروفیت کچھ ایسی رہی کہ کسی بھی نائٹ کلب میں نہیں جا سکا تھا۔ "کیا تم اس لڑکی کو پہچان سکو گی؟" اس نے

سوال کیا۔

"میرا خیال ہے۔ ہاں۔"

صفدر نے گھڑی کی طرف دیکھا لیکن ایوا نے غالباً اس کا مطلب پہلے ہی سمجھ لیا تھا۔ اس لیے اس نے جلدی سے صفدر کے سوال کی پیش بندی کر دی: "وہ کلب اس وقت بند ہو گیا ہو گا۔"

"اس کے بند ہونے کے اوقات کیا ہیں؟"

"ایک بجے شب۔" ایوا نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ہم کل رات اس کلب میں ضرور جائیں گے۔" صفدر نے کہا۔

دفعتاً دروازے پر آہٹ ہوئی۔

صفدر چونک پڑا۔ اس نے انگلی ہونٹوں پر رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اس کے کان دروازے کی طرف لگے ہوئے تھے۔

ایوا نے بھی وہ آواز سن لی تھی۔ دونوں نے سانسیں روک لیں۔ دروازے کے باہر کوئی موجود تھا۔

صفدر نے قفل کی جانب دیکھا۔ اس کے سوراخ میں چابی دکھائی دے رہی تھی، گویا کوئی تالا کھول کر اندر داخل ہونا چاہتا تھا۔ پھر اس نے محسوس کیا کہ چابی قفل میں پوری طرح نہیں گھوم رہی ہے۔ گویا دروازہ کھولنے والے کے پاس اس تالے کی اصلی چابی نہیں تھی۔ "کیا تمہیں کسی کے آنے کی توقع تھی؟" اس نے سرگوشی کی۔

"نہیں۔" وہ بولی۔ اس کا چہرہ یکایک زرد پڑ گیا تھا۔

دروازہ کھولنے والے کے انداز سے ظاہر ہوتا تھا کہ اسے چابی گھمانے سے پیدا ہونے والے شور کی ذرہ برابر بھی پروا نہیں ہے۔

صفدر بستر سے اُٹھا اور بلی کی سی خاموشی کے ساتھ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

اسے یقین تھا کہ باہر کوئی ایسا آدمی موجود ہے جسے ایوا کے تنہا ہونے کی توقع ہے۔ ورنہ وہ اس قدر دیدہ دلیری سے تالا کھولنے کی کوشش نہ کرتا۔ یا پھر ممکن ہے اسے یہ یقین رہا ہو کہ اس فلیٹ میں سرے سے کوئی موجود ہی نہیں ہے۔

صفدر کا ہاتھ دھیرے دھیرے لٹو کی طرف بڑھا اور پھر اس نے غیر محسوس انداز میں بولٹ گرا کر چابی گھماتے ہی دروازہ ایک جھٹکے سے کھول دیا۔

چابی ہاتھ میں لیے ایک شخص اس ناگہانی حرکت سے خود کو نہ سنبھال سکا، اس لیے وہ تیزی سے آگے کی طرف جھکا اور پھر لڑکھڑایا، لیکن گرتے گرتے سنبھل گیا۔

"اس تکلیف کی کیا ضرورت تھی؟" صفدر نے بڑی شائستگی سے کہا: "تم کال بیل کا بٹن دبا کر بھی دروازہ کھلوا سکتے تھے۔"

اس آدمی کے عقب میں ایک عورت چندھیائی ہوئی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ عورت اور اجنبی دونوں ہی جاپانی تھے۔ صفدر پر نگاہ پڑتے ہی غالباً اس آدمی کو احساس ہو گیا کہ اس سے کیا غلطی سرزد ہوئی ہے۔ وہ سراسیمہ ہو گیا۔

اس نے اپنے ہاتھ پھیلائے اور جاپانی زبان میں جلدی جلدی بولنے لگا۔ صفدر نے حیرت سے اس کی صورت دیکھی پھر سختی سے بولا: "اگر تم نے زیادہ بکواس کی تو میں تمھاری گردن توڑ دوں گا۔ خبردار حرکت نہ کرنا۔"

ایوا جو صفدر کے تعاقب میں ہی دروازے تک پہنچ گئی تھی، اس نے دروازے کے سامنے کھڑے ہوئے جوڑے کی طرف دیکھا اور حیرت سے کہا: "مسٹر یامانو کا... تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

جاپانی جس نے نظر کی عینک لگا رکھی تھی، اب قدرے پُرسکون دکھائی دینے لگا۔ غالباً ایوا کی آواز سے اس کی ڈھارس بندھ گئی تھی۔ اس نے ایک بار پھر بازو پھیلائے اور تیز تیز باتیں کرنے لگا۔ اس دوران کئی بار وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر کورنش بجا لایا تھا۔

"یہ کون ہے؟" صفدر سے صبر نہ ہو سکا تو بول اُٹھا۔

"میرا پڑوسی۔ اس کا فلیٹ بالائی منزل پر ہے۔"

"اور یہ کیا بکواس کر رہا ہے؟"

"یہ اور اس کی بیوی غلطی سے ایک منزل نیچے ہی لفٹ سے اتر گئے تھے۔ ان کا فلیٹ ہمارے فلیٹ کے اوپر واقع ہے۔ انھوں نے سمجھا کہ یہ اپنے فلور پر اپنے ہی فلیٹ کا دروازہ کھول رہے ہیں لیکن جب تم نے یک دم دروازہ کھولا تو بوکھلاہٹ میں سمجھے کہ ان کے فلیٹ میں کوئی چور گھس آیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمھیں دیکھتے ہی خوفزدہ ہو گیا۔"

"کیا میں صورت سے کوئی چور اُچکا دکھائی دیتا ہوں؟" صفدر غرایا اور اس جاپانی کی طرف دیکھا جو مضحکہ خیز انداز میں اب بھی کچھ بکے جا رہا تھا۔

ایوا صفدر کی بات پر ہنس پڑی تو صفدر بھی زیرِ لب مسکرا دیا۔ ان کو مسکراتے دیکھ کر یامانوکا کی جان میں جان آئی اور اس کی خوفزدہ بیوی کے چہرے پر بھی رونق آ گئی۔

"میرا خیال ہے یہ دونوں نشے میں دھت ہیں۔"

"ہاں، نشے میں ہیں۔" ایوا نے اس سے اتفاق کیا۔

"بہرحال، انھیں بتا دو کہ میں تمھارا شوہر ہوں، ورنہ ممکن ہے اس طرح تمھاری عزت پر کوئی حرف آ جائے۔"

ایوا نے جلدی جلدی انھیں متعارف کرایا۔ مسٹر یامانوکا ایک بار پھر فرشی سلام کرنے لگا۔ اس دوران صفدر کو کئی بار یہ خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں وہ نشے میں اپنا سر ہی فرش سے نہ ٹکرا دے۔

ایوا نے ان دونوں کو صفدر کے بارے میں بتایا کہ ڈیوڈ چند روز کی چھٹی لے کر اس کے پاس آیا ہے اور ممکن ہے وہ یہاں رُک کر کچھ دنوں کی مزید چھٹی کے لیے بھی درخواست دے۔ مسز یامانوکا نے گہری نگاہوں سے صفدر کا جائزہ لیا اور مسکرانے لگی۔

"انھیں شب بخیر کہو اور مشورہ دو کہ یہاں سجدہ ریزی کی بجائے اپنے کمرے میں جائیں۔"

ایوا ان سے باتیں کرنے لگی تو صفدر کو احساس ہوا کہ ان لوگوں سے گلوخلاصی حاصل کرنا کوئی آسان بات نہیں ہے لیکن بالآخر انھوں نے اس کے حال پر رحم کیا اور غیر آمادگی کے ساتھ آہستگی سے واپسی کے لیے پیچھے ہٹ گئے۔

ان کا انداز میکانکی تھا۔ ایوا اُن کے فرشی سلاموں کے جواب میں کورنش بجا لائی اور صفدر بھی مضحکہ خیز انداز میں سجدہ ریزی کی حد تک جھکتا چلا گیا۔ آدھی رات کے قریب ٹھٹھرتی ہوئی فضا میں وہ چاروں ایک دوسرے کے سامنے جھک جھک کر سیدھے ہو رہے تھے۔

چکراتے ہوئے سر کے باوجود صفدر کا مارے ہنسی کے بُرا حال تھا، لیکن وہ ضبط کیے رہا۔ پھر اس نے اٹھ کر دروازہ بند کر دیا۔

جاپانی تہذیب میں جھک کر آداب بجا لانے کی یہ رسم بعض اوقات غیرملکیوں کی بیٹھ میں درد کی شدید لہریں پیدا کر دیتی ہے۔ صفدر جانتا تھا کہ یوں جھک جھک کر سیدھا ہونا بعض اوقات دیر تک جاری رہتا ہے۔

"ان لوگوں نے تو مجھے خوف زدہ کر دیا تھا۔" ایوا بولی۔

"میرا تو خیال تھا جاپانی مرد کبھی اپنی بیویوں کو لے کر باہر نہیں جاتے۔" صفدر مسکرایا۔

"مسٹر اور مسز یامانوکا نے یورپ میں ایک طویل مدت گزاری ہے اور وہاں یہ بالکل مقامی باشندوں کی طرح مقیم رہے ہیں..." ایوا نے کہا۔ "کیا خیال ہے اس وقت ایک کپ چائے کیسی رہے گی۔ کم از کم میں تو ایک کپ پی سکتی ہوں۔"

"یہی حال میرا ہے۔" صفدر نے کہا۔

وہ کچن میں چلی گئی اور کچھ دیر بعد واپس آئی تو اس کے دونوں ہاتھوں میں چائے کے کپ تھے۔ وہ ایک دوسرے کے قریب قریب کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"مجھے بتاؤ آج رات کیا ہوا تھا۔ تم نے میرے رخصت ہونے کے بعد اس کا تعاقب کیا، پھر کیا ہوا تھا؟" ایوا نے نرم لہجے میں پوچھا۔

صفدر نے کچھ دیر غور کرنے کے بعد دانستہ ساری کہانی ایوا کے گوش گزار دی۔ وہ بغیر مداخلت کیے غور سے اس کی کہانی سنتی رہی۔ کبھی کبھی وہ چائے کی ایک آدھ چسکی ضرور لے لیتی تھی۔ "میں نے آساکوسا کے ذیلی راستے والے اسٹیشن کے لیے ٹیکسی لی۔" صفدر نے کہانی ختم کرتے ہوئے کہا۔ "اس وقت میری کار وہاں تھی جہاں میں اسے چھوڑ کر گیا تھا۔ میں نے تعاقب کا خاص خیال رکھا تھا۔ کسی نے میرا تعاقب نہیں کیا۔"

"یہ حیرت انگیز بات ہے۔" وہ بڑبڑائی۔ "آخر انھوں نے تمھیں کیوں چھوڑ دیا؟"

"وہ درحقیقت یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ میں کون ہوں اور جب انھوں نے مجھے بے ہوش کر کے میرے کاغذات کا جائزہ لیا تو انھیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ میں واقعی ڈیوڈسن یعنی تمھارا شوہر ہوں۔"

"ممکن ہے ان کے ذہن میں یہ خیال بھی آیا ہو کہ تم نے میرے تحفظ کی خاطر تعاقب کیا تھا۔" وہ مسکرائی اور صفدر کی طرف مضحکہ خیز انداز میں دیکھا۔ "لیکن انھوں نے تمھاری جیب میں وہ ننھا سا ریسیور یقیناً دیکھ لیا ہو گا۔ اس سے انھوں نے اندازہ لگا لیا ہو گا کہ ہم ہر طرح کے آلات سے

لیس قسم کا جوڑا ہیں۔"

صفدر کی پیشانی پر تفکرات کی سلوٹیں نمودار ہوئیں۔

"یقیناً انھوں نے ایسا ہی سوچا ہوگا اور اس سارے معاملے میں ایک یہی بات مجھے پریشان کر رہی ہے۔ اب صرف ایک ہی امکانی صورت ہے کہ وہ ان باتوں کی طرف سے عدم توجہی کا مظاہرہ کریں۔"

"لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ ان آلات سے بے خبر نہیں ہیں۔ میں تمھیں بھی اس بات کا یقین دلا سکتی ہوں۔"

"یہی بات مجھے بھی متفکر کر رہی ہے۔" صفدر بڑبڑایا۔

"اس کے علاوہ پریشان کن بات یہ بھی ہے کہ جب تم نے اسے معلومات بہم نہیں پہنچائیں تو اس نے تمھیں کسی قسم کی تکلیف بھی نہیں دی۔۔۔"

"ممکن ہے اس نے میری کہانی کی تصدیق اور غور و فکر کے لیے کچھ مہلت حاصل کی ہو اور جلد ہی کسی اور منصوبے کے ساتھ میرے سامنے آجائے۔"

"تم چھٹیاں گزار رہی ہو۔ ہم ہر وقت ایک دوسرے کے ساتھ رہیں گے۔ تم مجھے اس دوران ٹوکیو کی سیر کراؤ گی، بالکل اسی طرح جیسے اگر تمھارا شوہر یہاں آجاتا تو تم اسے لے کر جگہ جگہ گھومتی پھرتیں۔ اس دوران اگر وہ تم سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اسے خطرہ مول لینا پڑے گا۔ ... بہرحال میں اس کا انتظار کرنا نہیں چاہتا۔ ہم بینی باشا تک ضرور جائیں گے۔"

"تم ایک غیر معمولی آدمی ہو ڈیوڈ۔" اس نے صفدر کی طرف تعریفی نگاہوں سے دیکھ کر کہا۔ "لیکن تمھارا انداز ایسا ہے جیسے تم ایک بے رحم اور کٹھور قسم کے قزاق ہو۔ اس کے علاوہ تم بے انتہا دلیر آدمی ہو میں سمجھ رہی ہوں کہ تم اپنی راہ میں حائل بڑی سے بڑی مصیبت سے بھی نہیں گھبراتے۔"

"بس کرو تم تو مجھے شرمندہ کر رہی ہو۔" صفدر بولا۔

"کیا تم اس عمارت میں دوبارہ جاؤ گے؟" ایوا نے دریافت کیا۔

"اگر اب میں وہاں تنہا چلا گیا تو مجھ سا احمق کوئی نہ ہوگا۔ وہ اب مجھ سے واقف ہو گئے ہیں۔ میں اس سلسلے میں باب کوک کو رپورٹ دوں گا۔ وہ خود اس معاملے کو سنبھال لے گا۔"

ایوا نے اپنے سلیپر اتارے اور پاؤں کھینچ کر کرسی پر رکھ لیے۔ "آخر آج رات باب کوک نے تمھاری مدد کے لیے کوئی آدمی کیوں نہیں بھیجا۔ یہ بات بڑی عجیب سی محسوس ہو رہی ہے۔" وہ بولی۔

"اس کی بھی کچھ وجوہات ہیں۔" صفدر نے کہا۔ "درحقیقت اس سلسلے میں میں آزاد نہیں ہوں کہ تمھیں ان کے بارے میں کچھ بتا سکوں۔ اگرچہ میں ایک باہر کا آدمی ہوں لیکن پھر بھی ہمارے درمیان ایسا تعلق ہے جس کا اظہار غیر متعلقہ افراد کے سامنے ممکن نہیں۔ یہ ایک اصولوں پر مبنی بات ہے۔۔ اس مہم پر بطورِ خاص مجھے طلب کیا گیا ہے۔ حالانکہ اس مہم کا تعلق مجھ سے نہیں اور نہ ہی میرے ملک کی سیکرٹ سروس کو اس کیس سے کوئی دلچسپی ہے۔ عالمی پیمانے پر سفارتی تعلقات کی بنیاد پر چند ملکوں میں ایک دو سال قبل یہ معاہدہ ہوا تھا کہ وہ ایک دوسرے کے ایجنٹوں کو مخصوص حالات میں استعمال کر سکتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح بعض محکمہ جاتی دشواریوں کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔"

"تم مجھے قابلِ اعتماد خیال نہیں کرتے؟" ایوا نے ناراضگی سے کہا۔

صفدر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے چائے کا خالی کپ میز پر رکھ دیا۔ "میں تم پر اعتماد کرتا ہوں یا نہیں، اس بات کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں۔ میرے پیشے سے متعلق چند باتیں ایسی بھی ہیں جنھیں میں کسی کو نہیں بتا سکتا۔"

ایوا کچھ اور کہنا چاہتی تھی کہ اچانک فون کی گھنٹی گنگنانے لگی۔ صفدر اور ایوا نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ صفدر نے اسے رکنے کا اشارہ کیا اور فون کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے ریسیور اٹھایا اور خواب ناک لہجے میں کہا۔ "ہیلو!"

ایوا بغیر آواز پیدا کیے اس کی طرف بڑھی اور پھر اس نے بڑی ہی آہستگی سے ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔ غالباً وہ اس گفتگو کو سننا چاہتی تھی۔

"ہیلو!" صفدر نے دہرایا۔

دوسری طرف سے کوئی آواز سنائی نہیں دی۔ ان کی سماعت سے صرف کسی کے سانسوں کی آواز ٹکرا رہی تھی۔ جیسے کوئی خاموش کھڑا دوسری جانب سے اندازہ لگانا چاہتا ہو کہ اس طرف سے بولنے والوں پر اس کی خاموشی کا کیا ردعمل ہوتا ہے۔

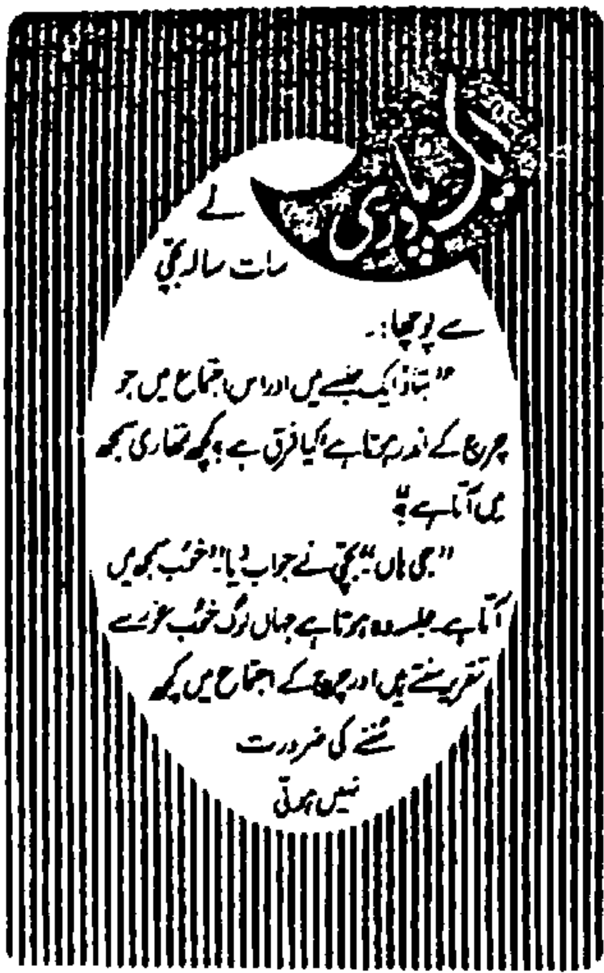
صفدر نے ایوا کی طرف دیکھا وہ زرد پڑ گئی تھی۔

صفدر نے ٹوکیو کا مشہور اخبار "دس ویک ان ٹوکیو" اپنے سامنے پھیلایا اور اشتہار دیکھنے لگا۔ ایک جگہ اسے بینی باشا کا اشتہار نظر آیا۔ کلب کے گوناگوں پروگراموں کی فہرست کے بعد اس کا پتہ لکھا ہوا تھا۔ لیکن صفدر اس لکھے ہوئے پتے سے کلب کے محلِ وقوع سے واقف نہ ہو سکا۔

"۳ چوم اکاسکا، تماچی مینا ٹوکو" وہ زیرِ لب بڑبڑایا اور ایوا کی طرف دیکھنے لگا "یہ کیا لکھ رکھا ہے ان لوگوں نے یوں لگتا ہے جیسے کسی کالے جادو کے ماہر نے کوئی منتر لکھ کر رفاہِ عام کے لیے شائع کرا دیا ہو"

ایوا اس کی بات پر بے ساختہ ہنسنے لگی۔

صفدر ایک بار پھر غور سے کلب کے ایڈریس کو پڑھنے لگا۔ ہو سکتا ہے یہ پتہ کسی جاپانی کے لیے سمجھنا ممکن ہو لیکن صفدر لاکھ غور کرنے پر بھی نہ سمجھ سکا۔



ایوا اس جگہ اور مقامات سے پوری طرح واقف تھی اس لیے جب اس نے اخبار میں لکھے ہوئے ایڈریس کا ترجمہ کیا تو صفدر اس کی صورت دیکھ کر رہ گیا۔

ان الٹے سیدھے لفظوں کا مطلب تھا "دسویں گلی امریکن سفارت خانے سے زیادہ دور نہیں"

صفدر نے فوری طور پر لائحہ عمل ترتیب دیا اور پھر اس سے ایوا کو بھی آگاہ کر دیا۔ اس نے پروگرام بنایا تھا کہ دونوں اپنی اپنی کاریں استعمال کریں گے۔ ایوا سیدھی کلب کی طرف جائے گی اور وہ اپنی کار میں اس کا تعاقب کرے گا۔

امریکن اور دوسری غیر ملکی فوجوں کی وجہ سے جاپانیوں نے نائٹ کلبوں اور ہوٹلوں کی تقسیم کچھ اس طرح کر دی تھی کہ چند مخصوص ہوٹلوں میں غیر ملکی افراد کی جیبیں ہلکی کرنے کا ایک منصوبہ بنایا گیا تھا۔ مقامی لوگ ان ہوٹلوں اور کلبوں سے دور رہتے تھے۔ ممکن ہے اس سلسلے میں انھیں کوئی واضح ہدایت دی گئی ہو یا پھر ممکن ہے انھیں خود ہی معلوم ہو گیا ہو وہاں جانے کے بعد دوبارہ ادھر کا رخ نہیں کر سکتے۔ ان کلبوں اور نائٹ کلبوں میں ہر چیز سونے کے بھاؤ ملتی تھی۔ بینی باشا کلب بھی ان عمارتوں میں سے ایک تھا۔ صفدر کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بابا کوک کو اپنے ملک کے ان چور ہوٹلوں کی نذر کرنے کے لیے اچھی خاصی رقم خرچ کرنی پڑے گی" صفدر نے سوچا اور اس کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی۔

ان دونوں کے درمیان یہ طے ہو گیا کہ وہ اپنی اپنی کار میں اس کلب کے لیے روانہ ہوں گے۔ صفدر ایوا کی کار کا تعاقب کرے گا۔

وہ اپنی اپنی کاروں میں آگے پیچھے وہاں پہنچے اور پھر کچھ فاصلے سے کلب میں داخل ہو گئے۔

دائیں جانب بار تھا جہاں لوگوں کا ایک ہجوم تھا۔ اس بار کو لمبے لمبے بانسوں کے ذریعے الگ کیا گیا تھا۔ اس طرح دیکھنے میں وہ جگہ بار کی بجائے ایک بہت بڑا پنجرہ دکھائی دیتی تھی۔ مین روم خوب کشادہ اور بڑا تھا۔ اس میں بھی خاصے لوگ موجود تھے۔ اس کمرے میں ایک جانب ڈانس فلور تھا اور خاصے کشادہ اسٹیج پر ایک بہت بڑا آرکسٹرا بھی دکھائی دے رہا تھا۔

"کیا یہ ہمیشہ ہی اس درجہ پُر ہجوم رہتا ہے؟" صفدر نے پوچھا۔

"ہاں، ہمیشہ"

ایک ویٹر لپکتا ہوا ان کے قریب آیا اور ان کی رہنمائی کرنے لگا۔ اسے قدرے دشواری تو ہوئی لیکن جلد ہی ایک

خالی میز مہیا کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ ہر میز ہر طرف سے لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ وہ اطمینان سے بیٹھ گیا۔

دونوں نے اپنی مرضی کا آرڈر دیا۔ ایوا اسکاچ اور سوڈا استعمال کرنا چاہتی تھی لیکن صفدر نے اپنے لیے بلیک کافی کا آرڈر دیا۔

مشرق بعید کے تقریباً سب ہی نائٹ کلبوں میں ہال تاریک رہتا ہے، صرف اسٹیج یا ڈانس فلور پر روشنی رہتی ہے۔ اس کلب میں بھی بالکل ایسا ہی تھا۔ آرکسٹرا پر کوئی مغربی دھن چھڑی ہوئی تھی لیکن اس دھن پر چھوٹے قد کی ایک جاپانی لڑکی کوئی جاپانی نغمہ الاپ رہی تھی۔ "جیسے ہی تمھیں وہ لڑکی دکھائی دے، مجھے بتا دینا۔" صفدر نے کہا۔ "اس تاریکی میں تو کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا۔"

اس نے ریڈیم ڈائل والی گھڑی پر وقت دیکھا۔ رات آدھی سے زیادہ بیت چکی تھی۔ اس نے ایک طویل سانس لیا کیونکہ کلب بند ہونے میں صرف پچاس منٹ باقی رہ گئے تھے۔ صفدر یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ کیا ایوا اس لڑکی کو ڈھونڈ نکالے گی؟

انھوں نے جینی باشا کلب تک پہنچنے میں جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا کیونکہ ایوا صفدر کو بتا چکی تھی کہ وہ لڑکی کلب بند ہونے تک وہیں رہتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ خاصی تاخیر سے پہنچے تھے۔

ان کے آرڈر کی جلد ہی تکمیل کر دی گئی۔ ایوا نے شراب کا گلاس اٹھایا اور صفدر کی طرف گہری نظروں سے دیکھنے لگی۔ "مجھے کچھ اپنے بارے میں بتاؤ۔" اس نے سرگوشی کی۔ "تم اس قسم کے خطرناک پیشے میں کس طرح آئے؟"

صفدر نے اسے بتایا کہ وہ ایک تندخو نوجوان تھا جس نے یہ محسوس کیا کہ اسے صرف جنگ کے ذریعے ہی سکون مل سکتا ہے۔ پہلے پہل صرف جنگ کا خیال اس کے لیے پُرسکون ثابت ہوا، لیکن جلد ہی اس کی کارکردگی اسے سیکرٹ سروس میں لے آئی... اچانک اس کے ذہن کو جھٹکا سا لگا۔ "اُف خدایا!" وہ بڑبڑایا اور پھر سوچنے لگا کہ اس سے کیا حماقت سرزد ہونے لگی تھی۔ وہ اپنی زندگی کی کہانی سنانے جا رہا تھا، ایسی کہانی جس کا علم اس کے ساتھیوں اور پُراسرار چیف کے علاوہ کسی کو نہیں تھا۔

اس نے بات چیت بند کر دی اور خود کو کسی خیال میں کھویا ہوا ظاہر کرنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ عورت اور بالخصوص خوبصورت عورت کس قدر خطرناک ہوتی ہے۔ آدمی اپنے حواس کھو بیٹھتا ہے۔

اسے خطرے کا احساس ہوا۔ اس وقت وہ ایک غیر ملک میں ایک خطرناک مشن سرانجام دے رہا تھا۔ لہٰذا اسے ہر طرح سے محتاط رہنا چاہیے تھا۔ ورنہ ایک ذرا سی غلطی اسے موت سے ہمکنار کر سکتی تھی۔ اس سے قبل وہ بہت سی عورتوں سے ملا تھا، لیکن کبھی کسی عورت سے اس قدر متاثر نہیں ہوا تھا کہ وہ اپنے راز ہی بتانے بیٹھ جاتا... اور یہ عورت، ایوا... اس کے ذہن کو بار بار متاثر کر کے نہ جانے کیا پوچھنا چاہتی تھی۔

"کیا بات ہے؟" ایوا نے اسے خاموش دیکھ کر پوچھا۔ "تم اچانک چپ کیوں ہو گئے؟"

"میرا خیال ہے ہم فضول باتوں میں الجھ گئے تھے۔" صفدر نے ڈانس فلور کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جہاں پہلے کی نسبت روشنی مدھم ہو گئی تھی اور کئی جوڑے ہال سے اُٹھ کر رقص کرنے میں محو تھے۔ "ہمیں اپنی یہاں آمد کے مقصد کو نہیں بھولنا چاہیے۔"

ایوا ایک لمحے کے لیے الجھن میں پڑ گئی جیسے صفدر کے رویے میں اچانک تبدیلی پر اسے حیرت ہوئی ہو۔ لیکن جلد ہی اس نے خود پر قابو پا لیا اور نرم لہجے میں بولی۔ "تم ٹھیک کہتے ہو۔ ہمیں کام کی طرف توجہ دینی چاہیے۔"

دو منٹ بعد اس نے لڑکی کو پہچان لیا۔

رقاص جوڑوں کے درمیان وہ اسے اچانک ہی نظر آ گئی تھی۔ "وہ دیکھو..." اس نے سرگوشی میں کہا۔ "گرین لائٹ والے فانوس کے نیچے، نیلے لباس والی لڑکی۔"

صفدر نے سامنے دیکھا اور بولا۔ "وہی جو آدھے گنجے سر والے جاپانی کے ساتھ رقص کر رہی ہے؟"

"ہاں وہی۔"

"ٹھیک ہے۔" صفدر نے کہا اور فوراً ہی ذہن میں ایک منصوبہ ترتیب دینے لگا۔

انھیں تھوڑی دیر ہی انتظار کرنا پڑا۔ آرکسٹرا پر بجنے والی دھن ایک دم بہت تیز ہو گئی اور پھر ایک جھٹکے سے دم توڑ گئی۔ آج کا پروگرام بالآخر اختتام کو پہنچ گیا تھا۔ رقص کرتے ہوئے جوڑے رک گئے اور پورے ہال میں

تیز روشنی پھیل گئی۔

صفدر، ایوا کا ہاتھ تھامے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی نظریں نیلے لباس والی اس خوبصورت لڑکی پر لگی ہوئی تھیں جو اسٹیج سے اتر کر ہال کے دروازے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ پھر جیسے ہی وہ ان کے سامنے آئی، صفدر ایوا کے ساتھ اس کے سامنے آ گیا۔

لڑکی تیز رفتاری سے چلتی ہوئی ان سے ٹکرا گئی اور بری طرح لڑکھڑائی۔ صفدر، ایوا کا ہاتھ چھوڑ کر اس کی طرف لپکا۔ لڑکی گرنے نہیں پائی، صفدر نے اس کا بوجھ اپنے بازوؤں پر سہار لیا تھا۔

لڑکی گڑبڑائی ہوئی ان دونوں کو دیکھنے لگی۔ صفدر فوراً منفعل ہو گیا۔ جہاں بھر کا انکسار... اور عاجزی اس کے چہرے سے ظاہر ہو رہی تھی۔ "معاف کرنا خاتون... دراصل ایک دم تیز روشنی سے میری آنکھیں چندھیا گئی تھیں۔" صفدر نے خوشامدانہ لہجے میں کہا۔

لڑکی اس کے احمقانہ انداز پر مسکرائے بغیر نہ رہ سکی۔

"کوئی بات نہیں۔" اس نے انگریزی ہی میں جواب دیا اور صفدر کی طرف دیکھ کر ایک بار پھر مسکرا دی۔

"اوہ، کیا تم انگریزی بول سکتی ہو؟" صفدر نے ایک دم اچھل کر کہا اور بڑھ کر لڑکی کا ہاتھ تھام لیا۔ "کیا تم ہمارے ساتھ کچھ دیر بیٹھنا پسند کرو گی... دراصل میں تم سے بہت شرمندہ ہوں۔" صفدر نے ایک بار پھر معذرت کی اور اپنا تعارف کرانے لگا۔ "میں ٹیوڈ ہوں۔ مل ٹیوڈ اور یہ میری کزن ایوا ہے۔"

"آپ بہت دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہیں مسٹر ٹیوڈ۔" لڑکی نے کہا، گویا اس نے صفدر کی پیش کش قبول کر لی تھی۔ وہ میز کی طرف بڑھ گئے۔ ویٹر نے ایک زائد کرسی کا فوراً بندوبست کر دیا۔ وہ اطمینان سے بیٹھ گئے۔ صفدر نے گہری نگاہوں سے ایوا کی طرف دیکھ کر کہا۔ "ممی پریشان ہو رہی ہوں گی۔ میرا خیال ہے تم گھر چلی جاؤ۔"

"ٹھیک ہے گڈ نائٹ۔" ایوا غالباً اس کا مطلب سمجھ گئی تھی، اس لیے وہ فوراً ہی اس کا حکم ماننے پر تیار ہو گئی۔

"گڈ نائٹ ایوا۔ پھر ملاقات ہو گی۔"

ایوا نے کلوک روم سے اپنا کوٹ لیا، پھر صفدر نے اسے بیتی باشا کلب سے باہر جاتے دیکھا۔

ایوا دروازے سے باہر نکلی تو اس وقت ٹوکیو کی گلیاں ویران اور فٹ پاتھ سنسان ہو چکے تھے۔ وہ تیز تیز قدم بڑھاتی ہوئی اپنی کار کی جانب بڑھ گئی۔ یہ ایک زرد رنگ کی شیورلیٹ کار تھی جس کی چھت کا رنگ سیاہ تھا۔ اس کی کار کلب کی عمارت سے تقریباً سو گز کے فاصلے پر کھڑی تھی۔ اس کے ہاتھ میں اب وہ سرخ رنگ کی ماچس موجود تھی جسے اس نے بیتی باشا کلب سے نکلتے ہوئے میز سے اٹھا لیا تھا۔

ابھی اس نے کار کا دروازہ کھولا ہی تھا کہ تین آدمیوں نے اسے نرغے میں لے لیا۔ "اگر تم نے کوئی حماقت نہ کی تو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔" ایک آدمی دھیمے لہجے میں غرایا۔

ایوا نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ تینوں جاپانی تھے۔ ایک کے ہاتھ میں ریوالور تھا جس کی نال اس کی جانب اٹھی ہوئی تھی۔ پھر ایک شخص نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے کار کی عقبی نشست پر دھکا دے دیا۔

"کار کی چابی میرے حوالے کر دو۔" ایک آواز سنائی دی۔

وہ اپنا پرس ٹٹولنے لگی۔ رات اس قدر زیادہ گزر گئی تھی کہ ایوا کو کسی طرف سے مدد ملنے کا امکان نظر نہیں آیا۔ اس نے سوچا کہ ان لوگوں کے سامنے کسی قسم کی مزاحمت کی تو ممکن ہے وہ اسے وہیں ہلاک کر کے چلتے بنیں۔

گھبراہٹ میں اسے کار کی چابی بھی نہیں مل رہی تھی۔ وہ بڑی تیزی سے ایک ایک چیز کو سرکاتی ہوئی چابی تلاش کرنے لگی لیکن وہ آدمی کچھ زیادہ ہی بے صبرا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ایوا سے پرس چھین لیا۔

باقی دونوں آدمی ایوا کے پہلوؤں میں بیٹھ گئے۔۔۔ جیسے ہی کار اسٹارٹ ہوئی اس نے آنکھیں بند کر لیں اور اپنا سر پشت گاہ سے ٹکا دیا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ یہ کون لوگ ہیں اور اس کے ساتھ کیا سلوک کرنے والے ہیں۔



لمبی لڑکی نے شراب کا گلاس اٹھا کر منہ سے لگایا اور ایک چسکی بھرنے کے بعد اس نے صفدر کی طرف دیکھا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" صفدر نے پوچھا۔

"مچیسوکو۔"

"کیا یہ تمہارے نام کا ابتدائی حصہ ہے؟"

"ہاں، یہ میرے نام کا دوسرا حصّہ ٹاکیدا ہے۔"

"ٹیسو کو ٹاکیدا" صفدر نے دُہرایا۔ "بڑا خوبصورت نام ہے۔"

لڑکی بڑے ہی دلفریب انداز میں مسکرائی۔ وہ ایک بے حد حسین لڑکی ہے۔ وہ قدرتی طور پر ایک خوش مزاج اور نرم و نازک لڑکی دکھائی دے رہی تھی۔

"مجھے کچھ اس طرح محسوس ہو رہا ہے جیسے میں پہلے بھی تمہیں کہیں دیکھ چکا ہوں۔" یہ کہہ کر صفدر نے کچھ اس انداز سے اس کی طرف دیکھا جیسے یاد نہ آنے پر پریشان ہو گیا ہو۔

"میں کہیں نہیں جاتی، اسی کلب میں آمد و رفت رہتی ہے۔" وہ ہنس کر بولی۔

"کیا تم یہاں ملازم ہو؟"

"ہاں۔" اس نے مختصر جواب دیا۔

"تو پھر ممکن ہے تمہیں اسی جگہ دیکھا ہو۔"

"کیا تم پہلے بھی یہاں آ چکے ہو؟" ٹاکیدا نے پوچھا۔

"ہاں۔" صفدر نے جواب دیا۔ "صرف ایک بار۔"

"تمھاری کزن کیوں چلی گئی ہے؟"

"کیوں کہ میں تمھارے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہتا ہوں۔" صفدر نے کہا، پھر جیسے چونک کر بولا۔ "ہاں، اب یاد آیا کہ میں نے تمہیں پہلے کہاں دیکھا تھا۔ وہ یہی جگہ تھی۔ تم میرے ایک صورت شناسا آدمی کے ساتھ تھیں۔ مجھے اس کا نام تو یاد نہیں رہا لیکن وہ ایک جاپانی تھا۔ لیکن ٹھہرو، میرا خیال ہے مجھے اس کا نام یاد آ رہا ہے۔ اس کا نام میری زبان کی نوک پر ہے۔ بہرحال، تم اس سے خوب واقف تھیں۔ وہ ایک دراز قامت آدمی ہے چشمہ پہنتا ہے اور اس کے جسم پر ہمیشہ قیمتی اور شاندار قسم کے کپڑے رہتے ہیں۔ کیا تمھیں کچھ یاد آ رہا ہے؟"

صفدر نے گہری نظروں سے اس کا جائزہ لیا لیکن لڑکی کے چہرے پر کسی قسم کا تاثر نہیں تھا۔ "میرا خیال ہے میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتی۔" ٹاکیدا نے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ "میرا خیال ہے مجھے لباس تبدیل کر لینا چاہیے، ورنہ ڈریسنگ روم بند ہو جائے گا۔"

صفدر بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ اس وقت ہال میں ان دونوں کے علاوہ کوئی نہیں رہ گیا تھا۔ ایک ویٹر ہال کی لائٹیں آف کرنے لگا۔ وہ دونوں باہر نکل آئے۔ بار کاؤنٹر پر نشے میں دھت چند آخری گاہک شاید بل پر منیجر سے جھگڑ رہے تھے۔ صفدر انھیں دیکھ کر مسکرا دیا، پھر ٹاکیدا کا ہاتھ چھوڑتے ہوئے بولا۔ "ٹھیک ہے، تم لباس تبدیل کر کے آؤ، میں بیرونی دروازے پر تمھارا منتظر ہوں۔"

صفدر اسے کمرے کے آخری حصّے کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھنے لگا۔ کچھ دیر بعد وہ ایک ایسے دروازے کے پیچھے غائب ہو گئی جس پر "صرف ملازمین کے لیے" لکھا ہوا تھا۔

صفدر کلوک روم کی طرف بڑھ گیا جہاں اس کا رین کوٹ رکھا ہوا تھا۔ وہ باہر نکلا تو نیون سائن کی روشنیاں بجھ چکی تھیں۔

کافی دیر بعد کلب کا دروازہ کھلا اور ایک عورت باہر نکلتی ہوئی دکھائی دی۔ صفدر ایک قدم آگے بڑھا لیکن جیسے ہی اسے ایک سایہ سا تاریک پورچ میں لہراتا دکھائی دیا تو وہ رک گیا۔

اس کی سماعت سے آوازیں ٹکرانے لگیں۔ ایک مرد اور عورت کے درمیان گفتگو ہو رہی تھی۔ عورت کے ہیولے سے اسے یہ بھی اندازہ ہو گیا کہ وہ ٹاکیدا کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔ اس کا اندازہ غلط ثابت نہیں ہوا۔ وہ ٹاکیدا ہی تھی۔ "کیا تم نے ٹیکسی بلائی ہے؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں۔ میرے پاس اپنی کار موجود ہے۔"

وہ بیوک کار کی جانب بڑھ گئے۔ اس دوران ٹاکیدا نے کئی بار عقب میں دیکھا تھا۔ صفدر کے ذہن میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی لیکن اس نے ٹاکیدا سے کوئی سوال نہیں کیا۔

اس نے دروازہ کھولا۔ جب وہ بیٹھ گئی تو صفدر نے اسٹیرنگ سنبھالا اور کار آگے بڑھا دی۔ "کہاں چلوں؟"

"بالکل سیدھے۔ جب کہیں مڑنا ہو گا تو بتا دوں گی۔"

صفدر نے محسوس کیا کہ وہ گھبرائی ہوئی ہے۔ وہ بار بار عقبی شیشے سے عقب میں دیکھ رہی تھی۔ گویا اسے تعاقب کا خطرہ تھا۔

"کیا بات ہے؟" اس نے پُرسکون لہجے میں پوچھا۔

"ہمارا تعاقب ہو رہا ہے۔ تیز چلاؤ۔"

صفدر نے عقب نما میں دیکھا۔ ان کی بیوک کے پیچھے ایک کار موجود تھی۔ دونوں گاڑیوں کے درمیان سو گز کا فاصلہ رہا ہو گا لیکن اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی تھی کہ وہ

کاران کا تعاقب کر رہی ہے۔ اس نے ایکسیلیٹر پر پاؤں کا دباؤ بڑھایا اور رفتار بڑھا دی۔ بیوک ایک جھٹکے سے آگے کی طرف لپکی اور رفتار طوفانی ہو گئی۔ صفدر کی گاڑی کی رفتار یکایک اتنی تیز ہو گئی تھی کہ تعاقب کرنے والی کار بہت پیچھے رہ گئی۔

صفدر نے سوچا کہ ممکن ہے اس کار کا انجن کم طاقت کا ہو۔ گاڑی تقریباً نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تھی لیکن جلد ہی صفدر نے عقب نما میں اس کار کی ہیڈ لائٹس کو دیکھ لیا۔ یہ اس بات کی کھلی دلیل تھی کہ ان کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔

"اور تیز چلو۔" ٹاکیدا نے ملتجیانہ انداز میں کہا۔ "پلیز جلدی کرو، وہ ہمیں پکڑ لے گا۔"

"وہ کون ہے؟" صفدر نے اطمینان سے پوچھا۔

ٹاکیدا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تعاقب کرنے والی کار اب کچھ اور بھی قریب آ گئی تھی۔ ہیڈ لائٹس کو دیکھ کر صفدر نے یہ اندازہ تو لگا لیا کہ وہ کار امریکن نہیں ہے۔ ٹاپ سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کوئی مقامی ٹیکسی ہی ہے۔ یکایک ہیڈ لائٹس کا انعکاس اس کے عقب نما شیشے سے غائب ہو گیا۔

کار اب گھوم کر اس کے قدرے بائیں ہاتھ ہو گئی تھی۔ غالباً تعاقب کرنے والا اس کی گاڑی سے آگے جانا چاہتا تھا۔ صفدر کی سماعت سے عقبی کار کے انجن کی سرسراہٹ صاف ٹکرا رہی تھی۔

اس نے ایکسیلیٹر پر پاؤں کا بوجھ مزید بڑھا دیا۔ کار نے جیسے ہی تیز رفتاری کا نیا سلسلہ شروع کیا صفدر اور ٹاکیدا جھٹکا لگنے سے سیٹ سے جا ٹکرائے۔ صفدر کی کار کا اسپیڈومیٹر بتا رہا تھا کہ وہ ستر میل کی رفتار سے سفر کر رہے ہیں۔ اس کے فوراً بعد ہی صفدر کو عکس نما میں پچھلی کار کی ہیڈ لائٹس دوبارہ دکھائی دینے لگیں۔

صفدر بیوک کے طاقتور انجن کی قوت کو استعمال کر کے بآسانی نکل سکتا تھا۔ اس وقت رات کے ایک بج کر بیس منٹ ہوئے تھے۔ سڑک سنسان پڑی تھی۔ اس سیدھی اور کشادہ سڑک پر ممکنہ تیز رفتاری کوئی بڑی بات نہیں تھی، لیکن صفدر کو اس کار سے پیچھا چھڑانے کی کوئی خاص جلدی نہیں تھی۔ اس نے یکایک بریک پر پاؤں رکھے۔ اس وقت ٹاکیدا آدھی گھوم کر عقبی کھڑکی سے تعاقب کرنے والی کار کو دیکھ رہی تھی۔ اس اچانک جھٹکے سے وہ ڈیش بورڈ سے جا

جج: "تم نے اپنی بیوی پر کرسی کیوں دے ماری؟"
شوہر: "صوفہ بہت بھاری تھا!"

ٹکرائی۔

عین اسی لمحے کار بائیں ہاتھ گھوم گئی۔ اس نئے جھٹکے سے وہ ایک مرتبہ پھر لہرائی اور دروازے سے ٹکرا گئی۔ دونوں جھٹکے تھوڑے ہی وقفے سے لگے تھے اس لیے اسے زیادہ چوٹ نہیں آئی۔ اس نے بائیں ہاتھ ایک تنگ سی گلی میں گھسنے کی کوشش کی لیکن اسی لمحے سامنے نگاہ پڑی تو مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔ عقب نما آئینے میں دیکھا تو تعاقب کرنے والی گاڑی نظر آئی۔ صفدر نے جلدی سے گاڑی کو موڑ لیا۔ تعاقب کرنے والے نے بھی اسی سمت اپنی گاڑی موڑی۔ اب صفدر کو یقین ہو گیا کہ واقعی ان کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔

پہلے اس نے سوچا تھا کہ ٹاکیدا خوف و دہشت کا مصنوعی مظاہرہ کر رہی ہے۔ لیکن اب اچانک ہی اسے محسوس ہوا کہ وہ واقعی خوف زدہ ہے۔ اس بات پر وہ حیرت سے سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ آخر کیوں؟

اس وقت وہ لکڑی کے بنے ہوئے مکانات کے قریب تھے جن کے اطراف میں باغیچے لگے ہوئے تھے۔ صفدر نے گاڑی کو ایک سائڈ اسٹریٹ کی طرف گھما دیا۔

گلی میں داخل ہوتے ہی اس نے دیکھا کہ اس کے کنارے فٹ پاتھ نہیں ہیں بلکہ گٹر کے سوراخ ہیں۔ ان کا تعاقب کرنے والی گاڑی سائز میں بیوک سے چھوٹی تھی اس لیے اس گلی میں آگے بڑھنے میں اسے کوئی خاص دشواری نہیں ہو رہی تھی۔

جس سڑک پر وہ اس وقت جا رہے تھے وہ مرمت کے لیے آگے سے بند تھی۔ وہ خود بھی اس تعاقب کو انجام تک پہنچا دینا چاہتا تھا تاکہ معلوم ہو سکے کہ تعاقب کرنے والا یا والے کون ہیں۔

اس نے پوری قوت سے بریک لگائے لیکن سڑک پر پھسلن تھی، اس لیے گاڑی پھسلتی چلی گئی۔ رکتے رکتے بھی بیوک لکڑی کی رکاوٹ سے جا ٹکرائی اور پھر اسے توڑتی ہوئی ایک نئے کھدے ہوئے گڑھے کی مٹی میں جا پھنسی۔ اس

طرح ایک شدید جھٹکا لگا۔
ٹاکیدا ایک بار پھر آگے کی طرف گری۔ اس کی پیشانی ڈیش بورڈ سے ٹکرا گئی۔ صفدر کو چوٹ نہیں آئی کیونکہ وہ بروقت ہی سنبھل گیا تھا۔
بریک لگاتے ہی اس نے انجن بھی بند کر دیا تھا۔ اس نے اگنیشن کو ایک بار پھر چیک کیا اور گاڑی سے اتر آیا۔
اس نے تعاقب کرنے والی گاڑی کی طرف دیکھا... جو سڑک کے کنارے رک چکی تھی۔ لیکن اس کا انجن بند نہیں ہُوا تھا۔ قریب ہی کسی باڑھ کے پیچھے سے کوئی کتّا بھونکنے لگا۔
قریبی عمارت کی روشنیاں جل اٹھیں۔ صفدر کار سے کچھ آگے بڑھ کر مضبوطی سے کھڑا ہو گیا۔ اب اسے کسی بھی جانب سے حملے کا انتظار تھا۔
ایک منٹ گزر گیا۔
صفدر نے عقب میں دیکھا۔ ٹاکیدا بیوک کی اگلی نشست پر دراز ہو گئی تھی۔ کسی جانب سے حملہ نہیں ہُوا اور نہ ہی تعاقب کرنے والی گاڑی سے کوئی اترتا دکھائی دیا۔
صفدر نے ایک قدم اٹھایا۔ یہ قدم اٹھتے ہی ایک حیرت انگیز بات ہوئی۔ وہ چھوٹی سی کار عقب میں حرکت کرنے لگی... اور پھر صفدر کا مُنہ حیرت سے کھُل گیا۔ کار تیزی سے پیچھے ہٹی، گھومی اور پھر ہَوا کے تیز جھونکے کی مانند جدھر سے آئی تھی اُدھر ہی روانہ ہو گئی۔
دس سیکنڈ تک صفدر وہیں کھڑا کار کی عقبی بتیوں کو لکڑی کے مکانات کی اوٹ میں غائب ہوتے دیکھتا رہا۔
کتّے نے بھونکنا بند کر دیا تھا اور جس عمارت میں روشنی ہوئی تھی اس کے مکین نے غالباً مطمئن ہو کر بتیاں بجھا دی تھیں۔ صفدر ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔
ٹاکیدا گاڑی سے اتری اور ایک ہاتھ اسٹیرنگ پر رکھے وہیں کھڑی ہو گئی۔ اس کی نگاہیں صفدر کی طرف جمی ہوئی تھیں۔
"کیا وہ جا چکا ہے؟" اس نے قدرے بلند آواز میں پوچھا۔
"ہاں" صفدر نے گھومتے ہوئے جواب دیا۔
وہ کار کے اگلے حصّے کی طرف بڑھ گیا تاکہ نقصان کا اندازہ ہو سکے۔ بیوک کیچڑ میں بُری طرح دھنس چکی تھی۔ بمپر گارے میں تقریباً چھپ گیا تھا۔ گیلی مٹی ہیڈلائٹس تک اوپر چڑھ آئی تھی۔ صفدر کچھ دیر متلاشی نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھتا رہا... پھر اس نے کچھ پتھر اور اینٹیں گاڑی کے پہیوں کے نیچے گھسیٹ

دیں تاکہ عقبی پہیے صرف گھوم کر ہی نہ رہ جائیں۔
وہ کار میں بیٹھا اور اسے اسٹارٹ کر دیا۔ بیک گیئر لگا کر اس نے ایکسیلیٹر پر پاؤں کا دباؤ بڑھا دیا۔ جلد ہی کار کیچڑ سے نکل کر پختہ سڑک پر آ گئی۔ اس نے ٹاکیدا کی طرف دیکھا اور کہا۔
"اس وقت ہم کہاں ہیں؟"
ٹاکیدا نے بڑے پُراعتماد لہجے میں اسے واپسی کا راستہ بتایا۔ صفدر نے گاڑی موڑی اور تقریباً دس منٹ بعد وہ دوبارہ شاہراہ پر نکل آئے۔ "اب ہم کہاں جا رہے ہیں؟" صفدر نے دریافت کیا۔
"تم جلد ہی دیکھ لوگے" ٹاکیدا نے جواب دیا۔
صفدر اس کی بتائی ہوئی سمتوں میں گاڑی گھماتا رہا۔ وہ اس وقت خود کو بہت زندہ دل ثابت کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔
"آخر تم بتاتی کیوں نہیں ہو کہ یہ احمق کون تھا؟"
"یہ شخص خود کو میرا منگیتر سمجھتا ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ میں کسی کے ساتھ کہیں جاؤں" وہ بولی۔
صفدر نے حیرت کا اظہار تو کیا لیکن یہ بات اس کے حلق سے نہ اتر سکی "کیا یہ وہی ہے جس کے ساتھ تم جیتی باستا کلب کے سامنے گفتگو کر رہی تھیں؟"
"ہاں... وہ کہہ رہا تھا کہ اگر میں تمہارے ساتھ جانے کا ارادہ ترک کر دوں تو وہ مجھے دُگنی رقم دینے کے لیے تیار ہے۔"
"پھر تم نے کیا جواب دیا؟"
"میں اسے قطعاً پسند نہیں کرتی" ٹاکیدا نے کہا "میں نے اسے دھتکار دیا تو اس نے دھمکی دی کہ وہ مجھے کسی صورت تمہارے ساتھ نہیں جانے دے گا، اسی لیے اس نے ہمارا تعاقب کیا تھا۔"
"کیا وہ کار اسی کی تھی؟" صفدر نے سوال کیا۔
"نہیں... وہ ایک ٹیکسی تھی۔"
صفدر نے ایک بار پھر غور کیا تو اسے محسوس ہوا کہ ٹاکیدا کے بیان میں تھوڑی سی سچائی کی جھلک ضرور ہے۔ وہ شخص جس انداز میں واپس گیا تھا اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ کوئی جھگڑا کرنا نہیں چاہتا تھا... گویا وہ واقعی ٹاکیدا کا منگیتر تھا۔
وہ تقریباً پندرہ منٹ تک خاموشی سے سفر کرتے رہے۔ اس کے بعد ٹاکیدا نے اسے ایک لیفٹ ہاتھ والی گلی میں مڑنے کا اشارہ کیا۔
اس گلی کا اختتام ایک بڑے سے احاطے میں ہوا جس کے

اطراف میں دو منزلہ عمارتیں تھیں۔ وہ کار سے اترے اور ایک نسبتاً بڑے مکان میں داخل ہوئے۔ انھیں دیکھتے ہی ایک کمونو میں ملبوس ملازمہ نے فرشی سلام شروع کر دیے۔ پھر وہ ملازمہ انھیں دوسری منزل کے ایک کمرے تک پہنچانے کے بعد رخصت ہو گئی۔

صفدر کا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا۔ اب وہ واضح طور پر سمجھ رہا تھا کہ ٹاکیدا جیسی لڑکی سے کچھ اگلوانا اتنا آسان نہیں جتنا وہ سمجھ کر چلا تھا۔ تاہم اس کے ذہن کے کسی گوشے سے آواز آئی کہ کوئی غیر معمولی بات ضرور وقوع پذیر ہونے والی ہے۔ لیکن کوئی اندازہ نہ لگا سکا۔

ٹاکیدا کو بھوک لگ رہی تھی، اس نے فوراً ہی اپنے لیے سوپ کا آرڈر دیا، پھر اس نے صفدر کی طرف دیکھا اور مسکرائی۔ "باتھ روم نیچے ہے۔ تم غسل کر کے آؤ، اتنے میں میں بھی تیار ہو لیتی ہوں۔"

صفدر نہ چاہتے ہوئے بھی سیڑھیاں اترنے لگا۔ وہ جانتا تھا کہ جاپانی زندگی میں غسل کی کتنی اہمیت ہے۔

نیچے پہنچ کر اس نے باتھ روم کا دروازہ کھولنے کے لیے ہاتھ بڑھایا، اچانک باتھ روم سے تین جاپانی باہر نکل آئے۔ ان کے جسموں پر سیاہ لبادے تھے اور ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ریوالور تھا۔

"ہیلو!" صفدر نے سرسری سے لہجے میں کہا۔

"زیادہ زندہ دلی کا مظاہرہ کرنے کی ضرورت نہیں۔" ایک شخص نے غرا کر کہا۔ "اگر تم نے کسی حماقت کا ثبوت دیا تو عمر بھر پچھتاؤ گے۔"

"ہمارے ساتھ چلو!" ایک غرایا۔

"لیکن مجھے ایک حسین لڑکی ساتھ لائی ہے۔" صفدر مسکرایا۔ "اس کی موجودگی میں تمھیں ترجیح نہیں دی جا سکتی۔"

"خاموشی سے چلو۔ تمھاری چیزوں کی حفاظت کی جائے گی۔"

صفدر نے ان کے لہجے میں جارحیت محسوس کر کے خاموشی سے حکم کی تکمیل کرنے میں ہی عافیت سمجھی۔ وہ ریوالور سنبھالے ان کے تعاقب میں تھے۔



وہ کمرہ چھوٹا تھا اور اس میں کسی طرح بھی چار چٹائیوں سے زیادہ نہیں بچھائی جا سکتی تھیں۔ صفدر نے ادھر ادھر نگاہ ڈالی۔ وہ جب سے ٹوکیو پہنچا تھا، ہر لمحہ ہنگامہ خیزی میں گزر رہا تھا۔ اس نئی جگہ آکر وہ یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ دیکھیے اب عالم غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔

کمرہ تقریباً خالی ہی تھا، صرف ایک طرف آتش دان پر منقش مرتبان رکھے ہوئے تھے۔ جن پر مرجھائے ہوئے پھولوں کو دیکھ کر صفدر نے اندازہ لگایا کہ اس کمرے کو زیادہ تر استعمال میں نہیں لایا جاتا۔

صفدر کو سردی محسوس ہو رہی تھی۔ انھوں نے اس عمارت میں لا کر اس کے تمام گرم کپڑے اتروا لیے تھے۔ اس نے اس دیو پیکر ہستی کی طرف دیکھا جسے اس کی نگرانی پر مامور کیا گیا تھا۔ اس نے کانپ کر کہا: "آخر تم مجھے ایک کمبل کیوں نہیں دے دیتے۔ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میں کسی سرد خانے میں آ گیا ہوں۔"

وہ جسیم آدمی جس کا قد بلاشبہ سات فٹ رہا ہو گا صفدر کی طرف دیکھ کر انگریزی لہجے میں بولا: "ہم ماسٹر کا انتظار کر رہے ہیں، وہ جلد ہی یہاں آنے والا ہے۔"

"ماسٹر!" صفدر نے دہرایا۔ "تمھارا مطلب کسی ٹیلر ماسٹر سے ہے، جو میرے لیے نئے کپڑے تیار کرے گا؟"

جواباً خاموشی رہی۔ وہ کڑے تیوروں سے صفدر کو گھورنے لگا۔

"یہ ماسٹر کون ہے؟" صفدر نے دوبارہ پوچھا۔

کوئی جواب نہیں ملا۔ اس سے صفدر کو یہ اندازہ ہو گیا کہ وہ اس گوشت کے پہاڑ کے ساتھ اس عمارت میں بالکل تنہا ہے۔ صفدر نے اس کی شخصیت کا اندازہ لگانے کے بعد غور کیا کہ ممکن ہے اس پُراسرار ماسٹر کی آمد سے پہلے ہی وہاں سے کھسک جانے کا موقع مل جائے۔ اگر ایسا ہے تو اسے وقت ضائع کیے بغیر کام شروع کر دینا چاہیے۔

جو تین آدمی اسے ریوالور کی زد پر یہاں لائے تھے، انھوں نے اس قدر چوکنا ہونے کا ثبوت دیا تھا کہ صفدر کسی لمحے بھی ان کو غافل نہ پا کر مایوس ہو گیا تھا۔ اسی مایوسی کے نتیجے میں وہ اس وقت سرد کمرے میں دکھائی دے رہا تھا۔

"کیا تم سوموٹوری ہو؟" صفدر نے اس کی جسامت اور انداز کو دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ ویسے وہ سمجھ گیا تھا کہ گوشت کا وہ پہاڑ بلاشبہ جاپانی کشتی کا کوئی ماہر ہے، ورنہ اس کے پاس صفدر کو یوں تنہا نہ چھوڑا جاتا۔

اس جسیم اور ہیبت ناک آدمی نے دھیرے سے اثبات

میں سر ہلا دیا۔ صفدر کے چہرے پر فوراً ہی کچھ ایسے تاثرات نمایاں ہو گئے جیسے اس شخص کے لیے اپنے دل میں بے پناہ احترام کے جذبات محسوس کر رہا ہو۔ یوں بھی اس قسم کے پہلوان کو صفدر نے پہلے کبھی اتنے قریب سے نہیں دیکھا تھا صفدر اس کی جسامت سے متاثر نہیں ہوا کیونکہ اس سلسلے میں بعض ڈاکٹروں کی رائے اسے معلوم تھی۔ کچھ ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ سموتوری آدمیوں کا بے پناہ جسم سپر نما غدود میں کسی خرابی کے باعث بن جاتا ہے۔ اس کے باوجود ان پہلوانوں کی طاقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

صفدر نے جلدی سے دونوں طرف دیکھا اور پھر پہلوان کی طرف دیکھ کر بڑے ہی مؤدبانہ انداز میں سلسلۂ سوالات کا آغاز کیا۔ صفدر نے یہ بات تو محسوس کر لی تھی کہ وہ بہت چالاک و چوبند ہے۔ اس لیے سب سے پہلے تو یہ ضروری تھا کہ اس کی توجہ ہٹائی جائے۔ یہ کوئی ناممکن بات نہیں تھی۔

سموفن کشتی کے بارے میں صفدر نے کہیں پڑھ رکھا تھا کہ درحقیقت وہ کیا بلا ہے۔ یہ ایک طرح کی رسمی سی کشتی ہے جسے مذہبی رسومات کی ادائیگی میں استعمال کیا جاتا ہے بعض عبادت گاہوں میں اس کشتی کے مظاہرے اس جدید دور میں بھی ضروری خیال کیے جاتے ہیں۔

صفدر نے اس کشتی کے فن پر گفتگو کا آغاز کر کے جلد ہی پہلوان کی توجہ اپنی طرف کر لی۔ اب وہ بڑی دلچسپی سے گفتگو پر آمادہ تھا۔ چونکہ صفدر چہرے سے بہت مرعوب دکھائی دے رہا تھا، اس لیے پہلوان کو اپنی طاقت اور فن کے متعلق بات چیت کر کے اور بھی لطف آ رہا تھا۔ وہ اسے مختلف قسم کی جکڑ بندیوں اور دیگر داؤ پیچ کے بارے میں بتلانے لگا۔ "اس فن کے چالیس بنیادی اصول ہیں۔" پہلوان نے قدرے سانس روک کر انکشاف کیا۔

"میں سمو کشتی سے بہت دلچسپی رکھتا ہوں۔" صفدر نے مداخلت کی۔ "اب تک جیو جِتسو اور جوڈو کی حد تک..."

یہ سنتے ہی پہلوان نے ہاتھ کے اشارے سے اسے رکنے کے لیے کہا۔ اس کے انداز سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ صفدر کی اس خصوصیت کے بارے میں معلوم کرنے کے لیے بے چین ہو رہا ہے۔ "کون سا بیلٹ ہے؟" پہلوان نے پوچھا۔

"براؤن!" صفدر نے جواب دیا۔

صفدر نے عمران کے محکمے میں شمولیت کے بعد باقاعدہ طور پر بلیک بیلٹ کی ماسٹر ڈگری حاصل کی تھی لیکن اس نے براؤن رینک کی کمتر ڈگری اس لیے بتائی کہ وہ پہلوان کو غلط فہمی میں رکھنا چاہتا تھا۔ اس لحاظ سے یہ اس کی چال کا ایک ضروری حصہ تھا۔

پہلوان خاموش ہو گیا۔ صفدر نے ہی خاموشی توڑی۔

"میں اب تک یہ سوچ رہا ہوں کہ جوڈو کا ایک ماہر... سمو پہلوان کی جکڑ بندی سے نکل سکتا ہے یا نہیں۔ مثلاً جب تم کسی جوڈو کے ماہر کو کمر سے پکڑ کر سر سے بلند کر کے رِنگ سے باہر پھینکنے لگتے ہو... میں نے ٹی وی پر اس قسم کا ایک مظاہرہ دیکھا تھا۔ میرا خیال ہے اس قسم کی جکڑ بندی سے نکلا جا سکتا ہے۔"

گوشت کا پہاڑ ایک گرج دار قہقہے سے پھٹ پڑا۔ کمرے کی فضا کانپ اٹھی۔ خود صفدر کی ریڑھ کی ہڈی سنسنا اٹھی۔ وہ چہرے سے مزید مرعوب دکھائی دینے لگا۔

پہلوان نے اپنی ران پر ہاتھ مارا اور صفدر کی آنکھوں سے کچھ زیادہ ہی مرعوبیت ٹپکنے لگی۔ وہ اس کلاسیکل قسم کے پہلوان کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا تھا۔

"کیوں نہ اسے آزما لیا جائے۔" صفدر نے اسے اکسایا۔ "کسی بات پر ہنسنا بہت آسان ہے۔ میں دعویٰ کرتا ہوں کہ اس جکڑ بندی سے نکلنا کوئی مشکل کام نہیں۔"

پہلوان یکایک خاموش ہو گیا۔ صفدر نے سانس روک لی۔ اب اسے سردی کا قطعاً احساس نہیں ہو رہا تھا بلکہ اس کا جسم پسینے سے چپکنے لگا تھا۔

ایک دیو اس کے جال میں پھنستے جا رہا تھا۔ ایک ایسا دیو قامت شکار جس کو سنبھالنے کے لیے اس کے پاس بہت ہی کمزور جال تھا۔

سموتوری پہلوان بڑی ہی آہستگی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اسے اپنے سامنے کھڑے دیکھ کر ایک آدمی کی روح تک لرز سکتی تھی۔ صفدر نے اس کے منڈے ہوئے سر پر بالوں کا ایک گچھا دیکھا اور مسکرانے لگا۔ بالوں کی صرف ایک لٹ اس کی گنجی کھوپڑی پر نظر آ رہی تھی۔ جب وہ دھیرے دھیرے کھڑا ہو رہا تھا تو صفدر کے ذہن میں وہ فلمی دیو گھوم گیا جو چھت پھاڑ کر آسمان کی بلندیوں کی جانب اڑ گیا تھا۔ "میں اسے آزمانا چاہتا ہوں۔" پہلوان غرّایا۔ "میں تمہیں یہ سبق دینا چاہتا ہوں کہ جوڈو کا ایک ماہر سموتوری پہلوان کے سامنے کسی بچے کی طرح بے بس ہوتا ہے۔ جلد ہی یہ بات تم پر ثابت ہو

جائے گی۔ مجھے افسوس ہے کہ ماسٹر نے تمہارے بارے میں بڑی سخت ہدایت کی تھی کہ میں تمہیں زخمی نہ کروں۔ جب تم یہ محسوس کرو کہ تمہاری ہڈیاں ٹوٹنے لگی ہیں تو مجھے دو مرتبہ تھپکی دینا، میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔ خیال رہے کہ زیادہ دیر تک سوچتے نہ رہنا ورنہ عمر بھر کے لیے بے کار ہو جاؤ گے۔"

"لیکن تمہیں مجھے پہلے کھولنا پڑے گا۔" صفدر نے یاد دلایا۔

پہلوان کے چہرے پر ہچکچاہٹ کے آثار نمایاں ہوئے۔ لیکن وہ اپنی طاقت پر غالباً کچھ زیادہ ہی اعتماد کر رہا تھا... ایسی صورت میں یہ خیال تو اس کی موٹی عقل میں بالکل نہیں آیا ہوگا کہ صفدر اس کی زد سے نکل کر بھاگ بھی سکتا ہے۔

وہ جھومتا ہوا مست ہاتھی کی طرح صفدر کی طرف بڑھا۔ پھر گھٹنوں کے بل اس کے قریب بیٹھا اور اسے کھولنے لگا۔ صفدر کے ہاتھ اور پاؤں آزاد ہو گئے تو اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا: "ذرا ایک منٹ ٹھہرو۔ مجھے اپنا دورانِ خون ٹھیک کر لینے دو۔ مسلسل بندھے رہنے کی وجہ سے ہاتھ پاؤں شل ہو رہے ہیں۔" پہلوان خاموشی سے ہٹ گیا۔

اس نے بڑی شدت سے اپنے بازوؤں اور ٹخنوں کو رگڑنا شروع کر دیا۔ اس دوران وہ اپنے انسٹرکٹر کے بارے میں غور کر رہا تھا جس نے دست بدست لڑائی کے اصول سمجھاتے وقت اسے خاص تربیت دی تھی۔ اس سلسلے میں عمران نے بھی ایک مرتبہ بہت اچھی بات کہی تھی جو عین اسی لمحے اس کے ذہن میں آ گئی۔

عمران نے کہا تھا: "اگر کبھی یہ محسوس کرو کہ مقابل قوت میں تم سے زیادہ ہے تو حملہ کرنے میں ہمیشہ پہل کرو اور یہ پہلا حملہ اتنا شدید ہونا چاہیے کہ حریف فوری طور پر کوئی قدم اٹھانے کے قابل نہ رہے۔ اس کے علاوہ ایک سیکرٹ ایجنٹ کو کسی ضابطے یا اصول کے تحت لڑنے سے کوئی مطلب نہیں ہوتا۔ مقصد صرف اپنے حریف کو شکست دینا ہوتا ہے خواہ اس کے لیے کچھ بھی کرنا پڑے۔"

بدقسمتی کی بات تو یہ تھی کہ بعض کارآمد قسم کی ضربیں ایسی تھیں جنہیں وہ اس دیو قامت شخص پر نہیں آزما سکتا تھا۔ اس کی گردن صفدر کی پہنچ سے باہر تھی۔ پھر پیٹ پر نو انچ کی چربی اور گوشت کی تہ تھی جس پر ضرب لگانے سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ اب صفدر کے لیے ایک ہی ہدف تھا، پہلوان کا چہرہ، لیکن یہاں بھی یہ مصیبت تھی کہ وہ قد میں صفدر سے پورا ایک فٹ بلند رہا ہوگا۔

صفدر نے غور کرنے کے لیے رگڑنے کا بہانہ جاری رکھا۔ وہ بری طرح اپنی کلائیوں کو رگڑ رہا تھا اور ساتھ ہی اس کا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا۔

اس دوران وہ جسیم حریف بڑے سکون کے ساتھ اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا تھا۔

بالآخر صفدر نے ہاتھ پیروں کی رگڑائی ختم کی۔ وہ اس وقت برہنہ پا تھا۔ جب وہ دیو قامت سموتوری پہلوان کے سامنے کھڑا ہوا تو خود کو واقعی ایک چھوٹا سا بچہ سمجھ رہا تھا۔ اس نے اشارہ کیا: "ٹھیک ہے، اب آجاؤ۔"

پہلوان آگے بڑھا۔ اس کے دونوں بازو ہاتھی کے سونڈ کی مانند تھے۔ صفدر نے اسے بڑی آہستگی سے حرکت کرتے دیکھا۔ وہ جانتا تھا کہ سموتوری پہلوان بڑے ہی ٹھنڈے دل و دماغ سے لڑتے ہیں، بالآخر اس کے درختوں کے تنے جیسے بازو پھیل گئے۔ صفدر کو محسوس ہوا جیسے کوئی عفریت اسے ہڑپ کرنے کے لیے جھپٹ رہا ہو۔

جیسے ہی وہ قدرے قریب پہنچا۔ صفدر کے ہاتھ نے بجلی کی سی تیزی سے حرکت کی۔ اس کا ہاتھ برسوں کی مشق سے خاصا سخت ہو چکا تھا۔ اس حملے سے پہلوان کا بوکھلانا لازمی تھا کیونکہ چہرے پر ناگہانی حملہ ہونے کے بعد وہ کسی فوری کارروائی کے قابل نہیں رہ سکتا تھا۔ صفدر کی ہتھیلی کا کنارہ پوری قوت سے پہلوان کے چہرے پر پڑا۔ پہلوان نے کہنی اور ہتھیلی کے درمیانی حصے سے ضرب لگائی۔ یہ ضرب بڑی ہی خطرناک اور جان لیوا تھی۔ اس ضرب سے ایک بیل موقعے پر ہی مر سکتا تھا۔ چونکہ پہلوان کا بایاں جبڑا ٹوٹ گیا تھا، اس لیے مارے تکلیف کے اس نے دونوں ہاتھ منہ پر رکھ لیے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ صفدر کی پھرتی کام کر گئی۔ وہ اس ضرب کے سامنے سے ہٹ گیا۔ پھر حملہ آور کے ہاتھ کو سنبھال کر پوری قوت سے اسے اپنی جانب کھینچ لیا۔ جوڈو کی اس کارآمد کھینچا تانی سے پہلوان اچھل کر منہ کے بل فرش پر جا گرا۔

صفدر جانتا تھا کہ اب اس کے پاس بالکل وقت نہیں ہے۔ اس دیو نما آدمی کی غراہٹیں اور کراہیں سن کر کوئی بھی اس کی طرف متوجہ ہو سکتا تھا۔ وہ فرش پر ہاتھی کی لاش

کی مانند پڑا تھا۔

صفدر اس پر جھکا اور اس کا ہاتھ ایک بار پھر چل پڑا۔ اس بار اس نے پہلوان کے دوسرے جبڑے کو نشانہ بنایا تھا۔ چوٹ خاصی شدید تھی۔ رہی سہی کسر بھی پوری ہو گئی، اور پہلوان ناک آؤٹ ہو گیا۔

وہ سیدھا کھڑا ہُوا تو اس کی سانسیں پھول رہی تھیں۔ وہ اپنے اس کارنامے پر خوش تھا لیکن ساتھ ہی یہ خیال بھی تھا کہ اگر اس سے ایک لمحے کی بھی چوک ہو گئی ہوتی تو خود اس کا کیا حشر ہوتا... یہ کام اس پہلی ضرب کا نتیجہ تھا جس کے کارآمد ہونے سے باقی مراحل آسان ہو گئے تھے۔

اب اس کے سامنے سب سے پہلا کام یہ تھا کہ اس عمارت کی تلاشی لے کر کوئی ایسی چیز ڈھونڈ نکالتا جس سے اغوا کرنے والوں کی شخصیت سامنے آ جاتی۔

وہ دوسرے کمرے میں پہنچا۔ یہ کمرہ سائز میں آٹھ چٹائیوں جتنا تھا۔ اس میں فرنیچر اور دیگر آرائشی سامان تھا۔ صفدر نے ایک میز کی درازوں کو چیک کیا تو معلوم ہُوا وہ مقفل ہیں۔ یکے بعد دیگرے اس نے سارا ہی فرنیچر دیکھ ڈالا لیکن کوئی کارآمد چیز ہاتھ نہ لگ سکی۔ اس کمرے سے مایوس ہو کر وہ تیسرے کمرے میں پہنچا۔ اس میں صرف ایک ہی میز رکھی تھی۔ ایک خوب صورت میز تھی، جس کی لکڑی انتہائی قیمتی تھی۔

... اس نے ایک ہی قدم آگے بڑھایا تھا کہ ٹھٹک کر رُک گیا۔ باہر کوئی گاڑی آ کر رکی تھی۔ صفدر کا دل دھڑکنے لگا۔ اس کے قدم رُک گئے۔

سب سے پہلا خیال جو اس کے ذہن میں پیدا ہُوا۔ وہ اس پُراسرار ماسٹر کے بارے میں تھا جس کا بدنصیب باڈی گارڈ کمرے میں بے ہوش پڑا تھا۔

کار غالباً کہیں قریب ہی آ کر رکی تھی۔ صفدر نے اس کی آواز صاف سُنی پھر دروازہ کھلا اور ایک دھماکے سے بند ہُوا۔ صفدر ہچکچایا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ فرار ہونے کے لیے یہ بہترین موقع ہے، مگر تجسس، خطرات مول لینے پر اکسا رہا تھا۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اسے اغوا کرنے میں کن لوگوں کا ہاتھ ہے۔

دفعتہً دوسرے کمرے میں پڑا ہُوا سموتُوری پہلوان بڑبڑایا۔ پھر اس کی کراہیں بلند ہوئیں... غالباً اسے ہوش آ گیا تھا۔

صفدر دل ہی دل میں اس کی قوت کا معترف ہو گیا۔ اُن چوٹوں سے ایک عام آدمی مر بھی سکتا تھا اور نسبتاً طاقت ور آدمی کئی گھنٹوں سے پہلے ہوش میں نہیں آ سکتا تھا، جب کہ سموتُوری پہلوان چند منٹ بعد حواس مجتمع کرنے کے قابل ہو گیا تھا۔

اچانک دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور صفدر کی سانسیں رکنے لگیں۔

دیو قامت پہلوان دروازے میں کھڑا اسے گھور رہا تھا۔ اس کی آنکھیں مارے غصّے کے حلقوں سے اُبلی پڑ رہی تھیں اور جبڑے ٹوٹ کر لٹک گئے تھے۔ اس کی مٹھیاں اتنی سختی سے بھینچی ہوئی تھیں کہ اگر کوئی آہنی گولا بھی اس کی گرفت میں رہا ہوتا تو چپٹا ہو جاتا۔ اس پر نگاہ پڑتے ہی صفدر سمجھ گیا کہ وہ انتقام کی آگ میں جل رہا ہے۔

ایک مرتبہ وہ اسے دھوکا دینے میں کامیاب ہو گیا تھا... لہٰذا دوسری بار ممکن نہ تھا۔ خطرہ ایک بار پھر اس کے سر پر منڈلانے لگا تھا۔

اس نے لپک کر ایک کرسی اُٹھائی تاکہ اس دیو کو چند لمحوں کے لیے روک سکے، لیکن ساڑھے چار سو پونڈ وزنی گوشت کے مجسمے کو ایک کرسی سے روکنا کوئی معمولی بات نہ تھی۔

وہ یہ دیکھنے کے لیے نہیں رُکا کہ پھینکی ہوئی کرسی سے کیا ردِعمل ظاہر ہُوا ہے۔

اس نے پیپر وال پر چھلانگ لگا دی اور اسے چیرتا ہُوا اسپنل کے بستر پر جا گرا جو دوسرے کمرے میں موجود تھا۔ پلک جھپکتے میں بستر سے اٹھ کر اس نے کھلے دروازے کی طرف چھلانگ لگا دی اور اندھا دھند بھاگتا چلا گیا۔ سامنے درختوں کا ایک جھنڈ تھا۔ وہ اندھیرے میں گھستا چلا گیا۔

وہ بھاگتا رہا۔ اس منحوس عمارت سے زیادہ سے زیادہ فاصلہ برقرار رکھنے کے بعد اسے سوچنا تھا، کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔

سموتُوری پہلوان کی غراہٹوں کا شور اب بھی اس کے کانوں سے ٹکرا رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ غصے سے بھڑکا ہوا سموتُوری پہلوان دنیا کا سب سے زیادہ شور مچانے والا پاگل جانور بن جاتا ہے۔

اس نے فرار ہونے سے پہلے ایک کار کے رُکنے کی آواز سنی تھی۔ وہ سوچنے لگا کہ اس کار کو حاصل کرنا ممکن ہے یا نہیں۔ ممکن ہے ڈرائیور نے اگنیشن میں چابی چھوڑ دی ہو۔ ذاتی عمارتوں میں داخلے کے وقت ایسا کرنا ایک قدرتی فعل تھا۔ رات نیم تاریک تھی۔ وہ عمارت کے سامنے والے حصّے کی جانب گھوم گیا اور جب اس نے کار کی چمکدار باڈی کو دیکھا تو اس کے ساتھ ہی اپنی بیوک بھی دکھائی دی۔

وہ لپک کر آگے بڑھا۔ بیوک کی چابی کمرے میں تھی۔ وہ سمجھ گیا کہ جس کسی نے بھی اس گاڑی کو وہاں پہنچایا ہے اس نے اگنیشن کو دائیں ہاتھ گھما کر بند کیا ہوگا۔

ایسے میں اسے بغیر چابی کے اسٹارٹ کرنا ممکن تھا۔ وہ کود کر گاڑی میں بیٹھا اور دروازہ بند کرتے ہی اسٹارٹر دبا دیا۔ ہینڈ بریک کھولتے ہی ایکسیلیٹر پر پاؤں کا دباؤ ڈالا۔ گاڑی کمان سے نکلے ہوئے تیر کی مانند آگے کی طرف لپک پڑی۔

صفدر نے ہیڈ لائٹس روشن کرلیں۔ سامنے بجری کی لہراتی ہوئی سڑک تھی۔ پارکنگ ایک خوب صورت باغیچے میں تھی۔ بجری کی سڑک کے آخر میں لکڑی کا ایک گیٹ تھا۔۔۔ صفدر نے سوچا کہ اس گیٹ کو کھولنے کا بالکل وقت نہیں ہے۔ لہٰذا اس نے ایکسیلیٹر پر پاؤں کا دباؤ بڑھا دیا۔

بیوک پوری رفتار سے گیٹ سے ٹکرائی۔ لکڑی کے گیٹ کے پرخچے اڑ گئے۔ وہ مین روڈ پر پہنچا، پھر ایک سمت میں بڑھتا چلا گیا۔ بڑی سڑک پر پہنچ کر ہی اس کی کار ہوا سے باتیں کرنے لگی۔ وہاں سے چلتے وقت وہ گرد و پیش کی تفصیلات ذہن میں رکھتا جا رہا تھا تاکہ وقت پڑنے پر دوبارہ وہاں آسکے۔

جلد ہی وہ ایک ایسی سڑک پر پہنچ گیا جس پر آتے ہی اسے گرد و پیش کا اندازہ ہوگیا۔ تقریباً بیس منٹ بعد وہ اس عمارت کے سامنے رک رہی تھی، جہاں ایوا رہتی تھی۔

عمارت کی لفٹ استعمال کرنا رات کے اس پہر کچھ مناسب نہ تھا۔۔۔ وہ سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ اور سیڑھیاں چڑھتے وقت اسے احساس ہوا کہ اس کے پاؤں جوتوں سے بے نیاز ہیں اور سردی سے منجمد ہو رہے ہیں۔

جب وہ ایوا کے اپارٹمنٹ پر پہنچا تو ٹھٹک کر رہ گیا۔ دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا۔ اس نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں اور خاموش کھڑا دروازے کو گھورتا رہا۔ اس کھلے دروازے کا واضح مطلب تھا کہ اندر کوئی مصیبت اس کی منتظر ہے۔

کچھ دیر غور کرنے کے بعد اس نے فلیٹ میں داخل ہونے کا ارادہ ترک کیا اور سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

وہ ایک مرتبہ پھر سیڑھیاں چڑھ رہا تھا۔ وہ دوسری منزل پر پہنچا اور رک گیا۔ اس کی سماعت سے جاپانی زبان میں چند آدمیوں کی باتیں کرنے کی آواز ٹکرا رہی تھی۔ ان کی زبان اس کے لیے ناقابلِ فہم تھی۔

ریلنگ کا سہارا لے کر اس نے جھانکا تو چونک کر رہ گیا۔ یہ وہی تین آدمی تھے جنھوں نے گرما گرم غسل خانے سے اسے اغوا کیا تھا۔

وہ دبے دبے لہجے میں مسلسل باتیں کر رہے تھے۔ انداز سے ظاہر ہوتا تھا کہ شاید اس گفتگو کا کبھی خاتمہ نہ ہو۔ سردی سے اب صفدر کے پاؤں ٹھٹھر رہے تھے اور اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی بھی لمحے اسے ایک زوردار چھینک آنے والی ہے۔ اس نے اس بے ساختہ قسم کی چھینک کو روکنے کے لیے اپنے منہ کا بالائی حصّہ ہاتھ سے ڈھانپ لیا اور زبان دانتوں تلے دبائی۔

آخرکار ان جاپانیوں کی گفتگو فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہوگئی۔ وہ تینوں ایوا کے فلیٹ کے آخری حصّے میں کھڑے ہوئے تھے اور صفدر انھیں بہ آسانی دیکھ سکتا تھا۔

بات چیت ختم ہوئی تو دو جاپانی لفٹ کی طرف بڑھتے دکھائی دیے۔ تیسرا آدمی فلیٹ ہی میں موجود رہا۔

ان آدمیوں کے انداز سے صفدر کو یہ تو معلوم ہوگیا تھا کہ ان لوگوں نے فلیٹ کی خوب اچھی طرح تلاشی لے لی ہے۔ لیکن تیسرا آدمی وہاں کیوں رک گیا ہے۔

کیا وہ ایوا کی نگرانی کر رہا ہے؟ پھر اسی لمحے صفدر کے ذہن میں ایک اور خیال پیدا ہوا۔

غالباً ان لوگوں کو یہ معلوم ہوگیا ہوگا کہ صفدر فرار ہو چکا ہے۔ انھیں یہ اطلاع فون پر دی گئی ہوگی۔ گویا یہ تیسرا آدمی محض اس لیے فلیٹ میں رک گیا ہے کہ صفدر ممکن ہے بھاگ کر اسی جانب آنکلے۔ 'بہت خوب!' وہ مسکرایا۔ 'گویا تم میرا انتظار کر رہے ہو دوست!'

صفدر نے سوچا کہ اس حالت میں وہ اندر کیسے داخل

ہو سکتا ہے۔ دو آدمیوں کے جانے کے بعد دروازہ بند ہونے کی آواز اس نے سُنی۔ اس کے پاس فلیٹ کی چابی بھی نہیں تھی اور اطلاعی گھنٹی بجانا خطرناک بھی ثابت ہو سکتا تھا لیکن گھنٹی بجانے کے علاوہ کوئی اور چارہ بھی نہیں تھا۔

صفدر چاہتا تھا کہ کسی طرح اس آدمی کو بے خبری میں جالے لیکن اندر پہنچنے کا کوئی راستہ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔

دفعتاً اس کے ٹھہرے ہوئے ذہن میں ایک ترکیب آگئی کہ اس کے ساتھی ابھی ابھی لفٹ سے نیچے گئے ہیں۔ اگر وہ فوری طور پر لفٹ کو واپس لے آئے تو لفٹ رکنے کے شور سے اس آدمی کو یہ خیال آ سکتا ہے کہ ممکن ہے اس کے ساتھیوں میں سے کوئی ایک بھولی ہوئی بات کہنے کے لیے واپس آیا ہے۔

یہ ترکیب فوری طور پر کام کر سکتی تھی۔ وہ ایک مرتبہ پھر سیڑھیاں اترنے لگا۔ ایوا کے فلیٹ والی منزل پر پہنچ کر اس نے لفٹ کا بٹن دبایا اور لفٹ پُرشور آواز کے ساتھ اُوپر اٹھنے لگی۔ اس دوران صفدر نے سیڑھیوں کی روشنی بجھا دی تھی۔ لفٹ ہر منزل کو پار کرتے وقت ایک عجیب سی آواز نکالتی ہوئی مسلسل اوپر آ رہی تھی۔ وہاں اندھیرا تھا اور صفدر اس اندھیرے سے خاطر خواہ فائدہ حاصل کر سکتا تھا۔

صفدر جانتا تھا کہ یہ ترکیب یقیناً کام کر جائے گی۔ وہ آدمی مطمئن انداز میں دروازہ کھول دے گا اور اس کے ذہن میں کسی طرح بھی یہ خیال نہیں آئے گا کہ اتنی جلدی اس کے ساتھیوں کے علاوہ کوئی اور بھی آ سکتا ہے۔

لفٹ صفدر کے سامنے آ کر رک گئی اور دروازہ ایک دھماکے کے ساتھ کھل گیا۔ صفدر نے دروازہ اسی پُرشور آواز کے ساتھ بند کر دیا۔

پھر وہ تیزی سے ایوا کے دروازے کی طرف بڑھا۔ اس نے آگے بڑھ کر کال بیل کا بٹن دبایا اور بے تابی سے دباتا چلا گیا۔ کوئی جواب نہیں ملا۔ اندر خاموشی طاری رہی۔ جب کچھ دیر گزر گئی تو صفدر نے ایک مرتبہ پھر کچھ اس انداز سے گھنٹی بجائی جیسے بہت جلدی میں ہو۔

اچانک اس کی سماعت سے غسل خانے سے آتی ہوئی فلش میں پانی بہنے کی آواز ٹکرائی اور صفدر کا جی چاہا کہ حلق پھاڑ کر ہنس پڑے۔ فلیٹ میں موجود شخص اس وقت باتھ روم میں تھا۔

پھر اس نے قدموں کی چاپ سنی۔ غالباً باتھ روم گئے اسے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی اور یوں جلدی باہر نکلنے پر جھلا رہا تھا۔ صفدر تیار ہو گیا۔

دروازہ کھل گیا۔

صفدر ہوا کے جھونکے کی طرح آگے بڑھا اور پھر اس نے اپنا دایاں گھونسہ آزمایا۔ دروازہ کھلنے سے پہلے اس نے اپنی مٹھی کو فی الفور جکڑ کر ہتھوڑے کی مانند سخت کر لیا تھا۔ پھر جیسے ہی دروازہ کھلا اس نے سامنے کھڑے ہوئے آدمی کے پیٹ میں گھونسہ جڑ دیا۔

یہ ضرب اتنی شدید اور کارگر تھی کہ مخالف فوراً ہی دُہرا ہو گیا۔ اس طرح دُہرا ہونے سے وہ صفدر کے گھٹنے کی زد میں آ گیا۔ صفدر نے گھٹنا اچھالا جو اس کے دہانے پر پڑا۔ وہ شخص الٹ کر کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ صفدر نے اپنے حریف کی ناک اور مُنہ سے خون بہتے دیکھا۔

وہ شخص اب فرش پر ڈھیر ہو گیا تھا۔ صفدر کمرے میں داخل ہوا اور اس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔۔۔ اس نے بغور اس آدمی کو دیکھا جو فرش پر ڈھیر ہو چکا تھا۔ اسے شدید ضرب پہنچی تھی۔ اس لیے وہ کسی گٹھری کی طرح بے حس و حرکت پڑا تھا۔

صفدر جانتا تھا کہ وہ شخص عرصے تک بے ہوش رہے گا، اس لیے باتھ روم کی طرف چلا گیا۔ غسل خانے میں دواؤں کا بکس موجود تھا اور ان میں وہ دوائیں بھی رکھی ہوئی تھیں جن کی اسے اس وقت ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔

وہ دوبارہ کمرے کی طرف بڑھا اور پھر اس نے زخمی آدمی کے ہاتھ پاؤں سختی سے باندھ دیے۔

اس مقصد کے لیے صفدر کو ٹیپ استعمال کرنی پڑی تھی۔ صفدر اسے اٹھا کر بیڈ روم کی طرف بڑھ گیا۔ بیڈ روم کی وہ الماری جس میں کپڑے وغیرہ رکھے جاتے ہیں، اس کے نچلے خالی اور کشادہ خانے میں اپنے حریف کو ڈال کر صفدر نے الماری کا دروازہ بند کر دیا اور ایوا کے بارے میں سوچنے لگا۔ وہ حیران تھا کہ اسے اب تک ایوا کیوں نہیں دکھائی دی۔ پورا فلیٹ الٹ پلٹ ہو رہا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے

کوئی مست ہاتھی وہاں گھس آیا تھا اور خاصی ہڑبونگ مچا کر گیا ہے۔ لیکن ایوا کہیں نظر نہیں آرہی تھی۔

صفدر کے ذہن میں سب سے پہلے یہی خیال آیا کہ اسے بھی اغوا کرلیا گیا ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو اس لمحے وہ اس کے لیے کچھ نہیں کرسکتا تھا۔

رات اسی قسم کی بھاگ دوڑ میں گزر گئی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ گرم گرم غسل اسے واقعی آرام دے گا۔

غسل کرنے کے بعد صفدر نے کپڑے پہنے اور باورچی خانے کا رُخ کیا۔ غسل کے بعد اس کی حالت خاصی سنبھل گئی تھی لیکن کافی کی چسکیوں کے بعد تو وہ بالکل ہی ترو تازہ ہو گیا۔

اس نے کافی سے فارغ ہو کر الماری سے جاپانی شکار کو باہر نکالا اور اسے دیوار کے سہارے بٹھا دیا۔

ایک دوسری الماری سے شراب کی بوتل نکال کر اس نے ایک گلاس تیار کیا اور حریف کے منہ سے لگا دیا۔ وہ غٹا غٹ پی گیا۔ "اب کیسی طبیعت ہے؟" صفدر نے نرم لہجے میں کہا۔

جاپانی آدمی نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن صفدر جانتا تھا کہ وہ انگریزی زبان نہ صرف جانتا ہے بلکہ بول بھی سکتا ہے۔ وہ ان آدمیوں میں سے ایک تھا جنھوں نے اسے اغوا کرتے وقت انگریزی میں مخاطب کیا تھا۔

"سنو۔ اگر تم نے احمقانہ پن برقرار رکھا تو یقیناً فائدے میں رہو گے۔ میں تم جیسے گونگے بہروں کے ساتھ بڑی سختی سے پیش آتا ہوں۔" صفدر کا لہجہ یکایک سخت ہو گیا۔

مگر اس آدمی کا چہرہ سپاٹ رہا۔ صفدر کو قدرے جھلاہٹ محسوس ہونے لگی۔ سیکرٹ سروس میں رہنے کی وجہ سے صفدر کو کچھ ایسی ترکیبیں بھی معلوم تھیں جو بے پناہ اذیت کا باعث بن سکتی تھیں۔ ایسے میں وہ سوچ رہا تھا کہ اس شخص کو مار پیٹ کر توانائی ضائع کرنے کی بجائے کوئی مخصوص ترکیب استعمال کرنا ہی بہتر ہے۔ اس نے تنگ آ کر اس بدمعاش کے بائیں بازو پر کام شروع کردیا۔ اس دوران صفدر نے اس کی کلائیوں کو آزاد کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

قیدی نے دانت بھینچ لیے اور اپنے عضلات اکڑانے کی کوشش کی۔ اس کے چہرے پر اچانک ہی پسینے کی بوندیں نمودار ہونے لگی تھیں۔ لیکن اس کے باوجود حلق سے ذرا سی بھی آواز نہیں نکلی۔

"بہت خوب!" صفدر نے خوش دلی سے کہا۔ "یہ تو محض ایک نمونے کی کارروائی تھی۔ اگر تم ان باتوں کو اتنا ہی پسند کرتے ہو تو میرے پاس کچھ فقید المثال ترکیبیں بھی موجود ہیں جن کے استعمال سے تمہارے فرشتے تک بلبلا اٹھیں گے۔"

صفدر اس کے بازو کو بل دیتا رہا۔ جیسے جیسے تکلیف بڑھ رہی تھی، قیدی کے چہرے پر پسینہ بڑھ رہا تھا لیکن وہ خاموش رہا، حالانکہ وہ ایسی ترکیب تھی جس کے سامنے عام آدمی ایک سیکنڈ بھی نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ لیکن وہ جاپانی تو لکڑی کا گھوڑا ثابت ہو رہا تھا۔

جب صفدر اس کے بازو کو مناسب حد تک بل دے چکا تو اس نے پسلی کے نیچے ایک مخصوص جگہ پر ہلکی سی چوٹ ماری... لیکن بے سود...

صفدر کو یوں محسوس ہوا جیسے خود اس کے اپنے ہی ہاتھ پر چوٹ لگی ہو۔ اس مقام پر شدید تکلیف کا احساس ہوتا ہے لیکن قیدی ساکت و صامت رہا۔ صفدر نے مایوس ہو کر اس کی کلائی چھوڑ دی تو قیدی نے اطمینان سے کہا۔ "اگر تم اپنی ترکیب استعمال کرچکے ہو تو میں اب تمہیں مطلوبہ معلومات فراہم کرنے پر تیار ہوں۔"

وہ گھوم کر صفدر کی طرف دیکھنے لگا۔ اگر یہ کوئی کرتب ہی تھا تو بھی صفدر نے کوئی پروا نہیں کی کیونکہ وہ اس وقت صرف ایوا کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ چاہے وہ تشدد سے حاصل ہوتیں یا راضی خوشی ہی بتا دی جاتیں۔

"تمہاری بیوی اسی عمارت میں ہے جہاں تمہیں قیدی بنا کر رکھا گیا تھا۔ اگر تم نے کچھ دیر اور رک کر وہاں دیکھ بھال کی ہوتی تو وہ یقیناً تمہیں مل جاتی۔" وہ خود ہی بول پڑا۔

صفدر نے اس کے لہجے سے محسوس کیا کہ وہ سچ بول رہا ہے۔ وہ ایوا کے حقیقی شوہر کے بارے میں سوچنے لگا کہ وہ اگر اس کی جگہ ہوتا تو اپنی بیوی کے لیے کیا کرتا، کیا وہ بھاگا ہوا اس عمارت کی طرف واپس چلا جاتا۔ صفدر نے سوچا کہ اس سے بھی یہ غیر دانش مندانہ حرکت سرزد نہ ہوتی۔

پھر اسی لمحے صفدر کو ایک خیال آیا جس نے اس کے دل کی دھڑکنیں تیز کر دیں۔ اگر آیوا اسی عمارت میں تھی تو یقیناً خطرے میں ہوگی۔ غصے سے دیوانہ پہلوان یقیناً اس کو انتقام کا نشانہ بنا رہا ہوگا۔

"میں وہاں جا رہا ہوں" صفدر غرایا۔ "اگر تم نے مجھ سے جھوٹ بولا تو یقین کرو تمہیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔"

صفدر نے ایک موٹا ٹیپ لے کر قیدی کے منہ پر چپکا دیا تاکہ وہ اس کی غیر موجودگی میں کسی کو مدد کے لیے نہ پکار سکے۔

ابھی وہ فلیٹ سے رخصت ہی ہونے جا رہا تھا کہ یکایک اسے ایک خیال آیا کہ وہ قیدی کی تلاشی لینا تو بھول گیا ہے۔

جب اس نے اپنے قیدی کی تلاشی لی تو فلیٹ کی چابیاں مل گئیں۔ اس کے علاوہ چند سو ین کے کرنسی نوٹ تھے۔ تھوڑی سی ریزگاری اور ایک شناختی کارڈ، جس پر اس کی تصویر چسپاں تھی۔

صفدر نے کارڈ کے اندراجات پڑھنے کی کوشش اور ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ سب کچھ جاپانی زبان میں لکھا ہوا تھا۔

قیدی کی جیب سے ایک ریوالور بھی برآمد ہوا۔ ریوالور کا چیمبر بھرا ہوا تھا۔ صفدر نے اسے بند کر کے اپنی جیب میں رکھ لیا اور پھر چابیاں بھی اٹھا لیں۔ اس نے قیدی کو بستر پر ہی چھوڑ دیا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

وہ خواب گاہ کی روشنی بجھانا چاہتا تھا، لیکن غلط سوئچ دب جانے سے ہال کی بتی بجھ گئی۔ اندھیرے میں اس نے دروازے کی نچلی جھری سے روشنی کی ایک لکیر سی دیکھی اور اس کا دل دھڑکنے لگا۔ وہ باہر کی بتی بجھا کر آیا تھا، پھر وہ کس طرح جل گئی۔ اسے سمجھتے دیر نہ لگی کہ باہر دروازے کے قریب کوئی اس کا انتظار کر رہا ہے۔

"کون ہو سکتا ہے؟" اس نے سوچا۔ "کہیں قیدی کے دونوں ساتھی تو نہیں؟" وہ واپس خواب گاہ میں آ گیا۔ اس کا قیدی اب بھی اسی حالت میں تھا جس میں وہ اسے چھوڑ کر گیا تھا۔ صفدر چند لمحے اسے دیکھتا رہا پھر اس کے قریب پہنچ کر کہا: "تمہارے وہ دونوں ساتھی کہاں ہیں؟"

قیدی خاموش رہا۔ صفدر نے اس کے منہ سے ٹیپ ہٹا دیا پھر ریوالور نکال کر سیفٹی کیچ ہٹا لیا۔
"میں نہیں جانتا۔" وہ بڑبڑایا۔
"میں تمہیں صرف بیس سیکنڈ دے سکتا ہوں۔۔" صفدر نے قطعی لہجے میں کہا۔
قیدی کی پیشانی عرق آلود ہو گئی۔ غالباً وہ صفدر کے چہرے پر چھائی ہوئی سختی دیکھ چکا تھا اور اسے محسوس ہو گیا تھا کہ وہ اب گولی چلانے سے باز نہیں رہے گا۔
"وقت گزرتا جا رہا ہے۔" صفدر غرایا۔
"وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ اسی عمارت کی طرف گئے ہیں جہاں تمہیں قید کیا گیا تھا۔"
"کیا ان میں سے کسی کی واپسی کا امکان ہے؟"
"نہیں۔"
"تم جھوٹ بول رہے ہو۔"
"تم دیکھ چکے ہو کہ میں خوفزدہ ہو کر بھی جھوٹ نہیں بولتا۔" اس نے کہا۔
صفدر چند لمحے تو اس کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا غور کرتا رہا کہ اس کے بیان میں کس حد تک صداقت ہے۔ اسے یقین ہو گیا کہ وہ ٹھیک ہی کہہ رہا ہے۔ وہ سوچ میں ڈوب گیا۔ "تمہارا ماسٹر کون ہے؟" اس نے پوچھا۔
"اس بات کا جواب نہیں دیا جا سکتا۔"
"حالانکہ ریوالور ابھی تک میرے ہاتھوں میں ہے۔"
"تم دیکھو گے کہ میں ریوالور سے خوف زدہ ہو کر اس بات کا جواب نہیں دوں گا۔" اس نے مستحکم لہجے میں کہا۔ "تم نے کچھ اصول پرست لوگ دیکھے ہوں گے جو اپنے کسی اصول کی خاطر زندگی سے بھی کھیل جاتے ہیں۔ میں بھی ان لوگوں میں سے ایک ہوں۔ اگر تم چاہو تو گولی چلا سکتے ہو۔"
صفدر نے آگے بڑھ کر ایک زوردار طمانچہ جاپانی خدشے کے منہ پر مارا اور پھر ٹیپ چپکا دیا۔ ایسی گفتگو کے بعد تشدد کرنا وقت ضائع کرنے کے مترادف تھا۔
وہ دبے قدموں بیرونی دروازے کی طرف بڑھا اور پھر ایک جھٹکے سے دروازہ کھول کر کہا۔ "میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"
دروازے کے سامنے کھڑے ہوئے آدمی نے اشارے

تین دو کے ریوالور کی نال کو گھورا اور خاموشی کے ساتھ دونوں ہاتھ سر سے بلند کر لیے۔ یہ دوسرا موقع تھا کہ صفدر اس آدمی کو اس حالت میں دیکھ رہا تھا۔ "اوہ۔۔۔ یہ تم ہو؟"
وہ یاما ئیکا ہی تھا۔ وہ آدمی جو فلیٹ کے بالکل اوپر بالائی منزل پر مقیم تھا۔ ایوا کے بقول وہ ہمیشہ نشے میں دھت رہنے والا ایک عجیب و غریب آدمی تھا لیکن آج اس کے ساتھ اس کی بیوی نہیں تھی۔ اس کے جسم پر ایک سیاہ رنگ کا چوغہ تھا جس پر آگ اگلتے ہوئے اژدہے بنے ہوئے تھے۔
یہ جاپان کا روایتی لباس تھا۔
وہ بازو نیچے کیے بغیر ہی کورنش بجالانے لگا۔ اس میں اسے خاصی دشواری ہو رہی تھی لیکن روایات کو تو کسی بھی حالت میں ترک نہیں کیا جا سکتا۔ صفدر حیرت سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ دیارِ غیر میں اس قدر عجوبوں سے پالا پڑے گا۔ یہ بات اس کے ذہن میں شاید کبھی نہیں آئی تھی۔ "مجھے۔۔۔ معاف۔۔۔ کر دو۔" وہ بڑبڑایا۔
یاما ئیکا نے انگریزی میں اپنا مفہوم بیان کرنے کی کوشش کی لیکن جب اس کے پاس ذخیرۂ الفاظ ختم ہو گیا تو اس نے چپ سادھ لی اور ایسی نگاہوں سے صفدر کی طرف دیکھنے لگا جیسے سوچ رہا ہو کہ صفدر اس کا مطلب خود ہی سمجھ لے گا۔
صفدر نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ جانتا تھا کہ یاما ئیکا کیا کہنا چاہتا ہے۔ یاما ئیکا کا کہنا تھا کہ وہ اور اس کی بیوی پُراسرار آوازوں کو سن کر پریشان ہو گئے تھے۔
رات کے ابتدائی حصے میں یہ آوازیں ایوا کی کھڑکی کے ذریعے ان کے فلیٹ میں صاف سنائی دے رہی تھیں اور اس وقت وہ اسی لیے دروازے پر موجود تھا۔ بعد میں اس نے یہ بھی واضح کرنے کی کوشش کی کہ اسے افسوس ہے صفدر نے اسے یوں چوروں کی طرح دروازے پر کھڑے پکڑ لیا ہے۔
صفدر نے اس کی کہانی کو ہضم کرنے کی کوشش کی لیکن اسے دشواری ہوئی۔ تاہم وہ مزدوری خیال کر رہا تھا کہ جو بات کچھ اس قسم کے اشارے کرے کہ جاپانی پڑوسی اس کا مفہوم سمجھ لے۔
اس نے اشاروں ہی اشاروں میں یاما ئیکا کو سمجھایا

کہ اس کی بیوی بڑے غصے میں تھی اور چونکہ امریکن بیویاں جاپانی بیویوں سے قطعاً مختلف ہوتی ہیں۔ اس لیے عموماً گھر سے ایسی ہی آوازیں باہر تک سنائی دیتی ہیں یامانیکا پلکیں جھپکاتا ہوا اس کی باتیں سنتا رہا۔ صفدر نے سمجھایا کہ سرِ شام ہی ان کے درمیان کسی بات پر جھگڑا شروع ہو گیا تھا اور وہ نصف شب تک جھگڑتے رہے تھے... اور اب جب کہ وہ اس جھگڑے سے بیزار ہو گیا تھا اس نے سوچا کہ کچھ دیر باہر کھلی فضا میں چہل قدمی کر آئے تاکہ غصہ ٹھنڈا ہو جائے۔

اس کے ساتھ ساتھ صفدر نے یامانیکا کو مطمئن کرنے کے لیے بھی کچھ اشارے کیے۔ بالآخر یامانیکا مطمئن ہو کر چلا گیا۔ جاتے وقت اس نے دیر تک کورنش بجالائی تھی۔

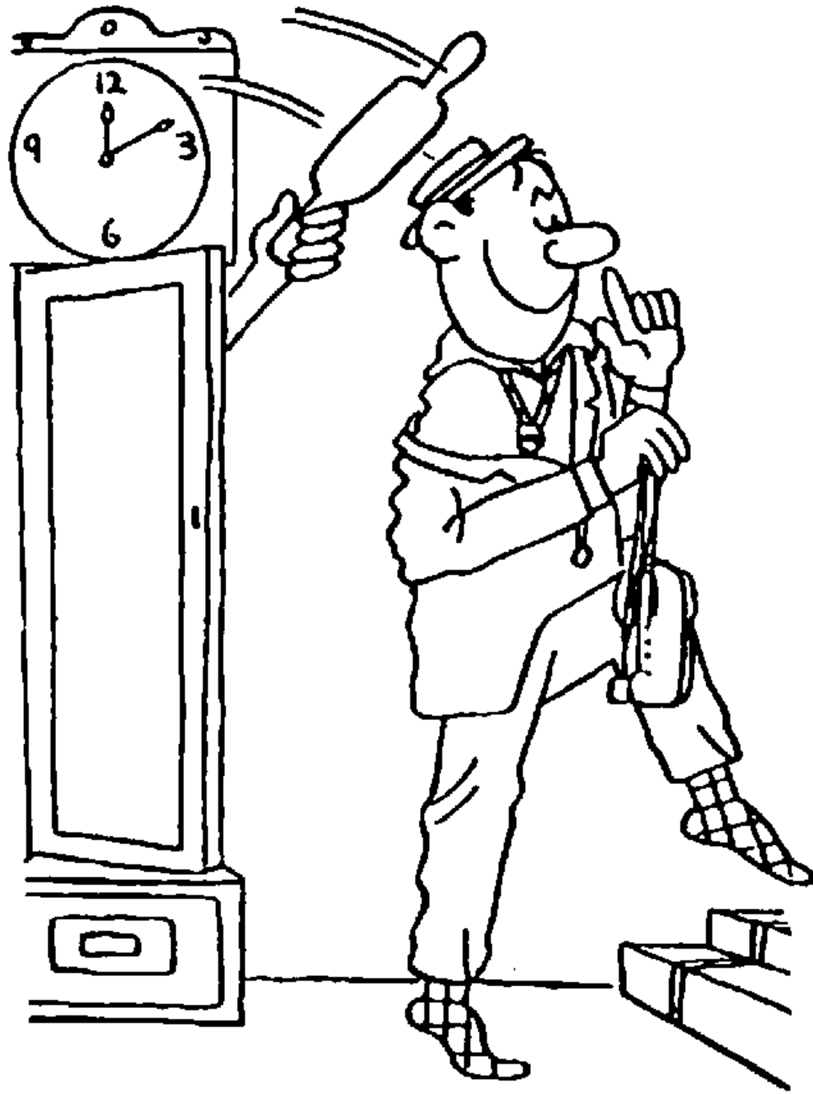
مشرق میں آسمان اب چمک دار ہونے لگا تھا صفدر نے اپنی بیوک کو وہیں کھڑے دیکھا جہاں وہ اسے چھوڑ گیا تھا چونکہ صفدر کے پاس چابیاں نہیں تھیں اس لیے وہ گاڑی کے دروازے کھلے ہی چھوڑ دینے پر مجبور ہو گیا تھا۔ اس نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر مخصوص ٹیکنیک سے کار کو اسٹارٹ کیا۔ وہ ایوا کے بارے میں بہت پریشان تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس عمارت تک پہنچنے میں کامیاب ہو بھی سکے گا یا نہیں؟

اس تھوڑے سے وقفے میں صفدر بہت پریشان ہو گیا تھا۔ اس کیس میں قدم رکھتے ہی حادثات پیش آنے لگے تھے اور وہ مسلسل چوبیس گھنٹے سے کسی نہ کسی حادثے سے دوچار ہو رہا تھا۔ اس نے کار تیزی سے آگے بڑھا دی۔

پھر صبح ہو گئی۔

یہ ایک بھیگی ہوئی اور بھوری سی دھوپ والی صبح تھی۔ اس نے وہ جگہ پہچان لی، پھر اس کی نگاہ اس سفید گیٹ پر پڑی جسے وہ اپنی بیوک کے ذریعے چند گھنٹے پہلے توڑتا ہوا اس عمارت سے فرار ہوا تھا۔ وہ سیدھا آگے نکل گیا۔ تقریباً دو سو گز آگے بڑھ کر صفدر نے بیوک روکی اور نیچے اتر آیا۔ اس نے ایک نظر عقب میں دیکھا اور پھر ٹہلتا ہوا عمارت کی طرف بڑھ گیا۔

کچھ دیر وہ تذبذب کے عالم میں اس ٹوٹے ہوئے لکڑی کے گیٹ کے سامنے کھڑا رہا۔ وہ جانتا تھا کہ مقامی پولیس



کو طلب نہیں کیا جا سکتا۔ وہ لوگ سوالات کر کے اس کا ناک میں دم کر سکتے تھے۔

باب کوک سے بھی کسی مدد کی توقع نہیں تھی۔ اگر کیس اتنا الجھا ہوا نہ ہوتا تو ممکن ہے وہ بھی اس میں کود پڑتا لیکن صفدر جانتا تھا کہ اس نے بعض سرکاری مصلحتوں کے تحت پس منظر میں ہی رہنے کی کوشش کی ہے۔

صفدر نے چند لمحوں میں ہی فیصلہ کر لیا۔ وہ بجری دار راستے پر آگے بڑھ گیا۔ یہ راستہ ٹوٹے ہوئے گیٹ سے باغیچے کے درمیان گھومتا ہوا اس مکان کی طرف جاتا تھا جہاں چند گھنٹے پہلے وہ ایک پہلوان سے بچ کر بھاگا تھا۔ مکان کشادہ تھا لیکن اس کی چھت زیادہ بلند نہیں تھی۔ باغیچے کے بلند ترین حصے میں اس کی بنیادیں رکھی گئی تھیں۔

سورج طلوع ہونے کے بعد اب شبنم بھاپ بن کر اڑ رہی تھی... اس لیے باغیچے کے پھول اور پودے دھند میں ملفوف ہو رہے تھے۔

صفدر نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور کی موجودگی

کو محسوس کیا اور پھر ایک طویل سانس لے کر قدرے تیزی سے چلنے لگا۔

بجری اس کے پیروں تلے کڑکڑا رہی تھی۔ جیب میں ہاتھ ڈالنے کے بعد اس نے سیفٹی کیچ ہٹا لیا۔ یہ فیصلہ تو وہ گھر سے نکلتے وقت ہی کر چکا تھا کہ اب کسی معاملے میں سست رفتاری کا مظاہرہ نہیں کرے گا۔ ہاتھ جیب ہی میں رہا تھا تاکہ۔ بوقت ضرورت وہیں سے فائر کرنا پڑے تو کسی دشواری کا سامنا نہ ہو۔

صفدر عمارت کے بائیں رُخ پر پہنچ گیا۔ سامنے والے حصے سے ہٹ کر اس نے پیر وال کی طرف دیکھا۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں سے وہ دیوار کو توڑتا ہوا نکل گیا تھا۔ اس وقت بھی وہ بڑا سا سوراخ صاف دکھائی دے رہا تھا۔

پارکنگ سے دوسری کار غائب تھی۔ اس سے صفدر نے اندازہ لگایا کہ ممکن ہے وہ لوگ عمارت سے جا چکے ہوں۔

ٹرائیگر پہ انگلی رکھے، جیب میں ہاتھ ڈالے وہ سامنے کے دروازے کی جانب بڑھ گیا۔

اگرچہ صفدر کو یقین تھا کہ اس عمارت میں کسی سے ملاقات نہیں ہوگی تاہم وہ متوقع تھا کہ کیبنٹ اور الماریوں کی تلاشی سے اسے کوئی کارآمد بات ضرور معلوم ہو جائے گی۔

وہ اندر داخل ہوا اور پھر ٹھٹک کر رُک گیا۔

عمارت کی تمام چیزیں غائب تھیں۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے یہ عمارت برسوں سے ویران پڑی ہو۔ وہ دل ہی دل میں مجرموں کی تیز رفتاری کو سراہے بغیر نہ رہ سکا۔ ایک ایک کر کے اس نے دوسرے کمرے بھی دیکھ ڈالے لیکن وہ بھی خالی تھے۔

صفدر کو وہاں کاغذ کا ایک پُرزہ تک دکھائی نہیں دیا۔ گویا مجرموں نے اس عمارت کو خالی کر کے اچھی طرح صاف کر دیا تھا تاکہ ان کا کوئی ہلکا سا سراغ بھی باقی نہ رہ سکے۔

عمارت کو خالی دیکھ کر اس کو جس ذہنی صدمے سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ اس سے وہ بڑے ہی جارحانہ موڈ میں آ گیا۔ مجرموں نے ایک نفسیاتی چال چل کے اسے شدید ناکامی سے دوچار کر دیا تھا۔ وہ پاؤں پٹختا ہوا باہر نکل آیا۔

"اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟" اس نے سوچا۔ کیا اس ہوٹل کی طرف جاؤں جہاں ثاکیدا لے گئی تھی؟"

پھر اسے خیال آیا کہ وہ وہاں سے جا چکی ہوگی اور چونکہ وہ جاپانی زبان سے واقف نہیں ہے اس لیے وہاں کے ملازمین سے کوئی بات معلوم نہیں کر سکتا۔

اب ایک ہی راستہ تھا کہ وہ فلیٹ پر واپس پہنچ کر قیدی سے باز پرس کرے۔ مگر اس سلسلے میں اسے کسی غلط فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہیے تھا۔ قیدی ایک نہایت سخت گیر آدمی تھا اور اس سے کچھ اگلوانا آسان نہیں تھا۔

صفدر بیوک میں سوار ہوا اور پھر جب بیوک آگے بڑھی تو تیز رفتاری کے باعث کار کم اور راکٹ زیادہ محسوس ہو رہی تھی۔

اگرچہ اس نے انتہائی تیز رفتاری اور مہارت سے ڈرائیونگ کی تھی لیکن پھر بھی وہ بیس منٹ سے پہلے اپنے فلیٹ تک نہ پہنچ سکا۔ لفٹ کے ذریعے وہ اوپر پہنچا۔ دروازہ اسی طرح بند تھا جس طرح کہ وہ مقفل کر کے چھوڑ گیا تھا۔

اس نے جس قدر بھی پھرتی سے ممکن تھا لاک کھولا... دروازہ دھکیل کر اندر گھسا، پھر عقب میں ایک دھماکے سے دروازہ بند کرتے ہی وہ خواب گاہ کی طرف بھاگا۔

اس کا قیدی خواب گاہ میں موجود تھا۔

صفدر دھیرے دھیرے اس کے قریب پہنچا اور پھر اس کا چہرہ دیکھا۔ قیدی کا چہرہ زرد تھا اور آنکھیں حلقوں سے ابلی ہوئی تھیں... کچھ گڑبڑ محسوس ہو رہی ہے صفدر کے ذہن میں جھما کا سا ہوا۔ قیدی کی حالت دیکھ کر اس کی سانس رُک گئی۔

وہ مر چکا تھا۔ اسی طرح بندھا بندھا یا موت کی وادی میں پہنچ چکا تھا جس حالت میں صفدر اسے چھوڑ کر گیا تھا۔ اب اس لاش کے ساتھ ایک ایسے کمرے میں موجود ہونا اس کے لیے بے انتہا خطرناک ثابت ہو سکتا تھا، قیدی کے قتل کا الزام اس پر عاید ہو سکتا تھا۔

یہ بات تو ظاہر تھی کہ قاتل اس کی عدم موجودگی میں اندر داخل ہوا تھا لیکن اس نے وہاں ایسا سراغ نہیں چھوڑا جس سے کسی قسم کی راہنمائی حاصل ہوتی۔ کوئی سراغ نہیں ملا اور نہ ہی کوئی آدمی دکھائی دیا۔ البتہ ہر کمرے کی حالت اس طرح ابتر تھی جیسے مست ہاتھیوں کا پورا ایک غول وہاں ہڑبونگ مچا کر گیا ہے۔ صفدر نے کراہ کر سر پکڑ لیا۔

قیدی کی موت سے ظاہر ہوتا تھا کہ اسے کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں دیا گیا۔ ٹیپ اس کے منہ پر بدستور چپکی ہوئی تھی۔

صفدر سوچ میں ڈوب گیا۔ اگر انھوں نے منطقی انداز میں سوچ کر ہی لاش کو وہاں چھوڑا تھا تو پولیس کسی بھی وقت وہاں آ سکتی تھی۔ مجرموں کے لیے گمنام کال کے ذریعے لاش کی نشاندہی کرنا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔

لہٰذا صفدر نے سوچا کہ اسے انتہائی تیز رفتاری سے سب سے پہلے اس لاش سے چھٹکارہ حاصل کرنا چاہیے اور لاش کو ٹھکانے لگانا کوئی معمولی کام نہیں ہوتا۔ خاص طور پر اس وقت جب لاش کسی غیر ملک میں سر پر سوار ہو جائے۔ وہ لاش کو چھپا کر بھی نہیں رکھ سکتا تھا کیوں کہ لاش سے جلد ہی بدبو اٹھنے لگتی اور یوں پورا علاقہ کسی لاش کی موجودگی سے آگاہ ہو سکتا تھا۔

صفدر کی بھویں سکڑ گئیں... اگر وسائل ہوتے تو وہ اس لاش کا قیمہ بنا کر گٹر میں بہا دیتا لیکن سر دست یہ بھی ممکن نہیں تھا۔

لاش اگر بیوک کی ڈگی میں پہنچ جاتی تو اسے ٹھکانے لگانے کے لیے وقت مل سکتا تھا اور اس عرصے میں وہ کسی نہ کسی ترکیب سے اسے ضائع کر سکتا تھا۔ اب اس کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ صرف یہی تھا کہ لاش کو کسی طرح نیچے پہنچایا جائے۔

دن کا وقت تھا لاش کسی کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی تھی۔ رات کا وقت ہوتا تو لاش کو ٹھکانے لگانا نسبتاً آسان ثابت ہوتا لیکن دن کے پہر جب کہ لوگوں کا ہجوم رہتا ہے۔ یہ کوئی آسان کام نہیں تھا۔

اس نے متلاشی نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھا۔

اسے ایک رسّی کی تلاش تھی۔ جلد ہی اسے رسّی کا لپٹا ہوا گولا نظر آیا۔ لیکن یہ رسّی بہت پتلی تھی۔ اگر اس رسّی کا بیشتر حصہ استعمال کر لیا جائے تو کام دے سکتی ہے صفدر نے غور کیا۔

وہ دوبارہ خواب گاہ میں پہنچا۔ لاش کو اٹھا کر فرش پر رکھا اور پھر ایک موٹے کمبل میں لپیٹنے لگا۔ وہ ایک ایسا پارسل تیار کرنا چاہتا تھا جو بیوک کی ڈگی میں بہ آسانی سما جاتا اور اس کے ساتھ ساتھ اسے اٹھا کر لے جانے میں کوئی خاص

ایک دفعہ میراثیوں نے حکومت سے شکایت کی کہ ہمیں فوج میں بھرتی کیوں نہیں کیا جاتا اور اس شکایت کے ساتھ اس قدر شور مچایا کہ حکومت نے مجبور ہو کر انہیں فوج میں بھرتی کرنے کے احکام جاری کر دیے۔ ان کی ایک علیحدہ پلٹن بنا دی گئی۔ جونہی اس پلٹن نے ابتدائی تربیت حاصل کر لی اسے سرحد پر بھیج دیا گیا۔ وہاں جاتے ہی قبائلیوں سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ ابھی دشمن کی طرف سے پہلا فائر ہوا تھا کہ میراثیوں کی ساری پلٹن پیٹ کے بل زمین پر لیٹ گئی۔ اب قبائلی حیران تھے کہ ماجرا کیا ہے؟ آیا یہ کوئی فوجی چال ہے یا فوج ہی مشینی ہے کہ پہلی گولی چلتے ہی اس سرے سے اس سرے تک لیٹ گئی ہے۔ پہلے تو وہ گھبرائے مگر جب دیر تک سامنے سے کوئی حرکت نہ ہوئی تو وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگے۔ نزدیک پہنچ کر قبائلی سردار نے میراثی پلٹن کے کپتان کو جو سب سے آگے پڑا تھا پاؤں سے ٹھوکر لگائی اس پر میراثی بہادر نے نہایت اطمینان سے آنکھیں کھولیں اور سر اٹھا کر کہنے لگا۔ "خان جی اب شہیدوں سے تو مذاق نہ کیجیے۔"

دشواری نہ ہوتی۔ وہ اس پارسل کو دیکھنے والوں کے لیے ایک عام سا پیکٹ بنانا چاہتا تھا۔ پیکٹ تیار کرنے میں اسے پانچ منٹ لگ گئے۔

صفدر نے کچھ فاصلے پر کھڑے ہو کر اس پارسل کی طرف دیکھا۔ دور سے دیکھنے والوں کو اس کے غیر معمولی ہونے کا شبہ نہیں ہو سکتا تھا، لیکن پتلی ڈوری کا لپٹا ہوا پورا گولا اسے کسی قدر مشکوک بنا رہا تھا۔

کمبل میں لاش کو لپیٹتے وقت اس نے بڑی احتیاط سے کام لیا تھا اور خاص طور پر یہ کوشش کی تھی کہ کہیں جسم کا کوئی حصہ باہر نہ رہ جائے۔ لاش کا پارسل بناتے بناتے وہ بری طرح ہانپ گیا۔

صفدر نے لاش کو دوہرا کر کے کمبل میں لپیٹتے وقت خاصی قوت صرف کی تاکہ چھوٹے سے چھوٹا پارسل بن سکے۔ اس نے بغیر رسّی کھینچے اس پارسل کو اٹھانے کی کوشش کی اور بلاشبہ اسے خاصی محنت کرنی پڑی۔ خاصا وزنی

بنڈل تھا۔
لاش کا پارسل اٹھا کر کندھوں پر ڈالا اور پھر داخلی ہال میں لے جا کر صفدر نے بڑی احتیاط سے دروازہ کھولا... باہر کوئی نہیں تھا۔ اس نے جلدی سے لفٹ کا بٹن دبا دیا جتنی دیر میں لفٹ اوپر آنے والی تھی اس دوران صفدر نے جلدی سے لاش کو سیڑھیوں میں رکھا اور پھرتی سے فلیٹ کا دروازہ مقفل کر دیا۔
ایک تنگ سی لفٹ میں لاش کا پارسل لے کر گھسنا کوئی آسان بات نہیں تھی۔ صفدر کو دانتوں پسینہ آ گیا۔
لفٹ میں سوار ہوتے وقت وہ واقعی گھبرا گیا تھا۔ اس کی حالت ایک ایسے مجرم کی سی تھی جس نے پہلا جرم کیا ہو۔ ٹانگوں میں ہلکی سی کپکپاہٹ تھی۔ آخر وہ کسی نہ کسی طرح اندر گھس کر دروازہ بند کرنے میں کامیاب ہو گیا۔
لفٹ کو نیچے لے جانے کے لیے اس نے بٹن دبا دیا۔ کبھی کبھی اسے یہ احساس ہوتا کہ سینکڑوں آنکھیں اسے دیکھ رہی ہیں اور لفٹ میں سفر کرتے وقت بار بار اس کے ذہن میں یہ بات آئی کہ نیچے لابی میں درجنوں آدمی اس کا انتظار کر رہے ہیں اور وہ جیسے ہی لاش سمیت نیچے اُترا، وہ سب اس پر ٹوٹ پڑیں گے۔
لابی میں درجنوں آدمی موجود نہیں تھے بلکہ خلافِ توقع صرف ایک ہی آدمی تھا اور وہ بھی یامانیکا۔
صفدر نے جیسے ہی لفٹ کا دروازہ کھولا اس کا دل اچھل کر حلق میں اٹک گیا۔ یامانیکا اس کے بالکل سامنے کھڑا تھا۔
اس کے ہاتھ میں خریداری کی ٹوکری تھی اور صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ یامانیکا مارکیٹ سے کچھ خرید کر لفٹ کے ذریعے اوپر جانا چاہتا ہے۔ وہ صفدر کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور جھک کر کورنش بجا لایا۔
صفدر نے لفٹ سے باہر نکلنے کی کوشش کی۔
یامانیکا نے بڑی تیزی سے خریداری کی ٹوکری نیچے رکھی اور لپک کر صفدر کی مدد کرنی چاہی، پھر ٹھٹک کر رہ گیا۔
"رسّی کو مت کھینچو، احمق" صفدر چلایا۔
لیکن یامانیکا اس کی بات نہ سمجھ سکا۔ صفدر نے بوجھ کی وجہ سے بمشکل خود کو سنبھالا۔ یامانیکا اب بھی بنڈل میں الجھا ہوا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ رسّی سے الجھے ہوئے تھے۔ وہ زور لگا رہا تھا۔ صفدر کا دل دھڑکنے لگا کہ رسّی اب ٹوٹنے ہی والی ہے۔
صفدر نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ ایک ہاتھ مار ہی دینا چاہیے... چاہے بعد میں معذرت ہی کیوں نہ کرنی پڑے لیکن ابھی وہ اس ارادے پر عمل کرنے ہی جا رہا تھا کہ ایک عورت لابی میں داخل ہوتی دکھائی دی۔ صفدر کا ہاتھ رک گیا... وہ عورت بھی سودا سلف خرید کر واپس آ رہی تھی... صفدر نے اس کے ہاتھ میں خریداری کی ٹوکری دور ہی سے دیکھ لی تھی۔ اس عورت کے چہرے پر سرجنوں جیسا نقاب تھا۔ یہ مخصوص نقاب جاپانی خواتین اور مرد سردی سے ناک کو بچانے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ صفدر نے دیکھا کہ نقاب سے ناک اور منہ کا کچھ حصہ چھپا ہوا تھا۔
جیسے ہی دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی یامانیکا بنڈل کو چھوڑ کر اس عورت کے سامنے جھک گیا۔
جاپانی آداب و تسلیمات میں اچھا خاصا وقت صرف ہوتا ہے۔ یہ وقت صفدر کے لیے بہت کافی تھا۔ وہ بنڈل کو لے کر لفٹ سے نکل آیا اور سیدھا دروازے کی طرف بڑھا۔
عورت نے مشکوک نگاہوں سے بنڈل کی طرف دیکھا اور پھر یامانیکا بھی سیدھا کھڑا ہو گیا اور صفدر کی طرف دیکھنے لگا۔
صفدر سمجھ گیا کہ ان کے درمیان بنڈل ہی کے بارے میں گفتگو ہو رہی ہے، اس لیے وہ اور بھی تیزی سے دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ ہرگز یہ نہیں چاہتا تھا کہ یامانیکا اس کی مدد کے لیے آگے بڑھے، بلکہ وہ اس سے بہت پہلے ہی باہر نکل جانا چاہتا تھا مگر یامانیکا نے آخری مرتبہ جھک کر الوداعی سلام کیا اور پھر لپک کر صفدر کی مدد کے لیے آگے بڑھا۔ صفدر اس وقت دروازے میں تھا۔ اسے یہ توقع نہیں تھی کہ یامانیکا الوداعی سلام کے بعد بھی اس کے پیچھے آ سکتا ہے "ٹھہرو..." صفدر چلایا۔ لیکن اب خاصی دیر ہو چکی تھی۔ یامانیکا جھونک میں بنڈل سے ٹکرا گیا۔ بنڈل صفدر کے ہاتھ سے گر گیا۔
عورت اس وقت لفٹ میں سوار ہو چکی تھی لیکن یامانیکا کو گرتے دیکھ کر کھل کھلا کر ہنس پڑی۔ یہ بھی ایک جاپانی

امریکہ کے ایک چھوٹے سے شہر کے ریلوے پلیٹ فارم پر ایک ریڈ انڈین گن لیٹا ہوا دھوپ سینک رہا تھا۔ ایک سیاح نے اس سے کہا: "سنو بھئی! تم کوئی روزگار کیوں نہیں تلاش کرتے؟"

ریڈ انڈین نے آنکھیں کھول کر مسکراتے ہوئے پوچھا: "کیوں؟ آخر میں کام کیوں کروں؟"

سیاح نے جواب دیا: "کیا تمھیں یہ پسند نہیں کہ بینک میں تمھاری کچھ رقم جمع ہو؟"

ریڈ انڈین بولا: "کیوں؟ رقم کی مجھے کیا ضرورت ہے؟"

سیاح نے بوکھلا کر کہا: "تاکہ تم باقی زندگی آرام سے بسر کرسکو اور پھر تمھیں کبھی کام دکرنا پڑے۔"

ریڈ انڈین بولا: "لیکن کام تو میں آج بھی نہیں کر رہا ہوں۔ پھر ان سب چکروں سے فائدہ؟"

جب سے آپ گھر سے گئے ہیں بہت بے چین ہوں۔ نہ رات میں جاگ سکتی ہوں نہ دن میں سو سکتی ہوں۔ آپ کو گئے ہوئے تقریباً چار سال ہوگئے ہیں۔ یہ جان کر آپ کو بے حد خوشی ہوگی کہ آپ کے تین بچے اور پیدا ہوئے ہیں۔ اس مراسلے کو پڑھنے سے پہلے چلے آؤ۔ میں آپ سے کوئی کام نہیں لوں گی نہ کبھی جھاڑو دینے کو کہوں گی اور نہ روٹی پکانے کو۔ میں یہ سب کام سنبھال لوں گی، یہ میرا وعدہ ہے۔ تمام نوجوان لڑکیوں سے گزارش ہے کہ میرے شوہر بہت عاشق مزاج آدمی ہیں اس لیے ان پر اپنی محبت کے ڈورے نہ ڈالیں اور مہربانی کرکے ان کا غلط استعمال نہ کریں ورنہ مجھے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑے گا۔ اگر وہ آپ لوگوں کے مکان میں مقیم ہوں تو انھیں صحیح سلامت بھیج دیں۔

رسم تھی اور جب دیکھتے ہی دیکھتے یاما ئیکا نے اس کا جواب دیا تو صفدر کی سٹی گم ہوگئی۔

وہ حلق پھاڑ کر اتنے انہماک سے ہنس رہا تھا کہ بنڈل اٹھانا بھی بھول گیا۔ صفدر کا جی چاہا کہ دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پیٹ لے یا اس پڑوسی کی ہڈی پسلی ایک کردے ابھی اس کا ہاتھ اٹھنے ہی والا تھا کہ یاما ئیکا سے آنکھیں چار ہوگئیں اور صفدر دانت پیس کر خود پر قابو پاتے لگا۔ اگر ایک لمحہ اور یاما ئیکا اس کی طرف نہ دیکھتا تو اس کا ہاتھ گدی پر پڑ چکا ہوتا۔

بالآخر لفٹ اوپر چلی گئی اور یاما ئیکا اٹھ کھڑا ہوا۔

صفدر نے محسوس کیا کہ وہ اب بھی پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ وہ شخص اس وقت بھی اس کی مدد کے لیے آمادہ دکھائی دے رہا تھا۔ "خدا کے لیے رسّی کو مت کھینچو!" صفدر دوبارہ چلّایا۔ اس مرتبہ وہ ہاتھ کے اشارے سے بھی سمجھا رہا تھا۔ دونوں نے بنڈل کو اٹھا لیا۔ صفدر کی حالت خراب ہو رہی تھی، لیکن وہ اس ناگہانی افتاد نما امداد کو کس طرح نظر انداز کرسکتا تھا۔

یاما ئیکا زیادہ طاقت ور آدمی نہیں تھا، اس لیے بنڈل کا بوجھ اس کے لیے ناقابلِ برداشت تھا۔ صفدر دانت پیسنے لگا۔ یاما ئیکا کے جبڑے بھنچ گئے لیکن بنڈل کو سنبھالے رہا۔ دونوں بنڈل اٹھائے، باہر فٹ پاتھ پر نکل آئے۔ کار پچاس گز دور کھڑی تھی صفدر کو محسوس ہوا کہ وہ کبھی اس تک نہیں پہنچ سکتے۔ یہ مختصر سا سفر کسی بھیانک خواب کی مانند دکھائی دے رہا تھا۔

وہ اسے جیسے تیسے طے کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ اس دوران کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔ اس لیے صفدر دل ہی دل میں کلمۂ شکر ادا کیے بغیر نہ رہ سکا۔

جب وہ بیوک کے قریب پہنچے تو بنڈل کا سرا یاما ئیکا کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اس کے چہرے پر گھبراہٹ کے تاثرات تھے۔ اس نے بڑی بے چارگی سے صفدر کی طرف دیکھا جس کی مٹھیاں غصّے سے بھنچ گئی تھیں۔ دونوں ایک دوسرے کو گھور رہے تھے۔ یاما ئیکا نے ایک نظر بنڈل کی طرف دیکھا اور پھر صفدر کی طرف متوجہ ہوکر کورنش کے انداز میں جھک کر سیدھا ہوگیا۔ اس نے یہ حرکت اتنی پھرتی سے کی تھی کہ لاکھ جھلاہٹ کے باوجود صفدر مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔ "میں معافی چاہتا ہوں۔" یاما ئیکا نے کہا اور ہاتھ کے اشاروں سے صفدر پر مفہوم واضح کردیا کہ بنڈل گر جانے کی وجہ سے اسے جو غصّہ آرہا ہے اس کے لیے وہ معذرت خواہ ہے۔ لہٰذا اسے معاف کردیا جائے۔

صفدر چند لمحے تو اسے گھورتا رہا پھر جیب میں ہاتھ ڈالا اور اس کے ساتھ ہی یوں محسوس ہوا جیسے دل نے دھڑکنے کا عمل بند کردیا ہو۔ وہ یہ بات تو بھول ہی گیا تھا

کہ اس کے پاس بیوک کی چابیاں نہیں ہیں۔ اس کا ہاتھ خالی جیب میں بھینچ کر رہ گیا۔ چابیوں کے بغیر کار کی ڈکی کھولنا کسی طور ممکن نہیں تھا۔

صفدر کو احساس ہونے لگا کہ یہ کیس اس کے دماغ کی چولیں تک ڈھیلی کر کے چھوڑے گا۔ وہ تذبذب میں کھڑا تھا اور یامانیکا حیرت سے اس کی صورت دیکھ رہا تھا۔ چند راہ گیروں کے قدم بھی ان کے نزدیک پہنچ کر سست پڑنے لگے۔ ظاہر ہے ان کے لیے یہ ایک حیرت انگیز بات تھی کہ دو آدمی ایک بڑے سے بنڈل کے دونوں سروں پر کھڑے کچھ سوچ رہے ہیں۔ بنڈل بھی غیر معمولی تھا۔ اس پر اتنی ڈوری لپٹی ہوئی تھی کہ دُور ہی سے عجیب محسوس ہوتا تھا۔

صفدر نے کار کا دروازہ کھولا۔ اب اس کے ذہن میں کوئی ترکیب نہیں تھی بلکہ ذہن نے کام کرنا ہی بند کر دیا تھا۔ فوراً اس نے فرنٹ سیٹ کو فولڈ کیا اور پھر پچھلی نشست پر پہنچ کر یامانیکا کو اشارہ کیا۔ اس کا اشارہ پاتے ہی یامانیکا نے دونوں بازو پھیلائے۔ گویا وہ اس بوجھ کو اٹھانے کے لیے خود کو تیار کر رہا تھا۔ حالاں کہ صفدر بار ہا اسے منع کر چکا تھا کہ رسی پر ہاتھ نہ ڈالے اس کے باوجود یامانیکا نے بنڈل کو رسیوں سے پکڑ کر ہی اٹھانے کی کوشش کی تھی۔

رسی کمزور تھی۔ بوجھ اور جھٹکے کی وجہ سے فوراً ہی ٹوٹ گئی۔ صفدر نے جلدی سے کمبل کا کھلتا ہوا کنارہ پکڑ لیا ورنہ کمبل کھل کر لاش بے نقاب ہو سکتی تھی۔ اس دوران وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ یامانیکا کو لاش کے بارے میں علم ہو چکا ہے یا نہیں۔ اگر ہو چکا ہے تو پھر وہ کیوں اس کی مدد کر رہا ہے؟

رسی ٹوٹتے ہی دوسرا سرا یامانیکا کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اس نے گھبراہٹ میں دوسری رسی کو پکڑنے کی کوشش کی لیکن وہ رسی بھی ایک تڑاخے کے ساتھ ٹوٹ گئی اور بنڈل نیچے آ رہا۔

اب صفدر کے پاس صرف ایک ہی صورت تھی۔ اس نے بنڈل کو پوری قوت سے اپنی طرف کھینچ لیا۔ پھر اس کا دل دھڑکنے لگا۔ ایک جاپانی پولیس مین ٹہلتا ہوا ادھر آ رہا تھا۔ وہ کار کے قریب آ کے رُک گیا۔ چند لمحے تو کار کو دیکھتا رہا، پھر اس کی آنکھوں میں شکوک کی پرچھائیاں لہرائیں۔

صفدر ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ وہ سمجھ چکا تھا کہ سپاہی نے کار کا اگلا حصّہ دیکھ لیا ہے۔ بیوک کے سامنے والے حصّے میں کیچڑ لگی ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ رات مٹی کے ڈھیر سے ٹکرانے کے باعث کچھ حصّہ ناکارہ بھی ہو گیا تھا۔

ایک ایسی کار جسے دیکھ کر حادثے کا دور ہی سے علم ہو جائے اور اس میں رکھا ہوا ایک غیر معمولی بنڈل جس پر بے تحاشا ڈوری لپٹی ہوئی ہو یقیناً کسی پولیس والے کے لیے دلچسپی کا باعث ہو سکتا تھا۔

سپاہی اور یامانیکا میں تسلیم و آداب کے مراحل طے ہوئے پھر جاپانی میں گفتگو ہونے لگی۔

یامانیکا کی زبان مسلسل چل رہی تھی۔

صفدر حیران تھا کہ وہ ستر میل کی رفتار سے آخر کون سی کہانی سنا رہا ہے جو ختم ہونے میں نہیں آتی۔ یہ بات تو صفدر مان ہی نہیں سکتا تھا کہ یامانیکا صرف سپاہی کے بال بچوں کی خیریت پوچھ رہا ہے۔

سپاہی نے جیب ٹٹولنی شروع کر دی۔

صفدر نے ایک مرتبہ پھر پسینہ پونچھا اور دل ہی دل میں سوچا کہ وہ اپنی نوٹ بک نکالنے جا رہا ہے۔۔ وہ کن انکھیوں سے سپاہی کی طرف دیکھنے لگا۔

سپاہی نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالا تو اس کے ساتھ ہی صفدر کے حلق سے اطمینان کی ایک سانس بھی نکل گئی۔ سگریٹ سلگانے کے بعد سپاہی دھواں منتشر کرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

صفدر نے یامانیکا کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر یک ایک خوف کے سائے لہرانے لگے تھے۔ اس کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھٹی... بنڈل پر جمی ہوئی تھیں... صفدر نے اس کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا اور اس کا دل دھک سے رہ گیا۔

کمبل کے سرے کے ہٹنے سے لاش کی انگلیاں باہر نکل گئی تھیں اور یامانیکا ان انگلیوں کو ہی گھور رہا تھا۔



باقی آئندہ

ناول سکیننگ و کلیننگ: محمد عقیل قریشی

پیشکش: جاسوسی نشست ایڈمنز

ٹوکیو میں ہنگامہ

سیکرٹ ایجنٹ صفدر کا سنسنی خیز کارنامہ
اسے ٹوکیو کے گلی کوچوں میں دشمنوں سے نبرد آزما ہوتے دیکھیے



اظہر کلیم

جیمز سلنگر نے صفدر کو دفتر میں داخل ہوتے دیکھا تو مسکرانے لگا، پھر اس نے طنزیہ انداز میں کہا: "ہیلو چیمپئن! تمھارا چہرہ کچھ اترا ہوا ہے۔ کیا بات ہے؟"

صفدر نے کچھ دیر پہلے اپنی صورت آئینے میں دیکھی تھی۔ اس کا چہرہ زرد اور بجھا بجھا سا تھا۔ اس کی آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے تھے اور اسے شیو بنانے کی ضرورت تھی۔

"تمھارے لیے ایک بُری خبر ہے۔" وہ سلنگر کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا: "نیچے میری کار کھڑی ہے اور اس میں ایک عدد لاش ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میرے لیے تھوڑی سی تکلیف گوارا کر کے اسے ٹھکانے لگا دو۔ میرا خیال ہے چوبیس گھنٹوں میں مَیں خاصا کام کر چکا ہوں۔"

"کہیں تم مذاق تو نہیں کر رہے ہو؟" سلنگر تیوریاں چڑھا کر بولا۔

"نہیں۔ یہ مذاق نہیں ہے۔" صفدر پھٹ پڑا: "اگر تم نے پہلے کبھی لاش نہیں دیکھی تو تمھارے لیے یہ ایک اچھا موقع ہے۔ نیچے جاؤ اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔"

"آنجہانی کون ہے؟"

"مجھے کچھ اندازہ نہیں۔ ویسے وہ ایک جاپانی ہے۔ اس سے زیادہ مجھے کوئی بات معلوم نہیں۔ اس سے پہلے کہ لاش بدبودار ہو جائے، اسے ٹھکانے لگا دو تو بہتر ہے۔"

"اوکے۔" سلنگر نے مستعدی سے کہا: "ہم پہلے اُسے ٹھکانے لگا دیتے ہیں، پھر غور کریں گے کہ وہ کون تھا... تمھاری کار کہاں ہے؟"

صفدر نے اسے کار پارکنگ کی جگہ بتائی اور سلنگر کھڑا ہو گیا: "فکر نہ کرو۔ میں ابھی لاش کا بندوبست کرتا ہوں۔"

"باب کوک کب تک آئے گا؟" صفدر نے پوچھا۔

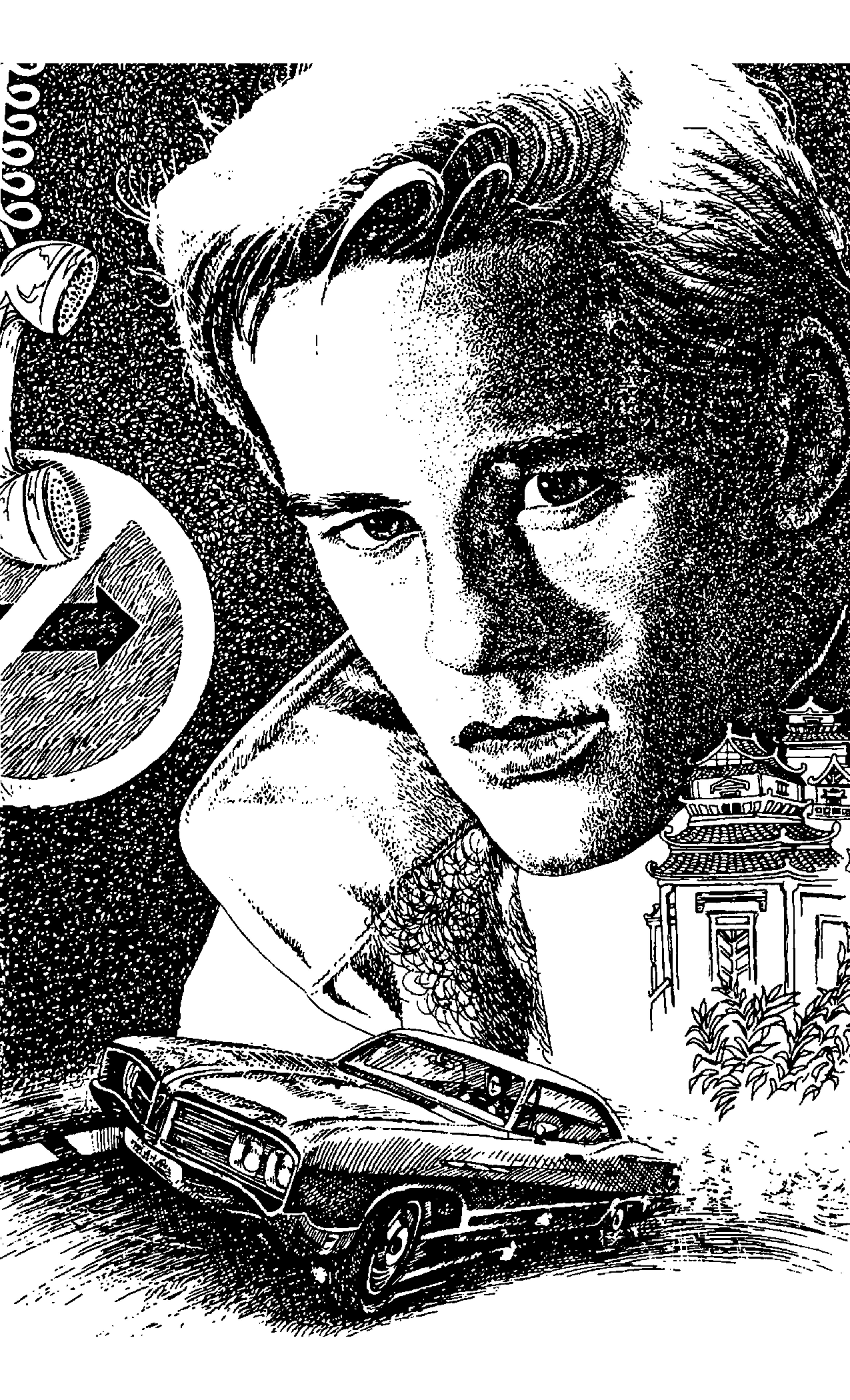
"دس بجے سے پہلے نہیں۔"

"میں کچھ دیر سونا چاہتا ہوں۔ میرے لیے جگہ کا بندوبست کر دو۔" صفدر نے کہا۔

"میرے ساتھ آؤ۔ رات کے نگران کی کوٹھری میں ایک آرام دہ بستر موجود ہے۔" سلنگر نے قدردانہ انداز میں کہا اور دفتر سے باہر نکل گیا۔

※

تقریباً گیارہ بجے کا وقت تھا۔



صفدر اس وقت چوکیدار کی کوٹھری میں بے سُدھ سو رہا تھا کہ ایک پیغامبر آیا اور اس نے صفدر کو جگا دیا۔ صفدر آنکھیں ملتا ہُوا بیدار ہُوا تو اس شخص نے بتایا کہ باب کوک آگیا ہے اور اپنے دفتر میں اس کا انتظار کر رہا ہے۔

وہ بڑی کاہلی سے اُٹھا۔ مُنہ پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارے اور پھر انگلیوں سے بالوں کو سنوار کر خود کو قدرے بہتر محسوس کرنے لگا۔ اب تک مجموعی لحاظ سے وہ صرف دو گھنٹے کی نیند حاصل کر سکا تھا۔

باب کوک اپنے دفتر میں بالکل تنہا تھا۔

"گڈ مارننگ... کیسے ہو؟" صفدر نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

جواب دینے سے قبل باب کوک نے ایک لمحے تک صفدر کا گہری نگاہوں سے جائزہ لیا پھر قدرے خشک لہجے میں کہا۔ "میرا خیال ہے یہی سوال مجھے تم سے کرنا چاہیے۔"

"مجھے بھوک لگ رہی ہے۔" صفدر نے کراہ کر کہا۔

باب کوک نے فون پر کھانے کا آرڈر دیا پھر بولا۔ "بتاؤ کیا معاملہ ہے۔ میرا خیال تھا کہ جب تک یہ کیس مکمل نہیں ہو جاتا، تمھاری صورت دکھائی نہیں دے گی۔"

"مجھے مدد کی ضرورت ہے۔ میں اتنا سب کچھ اکیلا نہیں سنبھال سکتا۔ اگر اس وقت میں اپنے مُلک میں ہوتا تو سب کچھ کر گزرتا لیکن یہاں میرے ہاتھ میں کیا ہے... اور وہاں میں جو کچھ بھی کرتا، مجھ سے باز پرس نہیں ہوتی لیکن یہاں میں اتنی آزادی سے سب کچھ نہیں کر سکتا۔"

"ہم جاپانی حکام سے کسی قسم کا جھگڑا مول نہیں لے سکتے۔" باب کوک نے ایک بار پھر صفدر کو سمجھایا۔

"میں بھی تم سے یہی بات کہنا چاہتا تھا۔" صفدر نے مسکرا کر کہا، پھر شروع سے لے کر آخر تک ایک ایک بات اس کے گوش گزار کر دی۔ "میں ابھی تک اندھیرے میں ہُوں۔" صفدر نے بالآخر کہا۔ "مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے کوئی ایسی بات ضرور ہے جو میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا... میرا مطلب ہے کوئی ایسی بات جو انتہائی اہم ہے لیکن مجھ سے نظر انداز ہو گئی ہے۔"

باب کوک اسے گھورنے لگا۔ اس کے انداز میں سرزنش تھی۔ "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم اس دوران ایوا ٹیوڈ حسن کی حسین آنکھوں میں کھوئے رہے ہو؟"

صفدر خاموش رہا۔ باب کوک کے تبصرے پر اس نے کسی ردِ عمل کا اظہار نہیں کیا۔

باب کوک کی مسکراہٹ کشادہ ہو گئی ہے۔ "میں تمھیں زیادہ دیر تک سسپنس میں مبتلا رکھنا نہیں چاہتا۔" اس نے کہا۔ "ابھی کچھ دیر پہلے جاپانی سیکرٹ سروس سے ہمیں یہ اطلاع ملی ہے کہ انھوں نے ایوا کو گرفتار کر لیا ہے۔"

صفدر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی نے اس کی کھوپڑی پر بم دے مارا ہو۔

"تمھارا مطلب ہے وہ سیکرٹ سروس کے کسی مخصوص محکمے میں اس وقت بھی قید ہے!"

"ہاں... اور رات کو انھوں نے اُسے گرفتار کیا تھا لیکن تم ان کی زد سے نکل بھاگنے میں کامیاب ہو گئے۔"

"اوہ خدایا۔" صفدر نے سر پکڑ لیا۔ "لیکن... وہ آدمی جسے میں نے اپنے فلیٹ میں مُردہ پایا تھا؟"

"اس بات کا امکان ہے کہ وہ شخص بھی لیکنٹ ہی رہا ہو۔"

"اب میں واقعی اندھیرے میں ہُوں۔"

"اس محکمے کا کہنا ہے کہ انھیں ایک گمنام کال کے ذریعے ایوا کے بارے میں بتایا گیا تھا۔ انھوں نے فوراً ہی اس کی نگرانی شروع کر دی اور پھر ایوا کا رویہ مشکوک پایا... اور محض شک کی بنیاد پر انھوں نے ایوا کو گرفتار کر لیا، انھیں یہ علم نہیں تھا کہ ایوا ہمارے لیے کام کر رہی ہے... جب تمھارا انداز بھی کچھ مشکوک محسوس ہُوا تو انھوں نے تمھیں بھی گرفتار کر لیا تھا۔ میں نے اب ان سے تفصیلی رپورٹ طلب کی ہے۔ انھوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ جلد ہی رپورٹ مجھے بھیج دیں گے لیکن میرا خیال ہے کہ اس جلدی میں بھی کم از کم دو ماہ ضرور لگ جائیں گے۔"

"کیا وہ ایوا کو آزاد کر رہے ہیں؟"

"یقیناً... میں نے انھیں بتا دیا ہے کہ تم دونوں ایک انتہائی اہم کیس پر کام کر رہے ہو۔ انھوں نے اس سلسلے میں خاصی معذرت چاہی ہے۔ ایوا کو آزاد کرنے کے علاوہ تمھارے کپڑے اور دیگر اشیا بھی تمھیں واپس مل جائیں گی۔"

"میں جا کر اسے لے آتا ہُوں۔" صفدر نے کہا۔ "اور اس کے ساتھ ہی اپنی چیزیں بھی واپس لے لُوں گا۔ اس کے علاوہ ان لوگوں سے تھوڑی بہت گفتگو کر کے بھی مجھے خوشی ہو گی۔"

"اس کی ضرورت نہیں۔" باب کوک نے ہاتھ اٹھا کر اسے بیٹھے رہنے کا اشارہ کیا۔ "میرا خیال ہے، وہ ڈیوا کو آزاد کر چکے ہوں گے اور وہ اس وقت واپس اپنے گھر پہنچ چکی ہوگی۔"

"وہ اپنے فلیٹ واپس جا رہی ہے۔" صفدر کراہا۔ "اُسے وہاں جانے سے کسی طرح روکنا چاہیے۔ اس آدمی یاما ہیکا نے اب تک پولیس کو اطلاع دے دی ہوگی۔ میرا خیال ہے وہ لاش کی انگلیاں دیکھ کر سیدھا پولیس کو اطلاع دینے کے لیے بھاگا ہوگا۔"

"میرا خیال ہے۔ تم نے بروقت یہ بات یاد دلائی ہے۔" باب کوک بولا۔ پھر اس نے ریسیور اٹھا کر آپریٹر سے ایک نمبر مانگا۔

تھوڑی دیر بعد میز پر ناشتہ لگا دیا گیا۔ صفدر نے کرسی سرکائی اور خاموشی سے کھانے میں لگ گیا۔

"میرا خیال ہے تمہارے لیے سب سے بہتر بات یہ ہوگی کہ تم انھیں سب کچھ سچ سچ بتا دو۔" باب کوک نے کہا۔ "حتیٰ کہ یہ بھی کہ تم نے ان کے ایک ایجنٹ کو کس طرح مُردہ حالت میں پایا تھا۔"

"کیا یہ محکمہ تمہارے انڈر نہیں ہے؟"

"سوری... یہ ایک خصوصی محکمہ ہے، جس کا تعلق اقتدارِ اعلیٰ سے ہے... میں ان کے کام میں مداخلت نہیں کر سکتا۔"

"لیکن اس طرح وہ لاش کا تقاضہ کریں گے۔" صفدر مُنہ بنا کر بولا۔

"وہ لاش ابھی ہمارے پاس موجود ہے۔ دن کی روشنی میں ہم اس سے چھٹکارہ حاصل نہیں کر سکتے۔ اس طرح ہمیں چند خطرات کا سامنا کرنا پڑتا۔ تم اس وقت ملک کی حالت نہیں جانتے۔ ہم بھی بعض ضابطوں کے پابند ہیں۔ بہر حال وہ لاش رات تک سرد خانے میں رہے گی۔"

دفعتاً فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

باب کوک نے ریسیور اٹھایا اور چند سیکنڈ تک جاپانی زبان میں باتیں کرتا رہا۔ پھر دوسری طرف سے بولنے والے کی بات سنتا رہا۔ چند منٹ بعد اس نے بڑی آہستگی سے سلسلہ منقطع کر دیا اور صفدر کی طرف دیکھنے لگا۔ "اسے ایک گھنٹہ پہلے رہا کر دیا گیا تھا۔ وہ یقیناً اپنے فلیٹ کی طرف ہی گئی ہوگی۔"

"فوراً اس کے فلیٹ فون کرو۔" صفدر نے کہا اور ڈیوا کے فلیٹ کا نمبر بتایا۔

باب کوک نے آپریٹر سے نمبر ملانے کے لیے کہا۔ سلسلہ مل گیا۔ صفدر نے کہا۔ "ذرا ریسیور مجھے دو۔ میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے ریسیور باب کوک کے ہاتھ سے جھپٹ لیا۔ "ہیلو... ڈیوا۔"

"اوہ... ہیلو... تم کیسے ہو؟ کیا اس فلیٹ میں دھما چوکڑی تم نے ہی مچائی ہے۔ کیا تم چیزیں الٹ پلٹ کر مجھے تلاش کر رہے تھے؟"

"سنو ڈیوا... بس فلیٹ سے نکل کر نیچے پہنچو اور کسی ٹیکسی میں بیٹھ جاؤ۔ اب سے ٹھیک نصف گھنٹے بعد میں تم سے امپیریل بار میں ملوں گا۔"

"بہت اچھا۔"

"جلدی کرو۔ وقت ضائع نہ کرو۔" یہ کہہ کر صفدر نے سلسلہ منقطع کر دیا اور باب کوک کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔ اب وہ کافی حد تک مطمئن تھا۔

"سنو... سنو یہ بھی ممکن ہے کہ تمہارے اس مسٹر یاما ہیکا نے لاش کی انگلیاں دیکھ کر کوئی قدم نہ اٹھایا ہو۔ کیا تم اس بات کو پسند کرو گے کہ میں اپنا کوئی آدمی بھیج کر اس بات کی تصدیق کرا لوں۔" باب کوک بولا۔

"ہاں... اور میرا خیال ہے، میں تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ تم نے ابھی تک سیکرٹ سروس کے اس خصوصی محکمے کے آدمیوں سے میری بات چیت کے لیے وقت طے نہیں کیا ہے۔" صفدر نے کہا۔

"ہاں ٹھیک ہے، میں ابھی فون کرتا ہوں۔" اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر مانگا۔

"اس کے علاوہ میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ اس مکان کو بھی چیک کیا جائے، جہاں میں خوش لباس جاپانی کا تعاقب کرتا ہوا گیا تھا۔" صفدر نے اُسے یاد دلایا۔

سلسلہ قائم ہو گیا تو باب کوک نے جاپانی میں گفتگو شروع کر دی، پھر ریسیور رکھ کر صفدر سے بولا۔ "وہ لوگ آج سہ پہر کے بعد پانچ بجے تمہارا انتظار کریں گے۔ کرنل کو دسکی کے بارے میں پوچھ لینا۔ وہ انگریزی کسی اہلِ زبان کی طرح بول لیتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں چار بجے تم سے ملنے آؤں گا۔"

"اور ہاں..." باب کوک نے اچانک کسی خیال سے چونک کر کہا۔ "تمہاری کار مرمت کے لیے گیراج بھیج دی گئی ہے۔ جس انداز سے اس کے سامنے والے حصے پر نشانات

پڑے ہیں، اس سے اُسے فوراً ہی شناخت کیا جا سکتا ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ چار بجے تک تمہارے لیے ایک اور گاڑی کا بندوبست کر دوں۔"

"او کے۔" صفدر نے کہا اور وہاں سے نکل آیا۔

*

ٹوکیو میں امپیریل ہوٹل سے زیادہ مہنگا اور پُرآسائش شاید ہی کوئی دوسرا ہوٹل رہا ہو۔ صفدر اس کی کشادہ لابی میں داخل ہوا جس میں بھانت بھانت کے لوگ اپنی اپنی بولیاں بول رہے تھے۔

جب وہ لابی سے آگے بڑھا تو اسے ایوا دکھائی دی۔ وہ شاپنگ گیلری کے قریب سے آ رہی تھی۔ اب وہ ہال کے اس حصے میں بالکل تنہا ہو گئے تھے۔ ایوا نے براؤن رنگ کا ٹوئیڈ سوٹ پہن رکھا تھا لیکن صفدر کی نگاہ صرف اس کی آنکھوں پر مرکوز تھی۔ گہری اور خوبصورت آنکھیں۔

ایوا کی نگاہ جیسے ہی صفدر پر پڑی وہ اس کی طرف لپکی اور سراسیمہ آواز میں بولی: "میں تو بہت خوفزدہ ہو گئی تھی!"

"اب گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ وہ بھیانک خواب ختم ہو گیا ہے۔ آؤ، کچھ پئیں!" صفدر نے کہا۔

"ہاں چلو، میں بہت پیاس محسوس کر رہی ہوں!"

ایک آدمی ان کی طرف دیکھے بغیر ان کے قریب سے گزرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ وہ ایک جاپانی تھا۔ اس کے جسم پر دھاری دار پتلون اور سیاہ کوٹ تھا۔ اسے دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس نے کسی خاص طبقے کی یونیفارم پہن رکھی ہو۔

صفدر نے ایوا کا ہاتھ تھام لیا اور دونوں بار کی طرف بڑھ گئے۔

بار میں نصف درجن سے زائد لوگ موجود تھے۔ اُن میں سے تقریباً سب کی نگاہیں ٹی وی پر جمی ہوئی تھیں۔ صفدر نے ایک نسبتاً سنسان سے کونے میں بیٹھنا پسند کیا۔ وہ پلاسٹک کی بنی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ ایک ویٹر فوراً ہی اُن کے سر پر مسلط ہو گیا۔

صفدر نے ایوا کے لیے وہسکی اور سوڈے کا آرڈر دیا، پھر اپنے لیے ایک کولڈ ڈرنک کے لیے کہہ دیا۔

ویٹر ان کا آرڈر جلد ہی لے آیا۔ انھوں نے اپنے اپنے گلاس اٹھا لیے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے کچھ کہے بغیر انھوں نے چند چسکیاں لیں۔

"اب شروع ہو جائیے۔ میں سن رہا ہوں!"

"سب سے پہلے میں یہ دریافت کرنا چاہتی ہوں کہ تم نے مجھے فلیٹ سے اتنی افراتفری میں کیوں بھگایا تھا؟"

صفدر نے جلد ہی وضاحت کر دی اور وہ مطمئن ہو گئی۔ "اب میں سمجھ گئی!" اس نے کہا۔ "میں جیسے ہی گھر پہنچی، تھی یامانکا مجھ سے ملنے آیا تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ وہ میرا دوست ہے اور میری بھلائی چاہتا ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ تم انتہائی خطرناک کاموں میں الجھے ہوئے ہو... بہرحال اس نے مجھے تسلی دی کہ وہ کوئی بات اپنی زبان سے نہیں نکالے گا۔"

صفدر خاموشی سے اس کی باتیں سنتا رہا۔

"مجھے معلوم نہیں کہ وہ درحقیقت کس موضوع پر مجھ سے گفتگو کرتا رہا تھا!" ایوا کہتی رہی۔ "میں احمقوں کی طرح اس کی صورت دیکھتی رہی۔ وہ بہت گھبرایا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ غالباً وہ یہ سوچ رہا تھا کہ میں اس کی بات پر یقین نہیں کر رہی ہوں۔ میں نے اسے ٹالنے کی کوشش کی، مگر کب تک؟"

"ٹوکیو میں ڈمیاں عام ملتی ہیں!" صفدر نے کہا۔ "اگر وہ زیادہ ضد کرے تو تم اُسے سمجھا سکتی ہو کہ میں ایک دوست سے عملی مذاق کرنے کے لیے ایک ڈمی کو کمبل میں لپیٹ کر لے جا رہا تھا یا پھر اس سے ملتی جلتی کوئی اور بات۔ اس وقت اس کے پاس زیادہ فرصت نہیں تھی ورنہ وہ تو کسی شیطان کی طرح میرے پیچھے پڑ گیا تھا!"

"ٹھیک ہے میں اسے بتا دوں گی!" ایوا نے کہا۔ "لیکن یہ تو بتاؤ کہ آخر وہ ہمارے بارے میں کیا سوچ رہا ہوگا؟"

وہ کھڑی ہو گئی۔ صفدر بھی اس کے ساتھ ہی اٹھ گیا۔

"میں تمہارے ساتھ چلوں گا!"

"تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں، کیونکہ تم ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتے جو ہمارے درمیان ہوں گی۔ تم جانتے ہو کہ وہ انگریزی اچھی طرح نہ سمجھ سکتا ہے اور نہ ہی بول سکتا ہے!"

"میں اس کے چہرے سے اندازہ لگاتا رہوں گا کہ وہ تمہاری کہانی ہضم بھی کر رہا ہے یا نہیں۔ اس کے علاوہ

ممکن ہے کہیں محض اشارے سے ہی اسے کچھ کھلانے کی ضرورت پڑ جائے۔"

اس نے ویٹر کو اشارے سے بُلا کر بتایا کہ وہ جلد ہی واپس آجائیں گے۔

وہ اٹھے اور لابی کی طرف بڑھ گئے۔ چلتے چلتے صفدر نے سوچا کہ یامانیکا کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے... اس سے فون پر بھی بات کی جاسکتی ہے۔ صفدر نے ایوا کو بتایا تو اس نے بھی تجویز سے اتفاق کیا۔

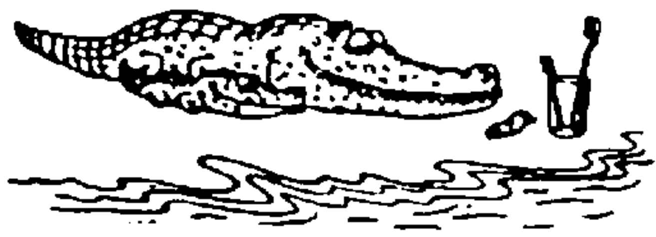
وہ کلوک روم میں پہنچے اور فون کے لیے کہا جو انھیں مہیا کر دیا گیا۔ ایوا نے اپنے پڑوسی کا نمبر ڈائل کیا اور سلسلہ ملنے کا انتظار کرنے لگی۔

یامانیکا اس وقت اپنے فلیٹ ہی میں موجود تھا۔ اس نے جلد ہی دوسری جانب سے ریسیور اٹھا لیا اور پھر ایوا نے گفتگو شروع کر دی۔ ان کے درمیان دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ اس دوران صفدر نے کئی مرتبہ ایئر پیس سے کان لگا کر یامانیکا کی آواز سُنی لیکن کوئی اندازہ نہ لگا سکا۔ جب گفتگو ختم ہوئی تو اس کی سماعت سے یامانیکا کا بے ہنگم سا قہقہہ ٹکرایا جیسے وہ بھی صفدر کے لاش والے مذاق سے محظوظ ہُوا ہو۔

ایوا خاصی مطمئن ہوگئی تھی اور یامانیکا کے قہقہے سے صفدر کو بھی بڑی حد تک اطمینان ہوگیا تھا۔

وہ خاموشی سے بار میں واپس لوٹ آئے۔ اب وہ اطمینان سے ایک دوسرے کی کہانی سُن سکتے تھے۔

ایوا نے صفدر کو بتایا کہ رات اس کے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا تھا۔ تین جاپانی مردوں نے اسے عین اس وقت پکڑ لیا جب کہ وہ بینی باشا کلب سے نکل رہی تھی۔ وہ اُسے اپنی کار میں لے گئے۔ کار میں بٹھاتے ہی انھوں نے نقاب سے اس کا چہرہ ڈھانپ دیا تاکہ وہ یہ نہ دیکھ سکے کہ اسے کہاں اور کس راستے سے لے جایا جارہا ہے۔ جب انھوں نے نقاب ہٹانے کی اجازت دی تو اس نے دیکھا کہ وہ ایک خوبصورت عمارت میں پہنچ چکی ہے۔ وہ اُسے ایک بڑے سے لیکن خوب صورت کمرے میں لے گئے۔ اس عمارت کے کمروں سے گزرتے وقت یہ احساس ہوتا تھا کہ انھیں حال ہی میں دفتر میں تبدیل کیا گیا ہے۔ ایک بڑے کمرے میں لے جا کر انھوں نے سوالات کا سلسلہ شروع کیا۔



انھیں شبہ ہوگیا تھا کہ ایوا کسی مُلک کے لیے یا کسی مخصوص شخص کے لیے جاسوسی کر رہی ہے... اور وہ اس شخص یا مُلک کا نام پوچھنا چاہتے تھے لیکن اُس نے جواب دینے سے انکار کر دیا۔ انھوں نے اس کے ساتھ کسی قسم کی بدسلوکی نہیں کی لیکن ایک موقع پر اسے خوفزدہ کرنے کے لیے ایک دیو قامت آدمی کو ضرور لے کر آئے جو غالباً کوئی سلومو پہلوان تھا۔

پھر ان لوگوں کو ایک فون کال موصول ہوئی جس کے ساتھ ہی سوالات کا سلسلہ از خود ختم ہوگیا۔ وہ سب جلدی جلدی کہیں چلے گئے اور سلومو پہلوان اسے لے کر ایک دوسرے کمرے میں آگیا جہاں نرم قالین بچھے ہوئے تھے۔ "وہ مجھے وہاں چھوڑ کر چلا گیا۔" ایوا نے بالآخر کہا۔ "وہ تینوں جاپانی شام کے وقت اس کمرے میں واپس آئے اور مجھے ایک بڑے ٹرک میں بٹھا دیا۔ میری کار جا چکی تھی۔ جب وہ مجھ سے رخصت ہوئے تو انھوں نے انکشاف کیا کہ وہ جاپانی سیکرٹ سروس کے ممبر ہیں۔ مجھے یقین دلانے کے لیے ان میں سے ایک نے اپنا شناختی کارڈ بھی مجھے دکھایا تھا۔ میں نے انھیں بتایا کہ میں کیا کام کر رہی ہُوں اور یہ بھی کہا کہ اگر انھیں میری بات کا یقین نہیں تو اس بات کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ انھوں نے مجھے ایک خالی کمرے میں منتقل کر دیا جہاں تقریباً دس بجے ایک آدمی آیا۔ اس نے بڑے ہی نرم اور خوش اخلاقی سے بھرپور لہجے میں مجھے بتایا کہ میں آزاد ہوں۔ اس نے معذرت طلب انداز میں یہ بھی کہا کہ غلط فہمی کے لیے انھیں معاف کر دیا جائے۔ اس پر میں نے کہا کہ انھیں میرے فلیٹ پر لوٹ کھسوٹ کرنے کا ہرجانہ ادا کرنا پڑے گا۔ بہر حال انھوں نے مزید کسی باز پُرس کے بغیر تمھاری تمام چیزیں میرے حوالے کر دیں۔ اس سے مجھے اندازہ ہُوا کہ انھوں نے تمھیں بھی گرفتار کر لیا تھا... میں نے پوچھا تو انھوں نے میرے خیال کی تصدیق کر دی اور بتایا کہ تم فرار ہونے

میں کامیاب ہو گئے ہو... اور اس وقت تمھارے جسم پر جس قسم کے کپڑے تھے، ان کا تذکرہ کر کے متعلقہ آفیسر خوب ہنستا رہا۔"

"بالکل یہی بات تھی۔" صفدر نے جھینپ کر کہا۔ "میرا خیال ہے اب ہمیں کھانے کے لیے اٹھ جانا چاہیے۔ میں اپنی کہانی کھانے کے دوران تمھیں سُناتا رہوں گا۔"

صفدر نے ویٹر کو بُلا کر بل اور ٹپ دے کر رخصت کیا لیکن ویٹر ٹپ کی رقم میز پر ہی چھوڑ کر رخصت ہو گیا۔ ایوا نے وہ ریزگاری اٹھا کر صفدر کے ہاتھ میں تھما دی۔ "جاپان میں ٹپ کا رواج نہیں ہے۔" ایوا نے کہا۔

"میں جانتا ہوں۔" صفدر مسکرایا۔ "لیکن یہ عادت اتنی پختہ ہو چکی ہے کہ لاکھ کوشش کے باوجود نہیں جاتی۔"

"ہم اب کہاں جا رہے ہیں؟"

"پریمئر ریستوراں۔ دراصل میں کچھ سمندری غذا کے استعمال کے موڈ میں ہوں۔" صفدر نے جواب دیا۔

ایوا ہلکے سے مُسکرا دی۔

وہ شاپنگ گیلری میں سے ہوتے ہوئے پوسٹ آفس کے سامنے پہنچے اور پھر قریب ہی واقع پریمئر ریستوراں پہنچ گئے جہاں دو خوبصورت ویٹرس ان کے استقبال کے لیے موجود تھیں۔ انھوں نے مسکرا کر ان دونوں کو ویل کم کہا۔ ہیڈ ویٹر نے ایک خالی میز تک ان کی رہنمائی کی۔

"ذرا اپنے سامنے کی طرف دیکھو۔" ایوا بڑبڑائی۔

صفدر نے سرسری نگاہ اٹھا کر سامنے دیکھا تو اُسے وہ لڑکی نظر آ گئی۔ وہ ایک موٹے لیکن معزز قسم کے یورپین آدمی کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔

"یہی لڑکی ہے نا جسے تم نے بینی باشا کلب میں دیکھا تھا؟" ایوا نے کہا۔

یہ تاکیدا تھی۔ وہ غالباً اس وقت اس موٹے آدمی کے پاس بیٹھی اطلاعات منتقل کر رہی تھی۔ اس کے ساتھی کا رویہ بڑا ہی پُر نخوت اور جارحانہ تھا۔ صفدر نے سوچا، اگر ان دونوں کے درمیان کوئی دوسرا تعلق رہا ہوتا تو شاید اس شخص کی آنکھوں میں اتنی سختی کے تاثرات نہ ہوتے۔

صفدر کو یک دم وہ حادثہ یاد آ گیا جب وہ غسل خانے میں داخل ہو رہا تھا تو وہاں تین مسلح غسال موجود تھے جنھوں نے اس جارحانہ انداز میں گفتگو کی کہ جیسے وہ مُردوں کو غسل دینے کے عادی رہے ہوں۔

"کیا یہ وہی لڑکی ہے؟" ایوا نے سوال دُہرایا۔

"ہاں۔" صفدر نے کہا۔

ایک نوعمر لڑکی جس نے جاپان کا مخصوص لباس کیمونو پہن رکھا تھا اُن کی میز کے قریب آئی۔ اس کا چہرہ منگول لڑکیوں سے ملتا جلتا تھا۔ انھوں نے اپنی مرضی کے آرڈر لڑکی کو نوٹ کرا دیے، پھر صفدر نے اپنی مہم کا حال سنانا شروع کر دیا۔ ایوا بغور اس کی باتیں سنتی رہی، پھر اس نے کہا۔ "گویا میں نے تمھیں غلط راہ پر ڈال دیا تھا۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ لڑکی اس آدمی سے تعلق نہیں رکھتی جس کی تمھیں تلاش ہے۔ بہرحال مجھے تو یہ بات کسی طرح بھی معلوم نہیں ہو سکتی۔"

"چونکہ تم اسے مخصوص خوش لباس جاپانی کے ساتھ دیکھ چکی ہو لہٰذا یہ یقیناً اسے جانتی ہے اور یہ سب کچھ اس وقت ہُوا تھا جب میں اُس آدمی کے بارے میں اس لڑکی سے گفتگو کر چکا تھا۔ میرا خیال تھا کہ اس نے مجرموں کو فون کر کے مجھے جال میں پھنسایا ہے۔"

"میں حیران ہوں کہ سیکرٹ سروس والوں نے بینی باشا کلب سے نکلتے ہی تمھیں بھی کیوں اس طرح گرفتار نہیں کیا جس طرح کہ وہ مجھے اٹھا کر لے گئے تھے۔"

"کیونکہ یہ ٹیم تمھارے ساتھ مصروف تھی اور ان کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ واپس آ کر میرا انتظار کرتے اس کے لیے انھیں اچھا خاصا وقت صَرف کرنا پڑتا۔"

کھانا لگ چکا تھا اور انھیں باتیں کرتے خاصی دیر ہو گئی تھی۔ باقی وقت میں انھوں نے خاموشی کے ساتھ کھانا کھایا۔

کھانا ختم کرتے ہی صفدر نے کہا۔ "آج سہ پہر کے بعد کرنل کے ساتھ میری ملاقات طے پائی ہے۔ میرا خیال ہے جاپانی سیکرٹ سروس کا یہ مخصوص محکمہ بھی اسی کیس پر کام کر رہا ہے جس پر مجھے متعین کیا گیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ ہمارے ساتھ مل کر کام کرنے کے لیے رضامند ہو جائیں گے۔ اس سے ہمیں کچھ آسانی ہو جائے گی۔"

"یہ بات بڑی دلچسپ ہے۔ فرض کرو یہ لڑکی ابھی تک اسی خیال میں ہے کہ ہم فرار ہو چکے ہیں... میرا مطلب ہے جو کچھ ہمارے ساتھ ہُوا ہے، اُس کی بھنک اس کے کانوں

کسی مشاعرے میں ایک نومشق شاعر اپنا غیر موزوں کلام پڑھ رہے تھے۔ اکثر شعراء آداب محفل کو ملحوظ رکھتے ہوئے خاموش تھے۔ لیکن جوش صاحب پورے جوش و خروش سے ایک ایک مصرعے پر داد و تحسین کی بارش کیے جا رہے تھے۔

گوپی ناتھ امن نے انھیں ٹوکتے ہوئے پوچھا: "قبلہ یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟"

"منافقت" جوش صاحب نے سنجیدگی سے جواب دیا اور پھر داد دینے میں مصروف ہو گئے۔

میں نہیں پڑی تو یہ پھر بھاگ جائے گی۔"

"وہ اب تک فون کر چکی ہے" صفدر نے کہا۔

"تمہارا مطلب ہے۔ اس نے ہمیں دیکھ لیا ہے؟"

"اگرچہ وہ اس وقت ہماری طرف متوجہ نہیں ہے لیکن میں تمہیں یقین دلا سکتا ہوں کہ اس نے ہمیں بہت پہلے دیکھ لیا تھا۔"

عین اسی لمحے ٹاکیدا اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کے ساتھی نے اخلاقاً اسے اُٹھنے میں مدد دی۔ وہ تنہا دروازے کی طرف بڑھی اور اس کا ساتھی دوبارہ بیٹھ گیا۔

"یہ کہاں جا رہی ہے؟"

"اگر تم بُرا نہ مانو تو میں اس کا تعاقب کر کے ابھی دیکھ آتا ہوں" صفدر اُٹھ کھڑا ہوا۔

ایوا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

وہ میز سے ہٹ کر دروازے کی طرف بڑھا اور پھر سیدھا کلوک روم میں گیا لیکن ٹاکیدا وہاں نہیں تھی۔

اس نے ہال میں ایک نظر دیکھا اور پھر اچانک ہی اس کی نظر پڑ گئی۔ ٹاکیدا اس سے تیس فٹ کے فاصلے پر کھڑی اس کی طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ صفدر اس کی طرف بڑھ گیا۔

"ہیلو..." اس نے قریب پہنچ کر کہا "کیا میں ہی وہ خوش نصیب آدمی ہوں جس کا تم اتنی بے تابی سے انتظار کر رہی ہو؟"

وہ بدستور مسکراتی ہوئی اثبات میں سر ہلانے لگی۔

"مجھے توقع نہیں تھی کہ تم سے اس قدر جلد ملاقات ہو جائے گی" صفدر بولا۔

"ہمیں یہاں نہیں کھڑے رہنا چاہیے۔ آؤ" ٹاکیدا بولی "آگے چلتے ہیں"

وہ دونوں ہال کے آخری حصے کی طرف بڑھ گئے۔

"میں اس مہم کے لیے تمہارا شکر گزار ہوں، جس سے رات تم نے مجھے دوچار کیا تھا" صفدر نے طنزیہ لہجے میں کہا "میں خاصا محظوظ ہوا ہوں"

"اب جب کہ تم نے وہ بات چھیڑ ہی دی ہے تو میرا خیال ہے مجھے اپنی پوزیشن صاف کر دینی چاہیے۔ دراصل میں تمہارے ساتھ وقت نہیں گزار سکتی تھی"

"میں تم سے کب دوبارہ مل سکتا ہوں، بہت سی باتیں وضاحت طلب ہیں"

"میں تمہیں بینی باشا کلب میں وقت دے سکتی ہوں"

"لیکن میں ہر رات تمہارے آدمیوں سے مقابلہ نہیں کر سکتا"

"کلب بند ہونے کے وقت آؤ۔ میں کوشش کروں گی کہ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آئے"

"ٹھیک ہے لیکن اس مرتبہ جگہ کا تعین میں خود کروں گا" صفدر نے کہا۔

"خدا حافظ" اس نے اچانک کہا "ممکن ہے میں آج رات ہی تم سے مل لوں"

وہ وہاں سے چلی گئی اور صفدر اپنی میز پر لوٹ آیا۔

ایوا نے اس پر ایک سرد نگاہ ڈالی اور بڑبڑانے لگی۔

صفدر زیر لب مسکرانے لگا۔ وہ جانتا تھا کہ اس عورت سے اس کا کوئی تعلق نہیں لیکن وہ اپنے نام نہاد شوہر کے ساتھ بھی کسی عورت کا وجود برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

"کیا بات ہے؟" صفدر نے بیٹھتے ہوئے کہا

کوئی جواب نہیں ملا۔ صفدر نے بغور اس کی طرف دیکھا۔ وہ تن کر بیٹھی ہوئی تھی۔ جیسے اس کا وجود بیٹھے بیٹھے ہی اکڑ گیا ہو۔ اس کے دونوں ہاتھ سختی سے میز کی ٹاپ پر جمے ہوئے تھے۔ صفدر نے اس کے ہاتھوں میں ہلکی سی کپکپاہٹ محسوس کر لی تھی۔

"کیا بات ہے ایوا؟" اس نے گھبرا کر کہا۔

"کوئی بات نہیں۔" ایوا نے تلخی سے کہا۔ "میری طرف سے تم جہنم میں جاسکتے ہو۔" یہ کہہ کر اس نے اپنا پرس میز سے اٹھایا اور ہال سے نکل گئی۔ صفدر اسے حیرت سے دیکھتا رہ گیا۔

صفدر جب سے ایوا کے فلیٹ میں آیا تھا، اس نے غالباً دسویں بار کلائی کی گھڑی پر وقت دیکھا تھا۔ اس وقت تقریباً چار بج رہے تھے۔ کرنل کووسکی سے ملاقات میں ابھی بہت دیر باقی تھی۔

وہ باتھ روم سے باہر نکلا۔ سامنے ہی بیڈ روم میں وہ بستر بے ترتیب سا دکھائی دے رہا تھا، جہاں اس کے جاپانی قیدی کا گلا گھونٹ کر ہلاک کیا گیا تھا۔ وہ دل میں سوچنے لگا کہ کیا ایوا اس بستر پر پرسکون نیند سو سکے گی۔ لیکن وہ کیا کر رہی ہے؟ وہ ابھی تک گھر واپس کیوں نہیں آئی؟

صفدر کچھ دیر ریستوراں میں بیٹھا رہا تھا، پھر باہر نکل کر ایک ٹیکسی لی اور سیدھا ایوا کے فلیٹ آگیا تھا۔

اسے توقع تھی کہ ایوا گھر پہنچنے کے بعد قدرے دوستانہ موڈ میں آگئی ہوگی لیکن وہ تو گھر پہنچی ہی نہیں تھی۔

وہ ہال میں گیا اور اپنا رین کوٹ لیا... دفعتاً اس کا ذہن بدل گیا اور وہ دوبارہ کمرۂ نشست میں آگیا۔ پھر ایک کاغذ کے پرزے پر ایک پیغام لکھنے لگا۔

"میں سات بجے کے قریب واپس آؤں گا،
پلیز میرا انتظار کرنا... تمہارا ڈیوڈ۔"

ابھی اس نے پیغام کو میز پر نمایاں کر کے رکھا ہی تھا کہ دروازے میں چابی گھومنے کی آواز سن کر چونک پڑا۔

وہ ہال کمرے میں پہنچا تو ایوا دروازہ بند کر رہی تھی۔ جب وہ اس کی طرف گھومی تو اس کے چہرے پر عجیب سے لیکن قابلِ رحم تاثرات چھائے ہوئے تھے۔

"تم اب تک کہاں تھیں؟" اس نے تلخ لہجے میں کہا اور اسے گھورنے لگا۔

وہ سر جھکائے دو قدم آگے بڑھی۔ بمشکل تھوک نگلا اور اپنا پرس میز پر رکھ دیا۔ پھر آہستگی سے سر اٹھایا اور اس کی طرف دیکھنے لگی۔ اس کا چہرہ بجھا ہوا تھا آنکھوں میں غم کے سائے لہرا رہے تھے۔

صفدر نے سوچا کہ اسے فلیٹ سے رخصت ہو جانا چاہیے۔ اسے کرنل کووسکی سے اس مشن کی اہم ترین ملاقات کرنی تھی۔

"مجھے پانچ بجے کرنل کووسکی سے ملنا ہے۔" اس نے نرم لہجے میں کہا۔ "میں جلد ہی واپس آجاؤں گا۔"

یہ سنتے ہی ایوا زرد پڑ گئی۔ صفدر نے اس کے چہرے کے اس پھیکے رنگ سے خود کو محفوظ رکھنے کے لیے منہ پھیر لیا۔ "مجھے افسوس ہے بے انتہا افسوس۔" صفدر نے کہا۔ "میں تمہیں چاہتا ہوں۔ لیکن مجھے اس وقت جانا چاہیے۔"

وہ پلٹا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے پیروں کے تلوے فرش سے چپک رہے ہوں۔ اچانک اس کی سماعت سے ایوا کی غیر جذباتی آواز ٹکرائی اور صفدر کا پورا جسم انجانے خوف کی شدت سے کانپ گیا۔ "اگر تم اس وقت گئے تو پھر مجھے کبھی نہیں دیکھ سکو گے۔"

صفدر ایک جھٹکے سے رک گیا۔ اس عورت کی گہری آنکھوں نے اس کے حواس پر گہرا اثر کیا تھا۔ ایوا کی بات سن کر اس کے ذہن میں فوراً یہ خیال آیا کہ باب کوک کو فون کر کے کہہ دے کہ ملاقات کا وقت ملتوی کر کے اگلے روز صبح کے لیے طے کر لے لیکن عین اسی لمحے اسے خیال آیا کہ باب کوک نے ایوا سے تعلقات کے بارے میں محتاط رہنے کا مشورہ دیا تھا۔

اسے چاہیے تھا کہ صرف اپنے کام سے کام رکھے صفدر کو اس سے پہلے کبھی ایسی حالت سے دوچار ہونے موقع نہیں ملا تھا۔ کبھی کوئی عورت اس کے دماغ پر حاوی نہیں ہوئی تھی۔ اس نے سوچا کہ اگر اس وقت اپنے ملک میں ہوتا تو کیا ایکسٹو کی موجودگی میں وہ محض ایک عورت کے لیے کسی فرض سے غفلت برت سکتا تھا۔

کوئی انجانا سا خوف اسے دروازے کی طرف دھکیلنے لگا۔ وہ اس ان جانے احساس کو بہت کوشش کے باوجود کوئی خاص معنی نہیں پہنا سکا۔ اس نے دوبارہ رین کوٹ اٹھا لیا۔

ابھی وہ بیرونی دروازے کے قریب ہی پہنچا تھا کہ دفعتاً ایوا کے پکارنے کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

وہ واپس پلٹا اور دیکھا کہ ایوا اس کے پیچھے آ رہی ہے اور اس کا چہرہ زرد ہو رہا ہے۔ "تم جا رہے ہو ڈیوڈ؟" اس نے

کہا: "میری کار لیتے جاؤ۔ گاڑی عمارت کے سامنے کھڑی ہے اور یہ رہیں چابیاں!"

ایوا نے بیگ سے چابیاں نکال کر اس کے حوالے کر دیں۔

صفدر خاموشی سے باہر نکل آیا۔ اس کے پیچھے دروازہ بڑے ہی غصیلے انداز میں ایک دھماکے سے بند ہوا تھا۔ سب کچھ ختم ہو چکا تھا۔ صفدر کا ذہن پُرسکون ہو چکا تھا لیکن نہ جانے کیوں اس کے دل میں ہلکی سی کسک باقی تھی۔

نیچے اترنے کے لیے اس نے لفٹ استعمال نہیں کی اور اُسے یوں محسوس ہوا جیسے وہ سینکڑوں میل تک یونہی بے خیالی میں چلتا رہے گا۔ وہ فٹ پاتھ پر آگیا۔ سورج چمک رہا تھا لیکن اب اس کی چمک بھی دھندلا رہی تھی۔ اس نے عمارت کے سامنے ہی کچھ فاصلے پر ایوا کی شیورلیٹ کار کھڑی دیکھی اور ادھر بڑھ گیا۔

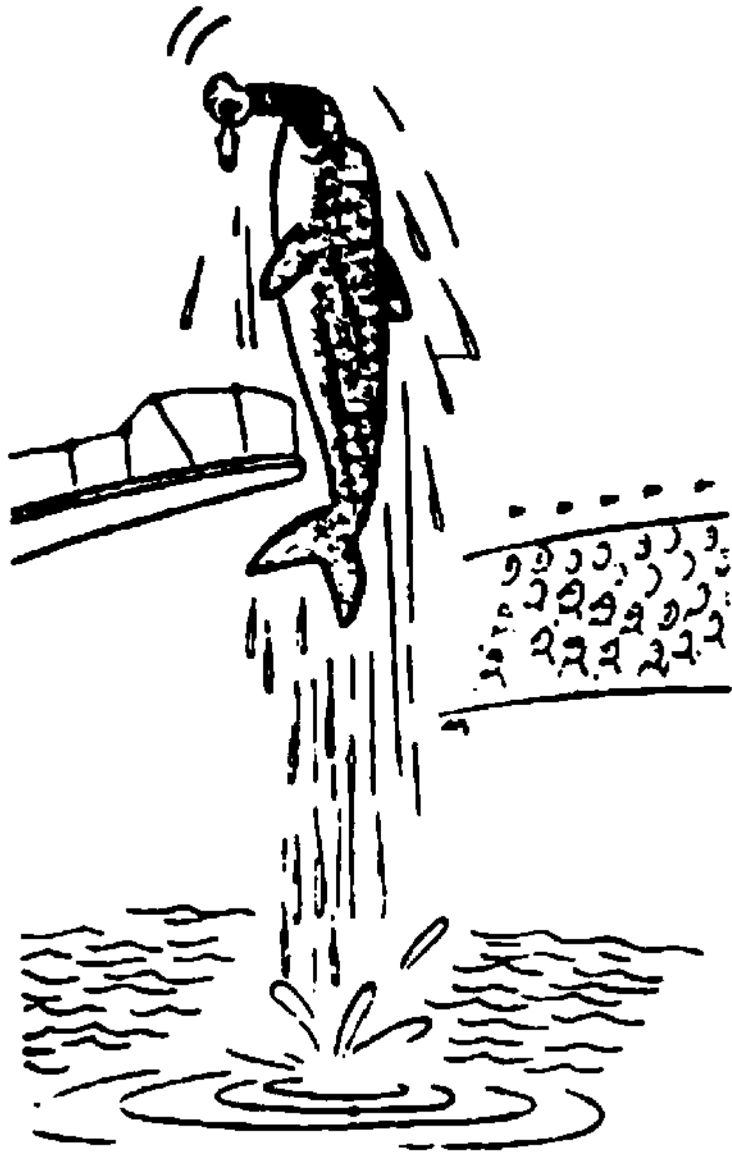
اس نے گاڑی اسٹارٹ کرنے کی کوشش کی لیکن انجن نے جھرجھری تک نہیں لی۔ صفدر نے ایک مرتبہ پھر کوشش کی لیکن اُسے کامیابی نہ ہو سکی۔ بیٹری مُردہ ہو چکی تھی۔ اس عالم میں تو گاڑی کو دھکا لگا کر بھی اسٹارٹ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ نیچے اتر آیا اور زیرِ لب بڑبڑانے لگا۔

سامنے سے اُسے ایک ٹیکسی آتی دکھائی دے رہی تھی۔ صفدر نے اُسے ہاتھ کے اشارے سے روکا اور ابھی بیٹھنے ہی جا رہا تھا کہ یکایک ایک آواز سُن کر ٹھٹک گیا: "خاموشی سے بیٹھ جاؤ، اگر زندگی پیاری ہے تو کوئی غلط حرکت نہ کرنا۔" آواز انتہائی سخت اور جارحانہ تھی

صفدر کی نگاہ ٹیکسی کے آئینے کی طرف اُٹھ گئی اور وہ ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔

وہ شخص دس فٹ پیچھے کھڑا تھا۔ اس کے انداز سے پھرتیلا پن مترشح تھا جیسے وہ صفدر کی ایک ذرا سی حرکت پر کسی نہ کسی ردِ عمل کا اظہار کر دے گا۔ اس کے بائیں ہاتھ میں ریوالور تھا اور ریوالور کی نال پر سائیلنسر صاف دکھائی دے رہا تھا، لیکن ان سب چیزوں پر مفلر لپٹا ہوا تھا۔

صفدر اس قسم کے خطرات میں گھِر کر فوراً ہی چاق و چوبند ہو جاتا تھا۔ کچھ دیر پہلے اس کے حواس پر جو ایک جمود سا طاری تھا، وہ فوراً ہی چھٹ گیا اور اگلے ہی لمحے وہ ہر عمل



کے لیے تیار ہو گیا۔

ایک چھوٹی سی کار موڑ پر پارکنگ کی جگہ تلاش کر رہی تھی۔ صفدر ٹیکسی میں داخل ہو گیا اور پھر اندر داخل ہوتے ہی وہ سامنے والا دروازہ کھول کر باہر کود گیا۔

وہ اس ڈرائیور کی نگاہوں سے بال بال محفوظ رہا تھا جو کار پارک کرنے کے لیے جگہ تلاش کر رہا تھا۔ کار کے پہیوں کے چیخنے کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ صفدر سامنے کے فٹ پاتھ کی طرف بھاگا۔ سامنے ہی ایک گلی تھی۔ فٹ پاتھ پر لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ ان میں پہنچ کر وہ خطرے کی زد سے نکل سکتا تھا۔

وہ ایک موڑ پر رُک کر عقب میں دیکھنے لگا۔ ٹیکسی ڈرائیور موقع پا کر تیز رفتاری سے بھاگ نکلا تھا جب کہ چھوٹی کار اس وقت بھی جہاں تھی وہیں کھڑی رہی۔ اس کار کا ڈرائیور غالباً یہ دیکھ رہا تھا کہ کیا واقعہ ہوا ہے۔

صفدر نے سوچا کہ حملہ آور موڑ کی طرف گھوم کر ایک مرتبہ پھر اس پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کریں گے۔ اگر اُسے خطرے سے محفوظ رہنا تھا تو ایک ہی صورت باقی تھی

کہ جس قدر بھی جلد ممکن ہو غائب ہو جائے۔

صفدر نے کچھ فاصلے پر ایک جسیم آدمی کو ٹیکسی سے اترتے دیکھا تو وہ اس ٹیکسی کی طرف بھاگا۔ اس سے پہلے کہ ٹیکسی آگے بڑھ جاتی، وہ اس کے قریب پہنچ گیا۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ ڈرائیور کے علاوہ کوئی دوسرا ٹیکسی میں نہیں ہے تو وہ لپک کر اندر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے ڈرائیور کو سیدھا امپیریل ہوٹل چلنے کو کہا۔

ٹیکسی ایک دم اسٹارٹ ہو گئی۔ صفدر سیٹ کے ایک کونے میں دبک گیا تاکہ وہ واضح طور پر دکھائی نہ دے سکے۔ ماضی میں بھی ایسے کئی حادثات ہو چکے تھے کہ کار نے عین وقت پر دھوکا دیا تھا اس کے لیے ایک قدم اٹھانا دوبھر ہو جاتا تھا۔ صفدر حیران تھا کہ صرف چند منٹ میں ایوا کی کار کی بیٹری کس طرح ڈاؤن ہو گئی۔ وہ دل ہی دل میں سوچ کر رہ گیا کہ اگر وہ ایوا کی بات مان کر فلیٹ میں ٹھہر جاتا تو ممکن تھا کہ وہ اس وقت مجرموں کے چنگل میں پھنس گیا ہوتا۔ بروقت تدبیر سے وہ ایک عذاب سے محفوظ رہ گیا تھا۔

یہ بات واضح تھی کہ وہ لوگ عمارت کی نگرانی کر رہے تھے۔ گویا وہ اچانک حملہ کرنا چاہتے تھے جس میں انھیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

جب انھوں نے ایوا کو عمارت میں داخل ہوتے دیکھا تو اس وقت یقیناً مجرموں کا کوئی آدمی وہاں تھا جس نے کار کی بیٹری کو فوری طور پر ناکارہ کر دیا اور اس کے بعد وہ صفدر کا انتظار کرنے لگا۔ گویا اسے توقع تھی کہ وہ باہر ضرور نکلے گا۔۔۔ لیکن مجرم انتظار کس کا کر رہا تھا؟ اس کا یا ایوا کا۔ وہ اس بارے میں غور کرتا رہا لیکن کوئی واضح صورت سامنے نہ آسکی۔

اب صفدر کے پاس صرف ایک دھندلا سا جواز تھا، اور وہ یہ کہ مجرم اسے راستے سے ہٹانا چاہتے ہیں تاکہ وہ ایوا سے بآسانی رابطہ قائم کر سکیں۔ اگر یہی بات تھی تو ایوا خطرے میں ہے، صفدر نے سوچا۔

جلد ہی وہ امپیریل ہوٹل پہنچ گیا۔ ہوٹل میں داخل ہو کر وہ سیدھا لابی کی طرف بڑھ گیا۔ لابی کے بعد وہ کلوک روم میں پہنچا۔ کلوک روم کی کلرک سے ٹیلی فون بوتھ کے لیے ایک ٹوکن خرید کر وہ کیبن میں گھس گیا اور جلدی جلدی ایوا کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔ جلد ہی دوسری طرف سے ریسیور اٹھا لیا گیا۔ "میں ڈوڈو بول رہا ہوں۔" صفدر نے کہا۔ "کیا تم تنہا ہو؟"

"ہاں!" ایوا نے سخت لہجے میں جواب دیا۔ "کیوں؟"

"میری بات توجہ سے سنو۔"

"کیا میں تمھارے احکامات کی پابند ہوں؟" اس نے چڑچڑے پن کا مظاہرہ کیا۔

"جب میں تمھارے فلیٹ سے نیچے اترا تو تمھاری گاڑی کی بیٹری خراب تھی۔ میں نے ایک ٹیکسی میں بیٹھنا چاہا تو دو آدمیوں نے مجھ پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش لیکن میں جیسے تیسے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ اغوا کی اس کوشش سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مجھے راہ سے ہٹانا چاہتے ہیں تاکہ تم سے آسانی سے رابطہ قائم کر سکیں۔ بہرحال وہ اپنے اس پروگرام میں تبدیلی بھی کر سکتے ہیں، لہٰذا دروازہ مقفل کر لو اور کسی کی آمد پر اسے مت کھولو۔ میرے پاس فلیٹ کی چابی موجود ہے، اگر میں آیا تو اسے استعمال کر کے اندر آسکتا ہوں۔ فرض کرو، وہ چابی مجھ سے کھو جائے تو تم اس وقت تک دروازہ نہیں کھولو گی، جب تک واضح طور پر میری آواز پہچان نہ لو۔" صفدر نے یہ کہہ کر ریسیور ہک پر لٹکا دیا۔

وہ کلوک روم سے نکل کر شاپنگ گیلری میں پہنچا اور پھر اس کے دوسرے دروازے سے نکل کر بازار میں آگیا۔ کچھ دور تک وہ پیدل ہی چلتا رہا۔ اس دوران وہ پوری طرح محتاط رہا اور جب اسے یقین ہو گیا کہ کوئی اس کے تعاقب میں نہیں ہے تو اس نے ایک خالی ٹیکسی کو ہاتھ کے اشارے سے روک لیا۔ ٹیکسی میں بیٹھ کر صفدر نے جیب سے وہ لفافہ نکالا جس میں کرنل کووسکی کے نام خط رکھا ہوا تھا اور جس پر باب کوک نے جاپانی زبان میں ایڈریس بھی لکھ دیا تھا۔

اس نے لفافہ ڈرائیور کے سامنے کیا اور اسے ہدایت کی کہ اس مقام پر پہنچا دے۔ وہ تھوڑی دیر بعد اس جگہ پر پہنچ گئے۔

کرنل کووسکی ایک درمیانے قد کا سفید بالوں اور لمبی مونچھوں والا آدمی تھا۔ درمیانی عمر کا یہ فوجی آفیسر اس وقت دھاری دار پتلون اور سیاہ کوٹ میں ملبوس تھا۔

صفدر نے بظاہر اس کی شخصیت کو پسند کیا۔ صفدر پر نگاہ پڑتے ہی وہ پذیرائی کے لیے اُٹھ کھڑا ہُوا۔ جب وہ صفدر سے مخاطب ہُوا تو اس نے محسوس کیا کہ کرنل امریکن لہجے میں بہترین انگریزی بول سکتا ہے۔

صفدر اطمینان سے اس کرسی پر بیٹھ گیا جس کی طرف کرنل نے اشارہ کیا تھا۔ اس نے بیٹھتے ہی کہا۔ "مجھے تم سے مل کر بے پناہ خوشی ہو رہی ہے کرنل اور اس کے ساتھ ساتھ مجھے اس غلط فہمی پر افسوس ہے جو کل رات ہمارے درمیان پیدا ہو گئی تھی۔"

"ہمیں بھی اس پر افسوس ہے، بہر حال جو کچھ ہو چکا ہے اس کا تذکرہ بے کار ہے۔" کرنل نے نرم لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے کرنل۔" صفدر نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "میں چاہتا ہوں کہ مستقبل میں ہم ایک ساتھ کام کریں تاکہ اس قسم کا حادثہ دوبارہ پیش نہ آسکے اور تمھیں غالباً اپنے ایک اچھے آدمی کے ضائع ہونے کی اطلاع بھی ہے۔"

یہ ایک نازک موقع تھا۔ صفدر نے سوچا کہ براہِ راست اُن کے ایجنٹ کی موت کا تذکرہ کرنے کی بجائے اسے رفتہ رفتہ وہاں تک پہنچنا چاہیے۔ "میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ تمھارے اس ایجنٹ کی موت میں میرا بالکل ہاتھ نہیں ہے... حالانکہ میں اسے دشمن ہی تصور کر رہا تھا۔"

"مجھے اعتبار ہے۔"

"لاش تمھیں مل جائے گی۔ محکمے نے اُسے سرد خانے میں حفاظت سے رکھ دیا ہے۔ اس سلسلے میں تم باب کوک سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔"

ایک بار پھر خاموشی طاری ہو گئی۔

"مسز ڈیوڈسن اس سلسلے میں وہ واحد عورت ہے جس پر ہم دونوں کا براہِ راست انحصار ہے۔ میں جانتا ہُوں کہ تم بھی اپنے طور پر اس کیس کو ہاتھ میں لے چکے ہو۔ اس لیے اگر ہم معلومات کا تبادلہ کر لیں تو ہمیں بہت بڑی کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔" کرنل کے ہونٹ بھنچ گئے۔ یقیناً اس کی کوئی خاص وجہ تھی لیکن صفدر فوری طور پر اس کا اندازہ نہ لگا سکا۔

"کیا تم ڈیوڈسن نہیں ہو؟"

"نہیں!" اس نے اقرار کیا۔ "میں ڈیوڈسن نہیں ہُوں۔ بلکہ مجھے ایک خصوصی ایجنٹ کی حیثیت سے یہاں طلب کیا گیا ہے۔ میرا خیال ہے یہ بات باب کوک نے تمھیں بتا دی ہو گی۔ میں اس کیس کے بارے میں جو کچھ جانتا ہوں، تمھیں بتا دیتا ہُوں اور تم مجھے بتاؤ گے کہ تم نے اس سلسلے میں اب تک کیا کیا ہے اور تم کس طرح اس کیس کی طرف متوجہ ہوئے ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ تم شروع ہو جاؤ۔" کرنل بولا۔

کچھ دیر غور کرنے کے بعد صفدر نے ایوا کی مہم کے بارے میں اپنی معلومات بڑے ہی محتاط انداز میں اُگلنی شروع کیں۔ اس نے وہ تمام باتیں کرنل کو بتا دیں جن سے وہ اب تک دوچار ہُوا تھا۔

کرنل کو وسکی بغیر مداخلت کیے یا کسی قسم کی رائے زنی کیے بغیر ہی اس کی باتیں سنتا رہا۔ جب اس کی کہانی ختم ہوئی تو وہ بولا۔ "مسز ڈیوڈسن کی طرف ہماری توجہ مبذول کرانے میں ایک گمنام مخبر کا ہاتھ ہے۔ اس گمنام اطلاع کے بعد ہم نے مسز ایوا کی نگرانی شروع کر دی۔ ہم نے تم دونوں کا آساکوسا اسٹیشن تک تعاقب بھی کیا۔ ہم سوچ رہے تھے کہ کہیں تم دونوں ہی کسی مشکوک کام میں معروف نہ ہو یہی وجہ تھی کہ ہم نے اس کیس میں مداخلت کی۔"

"اگر تمھارے آدمیوں نے واقعی ہمارا تعاقب کیا تھا تو پھر یقیناً انھوں نے اس آدمی کا بھی پیچھا کیا ہو گا جس سے ملنے کے لیے مسز ایوا ڈیوڈسن گئی تھی۔"

"کیا وہی جس کا تم نے یوشی وارا تک تعاقب کیا تھا؟"

"ہاں۔" صفدر نے کہا۔

"جب میرے آدمیوں نے تمھیں اس کا تعاقب کر کے بازارِ حسن میں پہنچتے دیکھا تو انھوں نے توجہ تبدیل کر دی۔ میرا خیال ہے وہ اس دوران عقبی حصے سے غائب ہو گیا ہو گا۔" کرنل نے خیال آرائی کی۔

"اس قابلِ احترام گھرانے کا مینجر بھی اس شخص کے جرم میں شریک تھا۔ وہی مجھے باغیچے تک لے گیا تھا جہاں دوسرے لوگ میرا انتظار کر رہے تھے اور اس کے بعد جب میری آنکھ کھلی تو میں بستر پر تھا۔ غالباً خاصی دیر بعد میری آنکھ کھلی تھی۔"

"اوہ۔ تو وہ باغیچے میں تھے؟"

"میرا خیال ہے تم لوگ مجھ سے زیادہ اختیارات کے مالک ہو۔ اگر تم چاہو تو اس گھر کی نجی طور پر تلاشی لی جا

سکتی ہے۔" صفدر بولا۔

"فکر نہ کرو۔ ہم اس پر عمل کریں گے۔"

"میں ابھی اس بات سے آگاہ نہیں ہو سکا کہ ہمارا مدِمقابل کون ہے اور مجھے یقین ہے کہ مجرم اب ہمارے اقدام کا انتظار کرنے کے لیے خاموش نہیں رہے گا۔ انھوں نے آج بھی مجھ پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ جب میں تم سے ملنے کے لیے فلیٹ سے نکلا تو پیچھے اُن کے دو آدمی موجود تھے۔ گاڑی کی بیٹری خراب کی جا چکی تھی۔ اگر میں ایک لمحے کی بھی تاخیر کر دیتا تو وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے ہوتے۔" صفدر نے بتایا۔

"تمھارا نظریہ مجھے خاصا پسند آیا ہے لیکن بدقسمتی سے میں تنہا ہی اس بات کا فیصلہ نہیں کر سکتا۔ جب تم یہاں سے چلے جاؤ گے تو میں اس سلسلے میں باس سے گفت گو کروں گا۔"

"کیا ہم باس سے ایک ساتھ نہیں مل سکتے؟" صفدر نے بے چینی سے کہا۔

"نہیں اس سے ملاقات کے لیے اجازت لینا پڑتی ہے۔" کرنل نے بتایا۔ "آج رات تم ٹاکیدا سے ملاقات کرنے جا رہے ہو۔ یہ اچھی بات ہے۔ اس دوران میں باس سے گفتگو کر لوں گا۔ مس ٹاکیدا تمھیں ہر بات کی اطلاع دے دے گی۔ آج رات تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ باس کا تمھاری تجویز کے بارے میں کیا فیصلہ ہے۔"

"میرا خیال ہے مس ٹاکیدا کا تمھارے محکمے میں ایک اہم مقام ہے۔" وہ بولا۔

"روایتی طور پر ہمارے معاشرے میں عورت کو پاؤں کی جوتی سمجھا جاتا ہے، لیکن میرا خیال ہے جب سے ہم نے جنگ ہاری ہے یہ روایت ختم ہوتی جا رہی ہے۔"

صفدر کو احساس ہو گیا کہ اب وہاں رُک کر مزید جدوجہد کرنا بے کار ہے۔ کرنل نے جواباً اسے معلومات منتقل کرنے کی ہلکی سی بھی کوشش نہیں کی تھی اور کوئی اُسے اس بات پر مجبور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ نتیجتاً وہ کھڑا ہو گیا۔

"میرا خیال تھا کہ ہماری اس ملاقات سے حتمی قسم کے نتائج ظاہر ہوں گے۔ میں اب یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ تم مجھ سے تعاون کرنے پر آمادہ نہیں ہو اور میں تمھیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں تمھاری معلومات کے بغیر بھی بہترین انداز میں معاملات سے نمٹ سکتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ آج رات کوئی نہ کوئی واضح صورتِ حال ضرور سامنے آئے گی۔"

"مجھے بھی یقین ہے۔" کرنل نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

صفدر اس سے مصافحہ کر کے باہر آ گیا۔

باہر نکل کر صفدر نے ہاتھ کے اشارے سے ایک ٹیکسی کو روکا۔ ٹیکسی کی عقبی نشست پر بیٹھتے ہی وہ کرنل کو وسکی کے عجیب و غریب اور ناقابلِ فہم رویّے پر غور کرنے لگا اور جب اسے محسوس ہوا کہ وہ ایوا کی عمارت کے قریب پہنچ چکا ہے تو وہ چونک پڑا۔

وہ اس دوران ذہنی طور پر اس قدر اُلجھا ہوا تھا کہ اس نے ٹیکسی ڈرائیور کو غلط ایڈریس بتا دیا تھا۔ اس وقت فلیٹ واپس آنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی بلکہ وہ باب سے مل وہ کار حاصل کرنا چاہتا تھا جس کے لیے اس نے وعدہ کیا تھا۔ چونکہ وہ اس جگہ آ ہی گیا تھا، اس لیے صفدر نے سوچا کہ ایوا کی خبر بھی لیتا جائے۔

حالات اب ایسی ڈگر پر چل رہے کہ کسی بھی وقت کوئی اَن ہونی ہو سکتی تھی۔

وہ ٹیکسی سے اُترا اور کرایہ ادا کر کے فلیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

لفٹ سے اُتر کر اس نے دروازے کا قفل کھولا اور پھر دروازہ مقفل کر کے اندر آ گیا۔ فلیٹ پر خاموشی طاری تھی۔ اس نے ایوا کو پکارا لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔

صفدر کا دل زور سے دھڑکنے لگا۔

وہ ایک کمرے سے ہوتا ہوا جب کمرۂ نشست میں پہنچا تو وہاں ایوا دکھائی دی، لیکن اس کی حالت دیکھ کر صفدر کا دل اچھل کر حلق میں آ رہا۔

اس کی غیر موجودگی میں اس فلیٹ میں کوئی غیر معمولی بات ہوئی تھی۔

وہ اس کے قریب پہنچا تو ایوا کے چہرے پر تشنج کی سی کیفیت طاری تھی۔ یہ علامت شدید خوف اور اذیت کی بنا پر بھی ہو سکتی تھی۔ "ایوا..." اس نے نرم لہجے میں کہا۔ "کیا بات ہے؟"

"وہ آیا تھا۔" ایوا نے سرگوشی کی۔

صفدر ٹھٹک کر رہ گیا۔ اُسے یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ ایوا کا اشارہ کس جانب ہے۔ یقیناً اس کی غیر موجودگی میں

ماہنامہ اِشارہ کی ایک نئی سلسلے وار کہانی

کنگ فو، جیو جِتسو، کراٹے اور جوڈو کا فقید المثال پیکر



بد قسمت اتنا کہ جنم لینے کے لیے اُسے ماں کی کوکھ بھی نصیب نہ ہوسکی۔

فولاد سے بھی زیادہ سخت لیکن پھول کی پتّی جیسے گداز کا حامل۔

مارشل آرٹ اُس کی فطرتِ ثانیہ ہے۔

مجسم شیطان جس کی مسکراہٹ نیک ہے۔

نت نئی خواب گاہوں کا متلاشی۔

جنونی، بے رحم، مکّار، گوشت پوست کا آتش فشاں۔

نئے دور کا ہیرو | نئی نسل کا آئیڈیل | نئی پود کا پسندیدہ

آیندہ شمارے سے ملاحظہ کیجیے

وہی ناقابلِ فہم اور خوش لباس جاپانی آیا تھا جو شروع دن سے ہی اس کے لیے دردِ سر بنا ہُوا تھا! وہ اندر کس طرح داخل ہُوا تھا؟" صفدر نے حیرت سے کہا۔

"اس کے پاس چابی تھی۔ میں نے قفل کھُلنے کی آواز سنی تو یہی سمجھی کہ باہر تم ہی ہو۔" ایوا نے جواب دیا۔

"وہ کب آیا تھا؟"

"تمھاری کال کے فوراً بعد۔"

صفدر دل ہی دل میں خود کو کوسنے لگا۔ اس سے ایک فاش غلطی ہوئی تھی۔ اُسے چاہیے تھا کہ وہ ایوا کو دروازہ بولٹ کرنے کی بھی ہدایت کر دیتا اس کے علاوہ کوئی کوڈ ورڈ بھی بنا لینا چاہیے تھا تاکہ چابی سے قفل کھولنا ہی کافی نہ ہوتا۔ اگر وہ اس قسم کی پیش بندی کر لیتا تو یقیناً ایوا اس تکلیف دہ صورتِ حال کا شکار نہ ہوتی جس نے اس کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔ وہ کھڑا ہو گیا۔ "میں ابھی آتا ہُوں۔" اس نے کہا اور تیزی سے دوسرے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

جلدی جلدی تمام کمروں اور باتھ روم کی تلاشی لینے کے بعد وہ مطمئن ہو گیا کہ فلیٹ میں اُن کے علاوہ کوئی اور موجود نہیں ہے تو وہ سیدھا کچن میں چلا گیا۔ کافی تیار کر کے وہ دو کپ لیے واپس اسی کمرے میں آ گیا جہاں ایوا بے سُدھ ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ صفدر نے کافی کا پیالا اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ دونوں کافی کی کی چسکیاں لیتے ہوئے ایک دوسرے کو گھُورتے رہے۔

جب وہ کافی پی چکی تو صفدر نے پیالا نیچے رکھ دیا۔

"مجھے بتاؤ، ہُوا کیا ہے؟"

ایوا نے اُسے سب کچھ بتا دیا۔ "اس کا کہنا ہے کہ وہ سب کچھ سمجھ چکا ہے۔ اس نے یہ الزام لگایا کہ میں نے اُسے ڈبل کراس کیا ہے۔ اس کا خیال ہے میں تمھیں سب کچھ بتا چکی ہوں اور تمھاری ہمدردی حاصل کر چکی ہُوں۔"

وہ کچھ دیر کے لیے رُک رُک کر بے ترتیب سانسوں کو درست کرتی رہی۔ "وہ تمھیں میرا حقیقی شوہر سمجھتا ہے۔ اس نے یہ کہا کہ تم نے اس معاملے میں ملوث ہو کر بڑی غلطی کی ہے۔ کل رات اسی نے تمھارے قیدی کو قتل کیا تھا۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس نے مجھے بلیک میل کرنے کی جو پہلی کوشش کی تھی وہ اب ناکارہ ہو چکی ہے، وہ چاہتا ہے کہ مجھے بلیک میل کرنے کے لیے کوئی اور طریقۂ کار اختیار کرے۔ اس نے بستر پر موجود لاش کی تصویر لے لی تھی۔ اس تصویر میں میں ہمارے بیڈ روم کی بیشتر چیزیں بالکل واضح تھیں۔ اس کے بعد بلیک میلر نے بازار میں تمھاری ایک تصویر کھینچی ہے۔ یہ تصویر اس وقت کی ہے جب تم اور یامانیکا لاش کا بنڈل اُٹھا کر کار کی طرف لے جا رہے تھے۔ اس نے مجھے دھمکی دی ہے کہ وہ یامانیکا کو مجبور کرے گا کہ سب کچھ پولیس کے علم میں لے آئے۔"

صفدر کو اب اس لاش کے بارے میں کوئی فکر نہیں تھی کیونکہ جس محکمے کا وہ ایجنٹ تھا اس کے انچارج کرنل سے وہ مل چکا تھا۔

"وہ اس بار تم سے کیا تقاضا کر رہا ہے؟" صفدر نے دریافت کیا۔

"وہ امریکن بحریہ کے مرکز میں داخلے کے لیے ایک آفیسر کا پاس طلب کر رہا ہے۔ مرکز نمبر پانچ کا دفتری پاس اس پاس کی موجودگی میں وہ بحریہ کے مرکز میں آزادی سے گھوم پھر سکتا ہے۔"

صفدر کے ہونٹ سیٹی بجانے کے انداز میں سکڑ گئے۔ "کیا اس نے تمھیں یہ بھی بتایا تھا کہ وہاں اس کی دلچسپی کی کیا وجہ ہے؟"

"نہیں۔"

"اس نے پاس کے لیے کب کا کہا ہے؟"

"کل رات۔"

"کس وقت اور کس جگہ؟"

"وہ مجھے عین موقعے پر اس کا طریقۂ کار بتائے گا۔ ممکن ہے فون پر جگہ اور وقت بتا دے۔"

"بہت خوب۔ میں اس سلسلے میں باب کوک سے بات کر لوں گا، تاکہ پوری طرح کام ہو سکے۔ مجھے یقین ہے کہ اس دفعہ وہ ہمارے ہاتھوں سے بچ کر نہیں نکل سکتا۔"

"کاش ایسا ہو جائے۔" ایوا بڑبڑائی۔ "جاپانی سیکرٹ سروس کے دوسرے محکمے کے ساتھ تمھاری بات چیت کا کیا رہا؟" ایوا نے سوال کیا۔

"کچھ زیادہ بہتر نہیں۔ میں جس آدمی سے ملا تھا، اس نے کوئی خاص بات نہیں بتائی۔ میرا خیال ہے وہ ہماری مدد نہیں کریں گے، لیکن مجھے یقین ہے کہ میں اس

محکمے کے ایجنٹوں کے بغیر بھی کام کر سکتا ہوں۔"

"کیا تم اس سے دوبارہ ملنے جاؤ گے؟"

"میں آج رات ٹاکیدا سے ملنے جا رہا ہوں۔ بینی باشا کلب بند ہونے کے بعد وہ میرا انتظار کرے گی۔ اسی سے مجھے معلوم ہو گا کہ کرنل اور اس کے باس نے میرے بارے کیا فیصلہ کیا ہے۔"

ایک گھنٹے تک وہ ایوا کو دلاسہ دیتا رہا اور جب وہ نارمل ہو گئی تو صفدر اسے خواب گاہ میں چھوڑ کر فلیٹ سے نکل آیا۔

✥

جیمز سلنگر نے دروازہ کھولا اور ایک طرف ہٹ کر صفدر کو گزرنے کا راستہ دیا۔ صفدر دفتر میں داخل ہوا تو باب کوک اپنے ڈیسک کے عقب میں بیٹھا اسے گھور رہا تھا۔

صفدر نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا اور سمجھ گیا کہ باب کوک کچھ زیادہ بُرے موڈ میں نہیں ہے۔

"گڈ مارننگ..." اس نے قریب پہنچ کر کہا۔

"بیٹھ جاؤ، مسٹر صفدر" باب نے سرسری سے لہجے میں کہا اور نگاہیں صفدر کے چہرے پر گاڑ دیں۔ اس کا انداز استفہامیہ تھا۔ "کیا بات ہے، تم کل کیوں نہیں آئے تھے؟"

"کیا انھوں نے فون کیا تھا؟"

"ہاں" باب کوک نے جواب دیا۔ "کرنل کوڈسکی تمھاری سرد مہری سے خوش نہیں ہوا۔"

"مجھے اس کی ذرہ برابر بھی پروا نہیں" صفدر کا موڈ یکایک خراب ہو گیا۔ "کل جب میں اس سے ملاقات کرنے گیا تھا تو میرا خیال ہے، وہ میرے لیے ایک کڑی آزمائش تھی۔ وہ ہمارے ساتھ کام کرنے کے بالکل ہی موڈ میں نہیں ہے بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ اس نے نصف گھنٹے کی ملاقات میں مجھ سے اگلوانے کے علاوہ کچھ بھی نہیں کیا" صفدر نے کہا۔

"میرا خیال ہے، تم نے اس کے برتاؤ سے غلط اندازہ لگایا ہے۔"

"کیا مطلب؟" صفدر چونک پڑا۔

"یہی کہ وہ تمھارے ساتھ مل کر کام کرنا نہیں چاہتا۔"

عزیزو!

انگریزوں نے کچھ اچھے کام بھی کیے لیکن اُن کے زمانے میں خرابیاں بہت تھیں۔ کوئی حکومت کے خلاف بولتا تھا یا لکھتا تھا تو اس کو جیل بھیج دیتے تھے۔ اب نہیں بھیجتے۔ رشوت ستانی عام تھی۔ آج کل نہیں ہے۔ دوکاندار چیزیں مہنگی بیچتے تھے اور ملاوٹ بھی کرتے تھے۔ آجکل کوئی مہنگی نہیں بیچتا۔ ملاوٹ بھی نہیں کرتا۔ انگریزوں کے زمانے میں امیر اور جاگیردار عیش کرتے تھے، غریبوں کو کوئی پوچھتا بھی نہیں تھا۔ اب امیر لوگ عیش نہیں کرتے اور غریبوں کو ہر کوئی اتنا پوچھتا ہے کہ وہ تنگ آجاتے ہیں۔ حضور صاحب رائے دہندگی بالغاں کے بعد سے۔

اُردو کی آخری کتاب — ابنِ انشا

"کیا اس نے فون پر تمھیں واضح طور پر کچھ کہا تھا؟"

"نہیں۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ ہمارے ساتھ مل کر کام کرنا چاہتے ہیں۔"

"اگر ایسا ہی ہے" صفدر نے کچھ دیر بعد کہا۔ "تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ مجھ پر اثر انداز ہونے کی کوشش میں ناکامی کے بعد ہی اس پہلو پر غور کرنے کے لیے تیار ہوا ہے۔"

"تم اس وقت مجھ سے کیوں ملنا چاہتے تھے؟"

"وہ خوش لباس جاپانی دوبارہ منظرِ عام پر آگیا ہے" صفدر نے سنجیدگی سے کہا۔ "اور اس دفعہ میں یہ پسند نہیں کروں گا کہ وہ ہمیشہ کی طرح ہمیں چکر دے کر نکل جائے۔"

باب کوک اپنی ڈیسک کے عقب میں بیٹھ گیا۔ دراز سے ایک سگریٹ نکالا اور دھوئیں کے مرغولے منتشر کرتے لگا۔ "کہتے رہو۔ میں سن رہا ہوں" اس نے کہا۔

صفدر نے اسے بتایا کہ جب وہ کرنل کوڈسکی سے ملاقات کے بعد واپس فلیٹ پہنچا تو ایوا کے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا تھا۔ ایوا نے اسے جو بھی بات بتائی تھی وہ اس نے باب کے کانوں تک منتقل کر دی۔

باب کوک اس دوران خاموشی سے اس کی باتیں سنتا رہا اور نوٹ کرتا رہا۔

"میرا خیال ہے ہمیں وہ پاس اس شخص کو مہیا کر دینا چاہیے۔" صفدر نے تجویز پیش کی۔ "اس طرح وہ بحریہ کے مرکز میں داخل ہوگا۔ واپسی پر ہم اس پر بہ آسانی ہاتھ ڈال سکتے ہیں۔"

باب کوک اس تجویز کو سُن کر زیادہ پُرجوش دکھائی نہیں دیا۔ "یہ ایک سادہ سی لیکن پُرکشش تجویز ہے۔" اس نے کہا۔ "لیکن مجھے یقین ہے کہ عملی طور پر ہمیں کوئی خاص کامیابی نہیں ہوسکتی۔"

"اگر ہم چند بنیادی احتیاطی تدابیر اختیار کرلیں تو مجھے یقین ہے کہ کوئی حادثاتی بات سامنے نہیں آسکتی۔ اس پاس پر کچھ اس قسم کا نشان موجود ہو کہ جس سے وہ شخص پانچویں مرکز کی بجائے ہر جگہ گھوم سکتا ہو اور چونکہ بلیک میلر نے یہ نہیں بتایا کہ وہ کتنے عرصے کے لیے کارآمد پاس چاہتا ہے اس لیے ہم اس اجازت نامے کو صرف ایک روز کے لیے تیار کریں گے، یعنی صرف کل کے لیے۔"

باب کوک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔ "مجھے جو چیز سب سے زیادہ پریشان کر رہی ہے، وہ یہ ہے کہ پانچویں مرکز میں کوئی خفیہ یا اہم چیز موجود نہیں ہے۔"

"ممکن ہے مجرم کو اس بات کا علم نہ ہو یا پھر اُسے یقین ہو کہ پانچویں مرکز میں کوئی خاص چیز موجود ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی نے اسے غلط راہ پر ڈالنے کے لیے اس مرکز کا نام لے دیا ہو۔" صفدر نے تبصرہ کیا۔

"ایوا کے بارے میں ایک دلچسپ خبر سنو۔" باب کوک نے کہا۔ "میں نے سان فرانسسکو میں اس کے بارے میں تحقیقات کروائی تھیں۔ آج صبح وہاں سے رپورٹ آگئی ہے۔ ایوا نے ہم سے جھوٹ بولا تھا۔"

"جھوٹ بولا تھا؟" صفدر نے حیرت سے دُہرایا۔ اس کے لیے یہ خبر کسی دھماکے سے کم نہیں تھی۔

"یہ حقیقت ہے۔ وہ جھوٹ بولتی رہی ہے۔ وہ دلگداز کہانی جس میں اپنی شادی اور شوہر کے بارے میں ہمیں بتایا تھا، سب کچھ جھوٹ تھا۔ اس نے اپنے شوہر سے جس بے لوث اور بے پناہ محبت کے بارے میں کہا تھا وہ بھی جھوٹ ہی تھی... اور حقیقت میرے پاس موجود ہے۔" اس نے اپنی دراز کھولی اور ایک فائل نکال کر صفدر کی طرف اُچھال دی۔

"اس نے میل ڈیوڈسن نامی ایک آدمی سے لاس ویگاس میں ہفتے کی رات شادی کی تھی۔" باب کوک کہتا رہا۔ "یہ شادی ایک ایسے دفتر میں ہوئی تھی جہاں صرف ایک نوعمر جوڑے کا ہونا کافی خیال کیا جاتا ہے اور جہاں شادی کے معاملات ایک گھنٹے سے بھی کم وقفے میں نمٹ جاتے ہیں، کیونکہ مقامی منسٹر ان معاملات کو ذاتی طور پر دیکھتا ہے۔ یہاں اس بات کا تذکرہ بے کار ہے کہ شادی کے وقت دونوں بے تحاشہ نشے میں تھے۔ جب صبح اُن کے حواس بیدار ہوئے تو انھوں نے محسوس کیا کہ رات نشے کی جھونک میں ان دونوں نے شادی کرلی ہے۔ ڈیوڈ کے لیے بلاشبہ وہ دن انتہائی پریشانی کا تھا کیونکہ وہ ایک امیر ترین گھرانے کا فرد تھا۔ اُسے یقین ہوگیا کہ اگر اس نے ایوا سے علیحدگی اختیار نہ کی تو اس کے والدین اُسے جائیداد سے محروم کردیں گے۔ اس نے ایوا سے اس سلسلے میں گفتگو کی لیکن وہ طلاق پر آمادہ نہیں ہوئی، اگرچہ وہ اس سے خاموشی کے ساتھ علیحدگی پر تیار ہوگئی تھی۔ بشرط یہی تھی کہ اسے طلاق نہیں دی جائے گی۔ ڈیوڈسن کے خاندان نے اپنے اثر ورسوخ سے کام لے کر اسے جاپان میں ملازمت دلا دی۔ وہ چاہتے تھے کہ ایوا اُن سے جتنی بھی دُور چلی جائے اُن کے لیے بہتر ہے۔ اور اس وقت سے اب تک وہ ایوا کو بڑا ہی فیاضانہ الاؤنس بھیجتے رہے ہیں۔"

"تم نے حقائق تو حاصل کرلیے ہیں۔" صفدر نے کہا۔ "لیکن تم اسے غلط انداز میں دیکھ رہے ہو، اس معاملے میں کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ ایوا اپنے جذبات کی حقیقت ہمارے سامنے پیش کردیتی... اور اب جب کہ ہمیں سب کچھ معلوم ہوگیا ہے تو بھی کیا بلیک میلنگ کوئی کم اثر انداز ہونے والی شے ہے؟ مجھے وضاحت کرنے دو... تم کہتے ہو کہ ڈیوڈ طلاق چاہتا ہے لیکن ایوا اس کے لیے تیار نہیں ہوتی۔ فرض کرو ڈیوڈ نے کسی ماہر فوٹو گرافر کی خدمات حاصل کی ہوں اور اس طرح وہ طلاق کے لیے کوئی جواز پیدا کرنا چاہتا ہو اور ادھر ایوا نہیں چاہتی کہ اس کے خاندان سے جو اسے مستقل آمدنی ہو رہی ہے وہ ختم ہوجائے۔ تم نے دیکھا؟" صفدر نے پُرزور لہجے میں کہا۔ "اس نے خود کو بلیک میلر کے حوالے صرف اس لیے کردیا تھا کہ وہ اس آمدنی کے ذریعے کو ختم کرنا نہیں چاہتی تھی۔ اب اسے اپنے

شوہر سے محبت ہے یا نہیں، اس بات کا کوئی تعلق نہیں رہا... اور جب اس کے ضمیر نے مجبور کیا تو اس نے رپورٹ کردی کہ ایک بلیک میلر اس سے کیا کچھ کروا رہا ہے۔ میں یقین دلا سکتا ہوں کہ اگر یہ محبت کا معاملہ رہا ہوتا تو وہ کبھی یہ بات سامنے نہ لاتی بلکہ خاموشی سے بلیک میل ہوتی رہتی اور اب تک نہ جانے کتنی قیمتی معلومات مجرموں تک پہنچ چکی ہوتیں۔"

"ممکن ہے تمہارا خیال درست ہو۔" باب کوک بڑبڑایا۔ "بہرحال تم اس کے قریب رہ کر آنکھیں کھلی رکھنا۔"

"میں ہمیشہ محتاط رہتا ہوں۔" صفدر نے کہا۔ "میں ڈیوڈسن بمشکل خوش ہو گا، یا پھر ممکن ہے اس کے خاندان نے اپنے انگوٹھے کے نیچے رکھا ہوا ہو۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ ایوا کو اتنی بڑی پوسٹ پر کیسے متعین کر دیا گیا؟"

"یہ حالات کا عجیب سا سنگم تھا۔ ڈیوڈسن فیملی کے اعلیٰ افراد کی وجہ سے اسے کوارٹر ماسٹر کور میں ملازمت مل گئی تھی۔ وہ ہربرٹ مورٹن کی پرائیویٹ سیکرٹری بن گئی جو اُسے بے پناہ پسند کرنے لگا تھا۔ جب اسے یہاں تبدیل کیا گیا تو مورٹن نے اصرار کیا کہ اس عورت کو بھی ساتھ لانے کی اجازت دی جائے۔ ممکن ہے یہ جان کر تمہیں حیرت ہو کہ اس کے تمام اخراجات مورٹن ہی نے برداشت کیے تھے۔"

"پھر یہاں سے مصیبت کا آغاز ہو گیا۔" صفدر نے منہ بنا کر کہا۔

"وہ ایوا سے اجازت نامہ کس طرح اور کہاں حاصل کرنا چاہتا تھا؟" باب کوک نے سوال کیا۔

"معلوم نہیں۔" صفدر بڑبڑایا۔

"میں جو اجازت نامہ حاصل کروں گا۔ وہ صرف کل کے لیے کارآمد ہو گا۔ کل اتوار ہے اور بحریہ کے پانچویں مرکز میں زیادہ ہجوم نہیں ہو گا۔ میرا خیال ہے یہ کام اس طرح آسان ثابت ہو سکتا ہے۔ ہم آج رات کے درمیانی حصے میں اپنے آدمی وہاں متعین کر دیں گے اور اس سلسلے میں ہم نیوی سے بھی مدد لے سکتے ہیں۔ یہ کام انتہائی سادگی سے پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے گا لیکن میں کسی قسم کا خطرہ مول نہیں لینا چاہتا، اس لیے کہ میری ٹیم کے انتہائی ذہین آدمی اس مشن پر تمہارے ساتھ کام کریں گے... اور میں چاہتا ہوں کہ میرے آدمی اس بلیک میلر کا تعاقب کر کے کم از کم

پولینڈ کے ایک بچے نے کلاس میں اپنے ٹیچر کو بتایا۔ "ہماری بلی نے چار بچے دیے ہیں وہ سب کے سب بچے کمیونسٹ ہیں۔"
ٹیچر نے بچے کو خوب شاباش دی۔
ایک ہفتے بعد جب اسکول انسپکٹر معائنے پر آیا تو ٹیچر نے بچے سے کہا کہ وہ بلی کے بچوں والی بات پھر دہرائے۔ بچے نے فوراً کہا۔ "جناب ہماری بلی نے چار بچے دیے ہیں، جو بچے جمہوریت پسند ہیں۔"
ٹیچر بری طرح سے بوکھلا گیا۔ بولا۔ "آٹھ روز پہلے تم نے یہ بات اس طرح نہیں کہی تھی۔"
بچہ بولا۔ "جی ہاں، مگر اب بچوں کی آنکھیں کھل گئی ہیں۔"

یہ ضرور معلوم کر لیں کہ وہ کہاں رہتا ہے؟"

"نہیں۔ یہ ایک احمقانہ حرکت ہے۔ تم اس طرح منصوبے کو غارت کر کے رکھ دو گے۔ اگر اُسے معلوم ہو گیا کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے تو پھر وہ غائب ہو جائے گا اور ممکن ہے وہ اس طرح بحریہ کے قریب بھی نہ آئے جب وہ واپس جائے تو اسے پکڑنا..."

"میں اس بات کا تہیہ کر چکا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" صفدر بڑبڑایا۔ "جو تمہارے جی میں آئے کرتے رہو۔ میں اس معاملے سے ہاتھ اٹھا رہا ہوں۔"

"ہم دونوں اس اجازت نامے کو ابھی اور اسی وقت حاصل کریں گے، اور اس دوران تم کرنل کو دسکی کو کوئی کہانی سنا سکتے ہو کہ تم رات بینی ہاشا کلب میں ٹاکیدا سے ملنے میں کیوں ناکام رہے تھے۔"

باب نے انٹرکام بٹن دبا کر اپنے سیکرٹری کو طلب کیا۔

"میں تمہیں اس بات کی اطلاع کس طرح دے سکتا ہوں کہ ایوا بلیک میلر سے کہاں اور کب ملنے جا رہی ہے؟" صفدر نے کہا۔ "اس بات کو بھی ذہن میں رکھو کہ اس نے ایوا کے فون کو ٹیپ کر رکھا ہے۔"

"ہم اس سلسلے میں چند اشارے مقرر کر لیں گے۔" باب کوک نے مسکرا کر کہا اور دراز سے پیکٹ نکال کر

ایک سگریٹ سلگا لیا، چند لمحے وہ دھواں اڑاتا رہا، پھر
"میں تمھیں ایک بات بتانا تو بھول ہی گیا۔"

صفدر چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"سوموار کی صبح ہمیں ایوا کے بارے میں دوسرے محکمۂ سراغرسانی سے جاپانی دستاویزات مل جائیں گی۔ وہ اس وقت تمھارے لیے ان کا ترجمہ کر رہے ہیں۔"

صفدر کا دل ایک مرتبہ پھر شدت سے دھڑکنے لگا۔

صفدر خواب گاہ کی دہلیز پر واپس آیا اور بولا۔ "کیا تم تیار ہو گئی ہو؟ نو بجنے ہی والے ہیں۔"

ایوا باتھ روم سے واپس نکلی۔ اس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا اور اس کے انداز سے کاہلی اور نقاہت مترشح تھی۔ صفدر نے محسوس کیا کہ وہ ایک مرتبہ پھر ویسی ہی دکھائی دے رہی ہے جیسی کہ پہلے روز نظر آئی تھی۔

ایوا نے الماری سے اپنا سفید کوٹ نکالا۔ صفدر نے اسے پہننے میں مدد دی۔ بلیک میلر نے کچھ ہی دیر پہلے ایوا کو فون پر اطلاع دی تھی کہ وہ اس سے اسی جگہ اور اسی وقت ملنا چاہتا ہے جیسے کہ وہ پہلے ملتے رہے ہیں۔

یہ بات صفدر کے لیے حیرت کا باعث تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ بلیک میلر بہت زیادہ خود اعتمادی کا شکار ہے یا پھر وہ انتہائی ذہین آدمی ہے ورنہ کم از کم اس جگہ اور پہلے جیسے طریقۂ کار کو قطعاً استعمال نہ کرتا۔ اس نے کوڈ ورڈ میں باب کوک کو اطلاع دے دی تھی اور اُسے یقین تھا کہ اس کے ایجنٹ چاروں طرف پھیل گئے ہوں گے۔

"ہمیں اب چلنا چاہیے۔" ایوا نے کہا۔ اس کی حالت دگرگوں تھی۔

"کیا تم نے وہ اجازت نامہ رکھ لیا ہے۔" صفدر نے پوچھا۔

اس نے بیگ کھول کر دیکھا اور پھر لفافے کو ٹٹول کر اطمینان کر لیا اور صفدر کی طرف دیکھ کر اثبات میں سر ہلایا۔ صفدر نے اسے باہر نکلنے کا اشارہ کیا۔ دونوں بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

باہر نکل کر ایوا دفعتاً چونک پڑی۔ "اوہ... میں... میں چابیاں تو بھول ہی گئی۔" یہ کہہ کر وہ اندر چلی گئی۔

صفدر نے لفٹ کا بٹن دبا دیا۔ جب لفٹ اوپر پہنچی تو ایوا کار کی چابیاں لیکر باہر آ چکی تھی۔ دونوں لفٹ میں سوار ہو کر عمارت سے باہر نکل آئے۔ صفدر کی کار ابھی تک ٹھیک نہیں ہوئی تھی اور باب کوک نے نئی گاڑی کا انتظام بھی نہیں تھا۔۔۔ اس لیے وہ ایوا کی شیورلیٹ میں ہی اس کے ساتھ جا رہا تھا۔

شام کا وقت تھا۔ سڑک پر صبح جیسا ہجوم نہیں تھا۔ ایوا نے گاڑی اسٹارٹ کی اور تیز رفتاری سے ڈرائیو کرنے لگی۔ اس نے اپنا بیگ اپنے قریب ہی رکھ لیا تھا۔ صفدر اس کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا۔

کار کا رُخ "ایوینو" کی جانب تھا۔

"آرام سے چلو۔" صفدر نے کہا۔ "ابھی بہت وقت باقی ہے۔"

صفدر جانتا تھا کہ باب کوک کے آدمی کوباشی ریلوے اسٹیشن پر اور کچھ آساکوسا کے ذیلی راستے پر ٹہل رہے ہوں گے۔ یہ بات ان کے درمیان طے ہو گئی تھی کہ راستے میں خود صفدر ایوا کے ساتھ رہے گا اور اسٹیشن پر باب کے آدمی اس کی نگرانی کریں گے۔

ایوا کی شیورلیٹ شاہی محل کی جانب دوڑ رہی تھی۔ ایوا اسٹیئرنگ پر جھکی ہوئی تیز رفتاری سے کار ڈرائیو کر رہی تھی۔ اس کا انداز بڑا ہی غیر معمولی تھا۔ صفدر نے محسوس کیا کہ وہ رفتہ رفتہ خود پر قابو پا رہی ہے۔

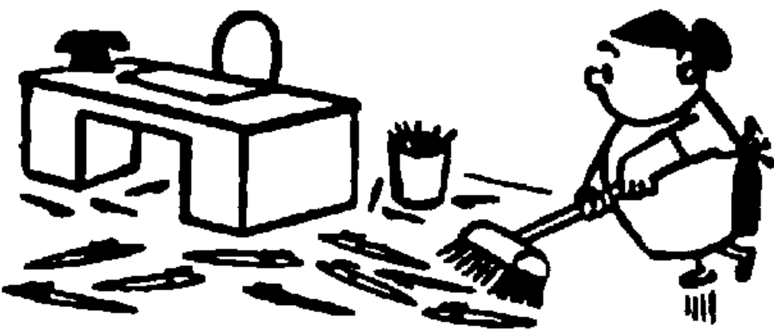
"کوشش کرو تمھاری حرکات قدرتی اور فطری انداز اختیار کر لیں۔" صفدر نے کہا۔ "یہ دیکھنے کی کوشش نہ کرنا کہ تمھارے تعاقب میں کون ہے، اس طرح ممکن ہے تمھارے اعصاب کو سکون مل جائے لیکن سارا منصوبہ غارت ہو جائے گا۔ آگے بڑھتے وقت اِدھر اُدھر یا عقب میں مت دیکھنا۔"

وہ ہنس پڑی۔

ہنسنے کا انداز بڑا ہی عجیب تھا۔ صفدر نے جو کچھ کہا تھا اس میں ہنسنے کی کوئی بات نہیں تھی۔ اس لیے وہ اس ہنسی کو محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا۔

"کتنی عجیب سی ہنسی تھی۔" صفدر بڑبڑایا۔

ایوا نے پوری قوت سے اسٹیئرنگ گھمایا اور ایک موڑ کاٹ کر صفدر کی طرف متوجہ ہو گئی۔ "معاف کرنا ڈیوڈ۔ میں اس وقت اپنے آپ میں نہیں رہی ہوں۔" اس نے



قدرے متوازن لہجے میں کہا۔ "مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میں رفتہ رفتہ گہری تاریکی میں گم ہوتی جا رہی ہوں!"

"خود پر قابو رکھنے کی کوشش کرو۔"

"یہ کہنا بہت آسان ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔" وہ مسکرانے لگا۔

"کیا تم کبھی نہیں گھبراتے؟" ایوا نے پوچھا۔

"بعض اوقات گھبراہٹ ضرور طاری ہو جاتی ہے، لیکن میں فوراً ہی اس پر قابو پالیتا ہوں... البتہ ایک آدمی ایسا بھی ہے جو کبھی نہیں گھبراتا۔ کم از کم میں نے کبھی اُسے گھبراتے نہیں دیکھا۔"

"وہ کون ہے؟" ایوا نے پوچھا۔

"عمران..." صفدر نے کہا۔ وہ اُسے باتوں میں لگا کر اس کے ذہن سے خوف اور خدشے کا احساس دُور کرنا چاہتا تھا اس لیے وہ مسلسل بولتا رہا۔ "یہ شخص واقعی ایسا ہی ہے۔ میرا خیال ہے خوف اور خدشات خود اس ذاتِ شریف سے گھبراتے ہیں۔"

"لیکن، میں اس نام کے کسی شخص سے واقف نہیں ہوں۔" ایوا بولی۔

"یہ تمہاری خوش قسمتی ہے۔"

"کیوں!" ایوا نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا اور پھر جلدی سے اسٹیئرنگ کی طرف متوجہ ہو گئی۔

ایک بڑا ٹرک سامنے سے آ رہا تھا۔ ایوا نے رفتار کم کر دی۔ ٹرک سنسناتا ہوا گزر گیا۔

"اگر وہ میری جگہ یہاں آیا ہوتا تو پورے جاپان کو نچا دیتا۔" صفدر زیر لب مسکرایا۔ "کم از کم وہ اس پُراسرار بلیک میلر کو تو خودکشی پر مجبور کر دیتا۔"

"تو پھر تمہاری بجائے اسے کیوں نہیں بھیجا گیا؟"

"وہ مصروف ہے۔"

ایک مرتبہ پھر دونوں خاموش ہو گئے۔ اس وقت ان کی کار منسٹری آف جسٹس کے قریب سے گزر رہی تھی۔ صفدر نے عقب میں دیکھا۔ اُن کا تعاقب ممکن تھا لیکن صفدر کو اس امکانی صورت کی پروا نہیں تھی، پیچھے چند کاریں تھیں جن میں ایک اسٹریٹ کار بھی تھی۔ وہ سوچنے لگا کہ کیا ان کاروں میں سے کوئی ان کا تعاقب کر رہی ہے یا نہیں...؟ اگر کر رہی ہے تو کون ہو سکتا ہے! باب کوک کا سیکرٹ ایجنٹ یا وہ پُراسرار بلیک میلر؟

"کیا کوئی ہمارا تعاقب کر رہا ہے؟" ایوا نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

"معلوم نہیں۔"

ایوا کی نگاہیں مسلسل عکس نما پر جمی ہوئی تھیں۔ اس وقت وہ ہبیا پارک کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ سڑک کے درمیان ٹرام لائن بچھی ہوئی تھی۔ "محتاط رہو اور پیچھے دیکھنا بند کر دو۔" صفدر نے کہا۔

"کیا تم اس بڑی کار کو دیکھ رہے ہو جو چھوٹی سی رینالٹ گاڑی کے عقب میں آ رہی ہے؟" ایوا نے کہا... "میرا خیال ہے، یہ ہمارا تعاقب کر رہی ہے!"

صفدر گھوم کر عقب میں دیکھنے لگا لیکن عین اسی لمحے کار گھوم گئی اور اُسے مطلوبہ گاڑی دیکھنے کا موقع نہیں مل سکا۔ ایوا بھی اس کے ساتھ ہی پیچھے دیکھنے لگی تھی۔ اچانک گاڑی لہرا گئی۔ ایوا نے کار پر قابو پانے کی پوری کوشش کی لیکن ناکام رہی۔ اس نے پوری قوت سے بریک لگائے۔ کار سڑک پر پھسلتی ہوئی ایک دیوار سے جا ٹکرائی۔ لکڑی کا کھمبا ٹوٹ کر سڑک کے درمیان گر پڑا۔

کار ایک جھٹکے سے رُک گئی۔ ونڈ اسکرین پر خراشیں سی پڑ گئیں۔

صفدر کا کندھا پوری قوت سے ڈیش بورڈ سے ٹکرایا۔ ایوا اسٹیئرنگ پر جھک کر ہانپنے لگی۔ اُن کے عقب میں آنے والی کاریں اور ٹرام بھی رُک گئی۔

صفدر نے وہیل پر ہاتھ رکھا اور جلدی سے اگنیشن میں چابی گھما کر انجن بند کر دیا۔ اس کے کندھے پر خاصی چوٹ آئی تھی۔ صفدر نے کندھے کو سہلایا اور ایوا کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اسے ہلکی پھلکی چوٹیں آئی تھیں۔

عقب میں رکنے والی کاروں کے دروازے کھلنا شروع

ہو گئے اور لوگ نکل کر اُن کی کار کے پاس جمع ہونے لگے۔
کار کا اگلا حصّہ ناکارہ ہو گیا تھا۔ کار کے دروازے اس وقت بھی کھُلے ہوئے تھے۔ صفدر چاہتا تھا کہ جتنی جلدی بھی ممکن ہو سکے، اس جگہ سے آگے بڑھ جائیں۔
اس نے چند آدمیوں کی مدد سے کار کو پیچھے دھکیلا اور پھر گرے ہوئے کھمبے کو سڑک کے درمیان سے ہٹا دیا، جس سے اسٹریٹ کار کا راستہ رُک گیا تھا۔
جب سڑک کے درمیان سے گرا ہُوا کھمبا ہٹ گیا تو صفدر نے کار کو سڑک کے کنارے لگا دیا۔
اسٹریٹ کار کا جاپانی ڈرائیور کھڑکی سے مُنہ نکالے چیخ رہا تھا۔ اس دوران ایوا واپس آ گئی۔
وہ اسٹریٹ کار کے ڈرائیور کی طرف بڑھی اور اس سے گفتگو کرنے لگی۔ ڈرائیور غصّے سے چیخ رہا تھا۔ ایوا نے ہاتھ کے اشارے سے اُسے خاموش رہنے کے لیے کہا۔ پھر اپنی کار کا لائسنس نمبر اُسے بتا دیا۔ اس کے علاوہ اپنا ایڈریس اور کھمبے سے ٹکرانے کی وجہ بتانے کے بعد وہ اُسے انشورنس نمبر بتانے لگی۔ ڈرائیور نے اپنی نوٹ بک میں ان باتوں کو درج کر لیا اور اسٹریٹ کار تیزی سے آگے بڑھ گئی۔
"ہمیں اب چلنا چاہیے" صفدر نے کہا۔ "ممکن ہے ہمیں دیر ہو جائے۔"
وہ دوبارہ کار میں بیٹھ گئے۔ اس بار اسٹیئرنگ صفدر کے ہاتھ میں تھا۔ اس حادثے میں ان کے پندرہ منٹ ضائع ہو گئے تھے۔ ایوا اس وقت بھی کانپ رہی تھی۔ وہ اس کے پہلو میں بیٹھی بال دار ونڈ شیلڈ کو گھور رہی تھی۔ اچانک اس نے کار کی اندرونی بتّی روشن کر دی۔ "میں اس وقت بڑی مضحکہ خیز لگ رہی ہوں گی۔"
صفدر نے اس کی طرف دیکھا اور انکار میں گردن ہلائی۔ "نہیں... کوئی خاص بات نہیں۔ ذرا سا میک اپ خراب ہو گیا ہے۔"
ایوا نے اپنا بیگ پہلو سے ہٹایا اور گود میں رکھ لیا۔ پھر اس نے اچانک کسی خیال کے تحت چونک کر اسے کھولا اور ہکلا کر رہ گئی۔
"اوہ... لفافہ... وہ اجازت نامہ غائب ہے..."
صفدر کا پاؤں ایک دم بریک پر پڑا، اس نے مُڑ کر ایوا کو دیکھا اور ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ ہجوم کی وجہ سے بلیک میلر کام دکھا گیا تھا۔
صفدر کی پیشانی پر ٹھنڈا پسینہ نمودار ہونے لگا۔ ایوا کسی لاش کی مانند سپید پڑ گئی تھی۔



دفتر میں صرف وہ چاروں ہی تھے۔ سب کے سب خاموش اور غمگین۔ لیفٹیننٹ لیری ایلسٹن، بحریہ کے پانچویں مرکز کا سیکورٹی آفیسر اُٹھ کھڑا ہُوا اور دفتر سے باہر نکل گیا۔ وہ اپنی جیکٹ کو آفس کی کرسی پر ہی چھوڑ گیا تھا۔
"یہ کہاں جا رہا ہے؟" ایوا نے پوچھا۔
صفدر نے اظہارِ لاعلمی کے طور پر کندھے اُچکا دیے۔
کمرے میں ایک جانب جیمز سلنگر خاموش بیٹھا اپنے ناخنوں کو کرید رہا تھا۔ صفدر نے گھڑی پر وقت دیکھا۔ آٹھ بجنے میں ابھی دس منٹ باقی تھے۔ وہ اٹھا اور کھڑکی میں جا کھڑا ہُوا۔
اندھیرا چھا گیا تھا اور بحریہ کا پانچواں مرکز دھند میں ملفوف ہوتا جا رہا تھا۔ چند قدم سے زیادہ فاصلے کی چیزیں دکھائی نہیں دے رہی تھیں۔ صرف جلتی ہوئی بتیاں اندھیرے میں مدھم سی روشنی پھیلا رہی تھیں۔
"اتوار جیسا چھٹی کا دن گزارنے کے لیے یہ بڑی طرح قسم کی مصروفیت ہے۔" جیمز سلنگر بڑبڑایا۔ اس کے چہرے پر جھلاہٹ کے آثار نمایاں تھے۔
صفدر نے اس بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا لیکن وہ دل ہی دل میں سلنگر کی بات کا اقرار کر رہا تھا۔
وہ اس دفتر میں تقریباً بیس گھنٹے سے مسلسل بیٹھے ہوئے تھے۔
انھیں اس پُراسرار بلیک میلر کا انتظار تھا جو پاس حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اب وہ اس بات کے منتظر تھے کہ جاسوس کب اُن کے جال میں آکر پھنستا ہے۔
مرکز کے تمام پہرے داروں کو ہوشیار کر دیا گیا تھا۔ لیکن پوری رات اور پورا دن یونہی گزر گیا۔
صفدر کو یقین تھا کہ وہ اجازت نامہ ضرور استعمال کیا جائے گا، لیکن کب اور کس طرح؟ اسی بات کو دیکھنے کے لیے وہ بذاتِ خود بحریہ کے دفتر میں موجود تھا۔

صفدر کھڑکی سے ہٹ آیا جیمز سلنگر نے دوستانہ انداز میں اس کی طرف دیکھا۔ ان بیس گھنٹوں میں ان دونوں کے درمیان بہت سی تبدیلیاں رونما ہوگئی تھیں... اور انھوں نے آپس میں بہت سی باتیں بھی کی تھیں۔

ایوا اس وقت ایک آرام کرسی پر دراز یا تو سو رہی تھی یا پھر یوں ظاہر کر رہی تھی تاکہ کوئی اسے اپنی طرف متوجہ نہ کر سکے۔

لیری ایسٹن واپس آگیا۔ وہ ایک دُبلا پتلا سا بیقرار قسم کا آدمی تھا جو ہر وقت کچھ نہ کچھ کرتے رہنے کی عادت میں مبتلا تھا۔ وہ اپنی کرسی میں دھنس گیا اور پھر صفدر کی طرف متوجہ ہوگیا۔

"میں نے تھوڑی سی کافی اور سینڈوچز کے لیے کہہ دیا ہے۔ کیا سب لوگ اس چیز کو پسند کریں گے؟"

"یقیناً..." صفدر نے تائید کی۔

"ہاں، میں بھی کچھ بھوک محسوس کر رہا ہوں" سلنگر بڑبڑایا اور کرسی پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"تم نے بہت اچھا کیا آفیسر" ایوا نے آنکھیں کھول کر کہا اور پھر آنکھیں بند کر لیں۔ "اسے مرکز میں صرف اس لیے رکھا گیا تھا کہ وہ واحد فرد تھی جس نے مجرم کو دیکھا تھا۔"

"لیکن... پہرے یا شب بیداری کا یہ سلسلہ برقرار رہا تو...؟" صفدر نے استفہامیہ انداز میں آفیسر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم لوگوں سے کوئی نہ کوئی ایسی غلطی ہوئی ہے جس سے وہ سب کچھ سمجھ گیا ہے" ایسٹن بولا۔ "مجھے یقین ہے کہ وہ اب نہیں آئے گا۔"

"جب تم لوگ اناڑی آدمیوں کو ایسے اہم کاموں پر مامور کرو گے تو ایسا ہی ہوگا" سلنگر بولا۔

صفدر سمجھ گیا کہ بالواسطہ طور پر اُسے ہی نشانہ بنایا گیا ہے، لیکن اس بات پر اسے غصّہ نہیں آیا کیونکہ سلنگر اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔

اچانک فون کی گھنٹی گنگنانے لگی۔ ایسٹن نے جلدی سے ریسیور اٹھا لیا۔ "ہیلو" وہ غرایا۔

چند لمحوں تک دوسری طرف سے بات سننے کے بعد اس نے اشارے سے سلنگر کو اپنے قریب بلایا۔ "بات کیجیے" اُس نے کہا اور ریسیور سلنگر کی طرف بڑھا دیا۔

دوسری طرف غالباً باب کوک ہی تھا۔ دونوں میں کچھ دیر گفتگو ہوتی رہی، پھر خاموشی چھا گئی۔

صفدر نے محسوس کیا کہ سلنگر کا نرم و نازک سا چہرہ یکایک سخت ہوگیا ہے۔ گویا کوئی انتہائی سنجیدہ اور غیر متوقع بات ہوگئی تھی۔

"بہت اچھا... ہم سب ابھی یہاں سے رخصت ہو رہے ہیں" اس نے آخری جملہ کہا اور تھکے تھکے سے انداز میں ریسیور رکھ دیا۔

سب استفہامیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ "ہمارا شکار ہمیں ہی شکار کر چکا ہے" بالآخر اس نے مرے مرے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟" صفدر اچھل پڑا۔

"اس نے نمبر پانچ کو بدل کر تین کر لیا اور پھر شام کا بیشتر حصّہ اس نے بحریہ کے مرکز نمبر تین میں گھومتے پھرتے گزارا" وہ یکایک صفدر کی طرف پلٹا۔ "اگر یہ بات تمھیں کچھ دلچسپ محسوس ہو تو سنو... وہ بحریہ کی آب دوز تک گیا، جہاں آٹومیٹک راکٹ کا سامان موجود ہے۔ یہ بات بتانی ضروری نہیں کہ یہ آٹومیٹک نظام انتہائی خفیہ ہے۔"

"باب کوک کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟" صفدر نے دریافت کیا۔

"وہ رجسٹر پر دستخط کیے بغیر باہر چلا گیا تھا۔ بحریہ کے انچارج نے سوچا کہ اس بات کو باب کوک کے علم میں لے آئے۔ جیسے ہی یہ بات باب کوک کے کانوں تک پہنچی، وہ سمجھ گیا کہ کیا ہوا ہے۔"

یہ سن کر وہ بلیک میلر اپنا کام دکھا گیا ہے سب کے چہرے اتر گئے۔ پھر انھوں نے وہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا۔ سب نے ایک دوسرے کو الوداع کہا اور وہاں سے نکل آئے۔

4

صفدر نے گھڑی کی طرف دیکھا اور سوچا کہ اس وقت ٹاکیدا سے ملاقات کرنا بہتر رہے گا۔ ایوا کو اس نے فلیٹ پر اُتار دیا اور اس کی کار لے کر بینی باشا کلب کی طرف روانہ ہوگیا۔ جمعہ کی رات اس سے ملاقات کے لیے طے تھی۔ کرنل کو دسکی نے یہ پیغام دیا تھا کہ اس کے اقرار یا انکار کے بارے میں ٹاکیدا ہی بتائے گی۔

جب وہ کلب پہنچا تو وہاں خاصا ہجوم تھا۔ موسیقی کی لہریں کلب کی فضا میں مرتعش تھیں اور جوڑے تھرکتے پھر رہے تھے۔ وہ ہال سے گزرتا ہوا آگے بڑھا۔ ہیڈ ویٹر لپکتا ہوا اس کے قریب آیا۔ "میں بار میں جا رہا ہوں..." اس نے ہیڈ ویٹر سے کہا اور ایک نوٹ ویٹر کی جیب میں ڈال دیا۔ ویٹر کے چہرے پر ہچکچاہٹ کے تاثرات ابھرے مگر اس نے کرنسی نوٹ واپس کرنے کی کوشش نہیں کی۔ "اگر تمھیں ٹاکیدا دکھائی دے تو اسے بار میں بھیج دینا۔"

بار میں خاصا ہجوم تھا۔ الکحل کی بو فضا میں رچی ہوئی تھی۔ اس کے ایک کنارے چھت تک سیاہ لمبے بانسوں کا پارٹیشن تھا جس کے عقب میں پُرسکون ماحول تھا۔ نیم تاریک ماحول میں لوگ مشروبات سے دل بہلا رہے تھے۔ صفدر اس پارٹیشن کے عقب میں چلا گیا۔ اس نے سگریٹ سلگایا اور ہلکے ہلکے کش کھینچنے لگا۔

جلد ہی اُسے ٹاکیدا دکھائی دی۔ وہ بانسوں کے پارٹیشن کی طرف بڑھ آئی، پھر وہ بانسوں کے درمیان سے ہو کر اندر آ گئی۔ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ ٹاکیدا کے چہرے پر ایک دلفریب تبسم بکھر گیا۔ وہ تیر کی طرح صفدر کی میز کے قریب آئی۔

"دبلے پتلے جسم کے بھی کئی فائدے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" ٹاکیدا کی آنکھیں بھی مسکرانے لگیں۔

"دروازے کی بجائے بانسوں سے گزرنا کسی موٹی تازی کے بس کا روگ نہیں۔" صفدر مسکرایا۔

"اوہ..." وہ مسکرائی اور صفدر نے اس کے رخساروں میں گڑھے سے پیدا ہوتے دیکھے۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں حسبِ وعدہ اس روز تم سے ملاقات نہ کرسکا۔" صفدر نے ویٹر کو اشارہ کرتے ہوئے معذرت کی۔

"کوئی بات نہیں۔ مجھے اس روز اطلاع مل گئی تھی کہ تم کہیں اور مصروف ہو۔" ٹاکیدا نے کہا۔ اس کے ہونٹ مسلسل مسکراہٹ سے پھڑپھڑا رہے تھے۔ بالکل گلاب کی اُن پتیوں کی طرح جو ہوا کے جھونکوں سے منتشر ہونے کے لیے بے قرار ہوں۔

"میں تمھیں فون پر نہ آنے کی اطلاع دے دیتا لیکن اس کا وقت ہی نہیں ملا۔"

"چھوڑو بھی۔ کن باتوں میں الجھ گئے۔" ٹاکیدا نے کہا۔ "مجھے سب کچھ معلوم ہے۔"

"اس کے باوجود وعدہ کر کے نہ آنا کوئی اچھی بات نہیں۔" صفدر بولا۔

"یہ جگہ بات چیت کے لیے مناسب نہیں ہے۔" ٹاکیدا نے کہا۔ "میرے ساتھ آؤ۔"

صفدر اس کے تعاقب میں بار کے دوسرے سرے کی جانب بڑھ گیا۔

وہاں ایک بہت بڑے اسٹوو کے برابر میں ایک خالی میز موجود تھی۔ وہ اسی کے گرد بیٹھ گئے۔ ٹاکیدا اس وقت بھی مسکرا رہی تھی۔

"کیا تم اب بھی اس خوش پوش جاپانی کی تلاش میں چکرا رہے ہو جس کے بارے میں تم نے مجھ سے پہلی رات پوچھا تھا؟"

"ہاں۔" صفدر نے مختصر جواب دیا۔

"اگر ایسا ہے تو میں تمھیں اس کے پاس لے جا سکتی ہوں۔" ٹاکیدا نے بڑی روانی سے کہا۔

صفدر کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔

اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ ٹاکیدا صحیح کہہ رہی تھی۔ حالات یوں اچانک ہی ایسی کروٹ بھی لیں گے اُسے اس بات کی قطعاً توقع نہیں تھی۔ وہ غیر یقینی انداز میں ٹاکیدا کی طرف دیکھنے لگا۔ "مجھے تم سے کسی مذاق کی توقع نہیں ہے۔"

"یہ مذاق نہیں حقیقت ہے۔" ٹاکیدا نے مستحکم لہجے میں کہا۔ "اگر تم چاہو تو میں ابھی اور اسی وقت تمھاری ملاقات کروا سکتی ہوں۔"

"چلو..." صفدر کھڑا ہو گیا۔

"باہر دروازے کے سامنے میرا انتظار کرو۔ میں جلد ہی آ جاؤں گی۔" وہ اٹھ کر چلی گئی۔

صفدر ہوٹل سے باہر آ گیا۔

ٹاکیدا نے اسے زیادہ دیر انتظار نہیں کروایا۔ اس نے ایک سیاہ رنگ کا کوٹ پہن لیا تھا۔ "کیا تمھارے پاس کار موجود ہے؟"

"ہاں..."

"وہ آدمی اس وقت مونٹی کارلو میں ہے۔ یہ گنزا کے

کے قریب ہی ہے۔ ہمیں جلدی کرنی چاہیے۔"

انہیں مطلوبہ جگہ پہنچنے میں صرف دس منٹ لگے۔۔۔

وہ کار سے اتر آئے۔ ٹاکیدا اس کی رہنمائی کرنے لگی۔ دونوں خاموشی کے ساتھ ایک کے بعد دوسری گلی میں چلتے رہے۔

گنیزا کے آس پاس کی گلیاں اور بازار نائٹ کلبوں اور ہوٹلوں یا باروں سے بھری ہوئی تھیں جن کے شوخ رنگوں والے نیون سائن اندھیری رات میں بڑے ہی خوشنما معلوم ہو رہے تھے۔ صفدر کی نگاہیں ان نیون سائنز پر چکرا رہی تھیں لیکن اس کی توجہ کہیں اور تھی۔

وہ اس خوش لباس جاپانی کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ بالآخر حالات ان دونوں کو ایک دوسرے کے مقابل لا رہے تھے۔ اس ملاقات کے لیے اس کا دل بڑی مدت سے بے قرار تھا۔

وہ ٹاکیدا کے تعاقب میں لکڑیوں سے بنی ہوئی ایک سیڑھی تک پہنچا۔ اوپر ایک دروازہ کھلا اور جاز کی تیز دھن صفدر کی سماعت سے ٹکرائی۔ سیاہ سوٹ میں ملبوس ایک آدمی ان کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور تعظیماً جھک گیا۔ وہ اندر گئے۔ ہال میں بہت سے لوگ بیٹھے مشروب پی رہے تھے۔

ٹاکیدا اسے لے کر سب سے آخر میں بیٹھے ہوئے آدمی کے پاس گئی۔ یہ وہی تھا جو اس سے پہلے بازارِ حسن میں ملا تھا۔ اس وقت اس کے جسم پر قیمتی لباس تھا۔

"مسٹر ہیروشی کیمورا، یہ مسٹر میل ڈیوڈسن ہیں۔۔" ٹاکیدا نے تعارف کرایا۔

جاپانی کھڑا ہو گیا۔ وہ صفدر کے سامنے جھک کر آداب بجا لایا۔ پھر اس نے صفدر کو بیٹھنے کی دعوت دی۔

"کیسی ہو مس ٹاکیدا؟" کیمورا نے کہا۔

اس کا لہجہ دوستانہ تھا۔ صفدر نے اس کے انداز سے محسوس کیا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو عرصے سے جانتے ہیں، پھر ان کا رویہ کچھ ایسا تھا جیسے عرصے تک ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کرنے والے ساتھیوں کے درمیان ہوتا ہے۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں" ٹاکیدا مسکرانے لگی۔

کیمورا صفدر کی طرف متوجہ ہو گیا "کرنل کووسکی نے مجھے اس بات چیت کے بارے میں آگاہ کیا ہے جو تمہارے درمیان ہوئی تھی" اس نے کہا "میں سوچ رہا تھا کہ تم سے جلدی ملاقات ہو جائے گی"

صفدر کے سر پر ایک دھماکا سا ہوا۔ کرنل کووسکی کے حوالے کے بعد اب کسی قسم کے شک وشبہے کی گنجائش نہیں رہ گئی تھی۔

وہ حیران تھا کہ واقعات کے اس موڑ پر کیا کرے۔ اگر عمران ہوتا تو بلاشبہ مرغ کی بولی بول کر دل خوش کر لیتا یا پھر کسی احمقانہ حرکت سے بات ٹل جاتی، لیکن وہ صفدر تھا، ایک سنجیدہ آدمی۔ اس کا جی چاہا کہ اس وقت دونوں ہاتھوں سے کھوپڑی تھام لے اور اتنی شدت سے دبائے کہ چیخ کر بھیجا نکل جائے۔ گویا اتنی بھاگ دوڑ کے باوجود وہ پھر وہیں پہنچ گیا تھا جہاں سے چلا تھا۔

"کرنل کووسکی نے کہا تھا کہ وہ تم سے واقف نہیں ہے" صفدر نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

آرکسٹرا اس قدر پرشور آواز میں بج رہا تھا کہ انھیں ایک دوسرے کی بات سننے کے لیے آگے جھکنا پڑتا۔ اس کی بات سن کر جاپانی کھل کھلا کر ہنس پڑا۔ پھر اس نے تجویز پیش کی "میرا خیال ہے ہمیں یہاں سے اٹھ جانا چاہیے۔ اس ہنگامہ خیز جگہ پر گفتگو نہیں ہو سکتی"

انھوں نے اس وقت تک انتظار کیا جب تک ٹاکیدا اپنا کوٹ نہیں پہن چکی۔ پھر وہ اس نائٹ کلب سے باہر نکل آئے "میرا خیال ہے ہمیں پیدل چلنا چاہیے" صفدر نے تجویز پیش کی "یہاں گلی میں کسی بھی جگہ سے زیادہ خاموشی اور سکون ہے"

"تم کیا دریافت کرنا چاہتے ہو؟" کچھ دیر بعد کیمورا نے لب کشائی کی "کرنل نے مجھے اجازت دی ہے کہ میں تمہارے ہر سوال کا جواب دوں"

"میں یہ کہانی شروع ہی سے سننا چاہتا ہوں۔ تم ایوا سے کیوں ملتے رہے ہو اور اس کے بعد کی تمام باتیں"

وہ گنیزا کی طرف گھوم گئے اور پھر فٹ پاتھ پر ایک مصروف سڑک کے کنارے آگے بڑھنے لگے۔

کیمورا صفدر کی باتیں سن کر گہری سوچ میں ڈوب گیا جیسے اظہارِ بیان کے لیے مناسب الفاظ ترتیب دے رہا ہو۔

"یہ ایک سادہ سی بات ہے" کیمورا نے کہا "کرنل

ہندوستان بے حد غریب ملک ہے مگر ہندوستان میں آج بھی تم دو آنے کے چنے کھا کر پیٹ بھر سکتے ہو۔ چھ آنے میں اڈلی سانبھر، سادہ دوسا اور وڈا کھا کر مزے سے ڈکار لے سکتے ہو۔ آٹھ آنے میں دشنو تھالی آتی ہے، جس میں تین طرح کی بھاجیاں آتی ہیں۔ لندن میں تم آٹھ آنے میں پیشاب نہیں کر سکتے۔ سردیوں میں باتھ روم کا فلش جم جاتا ہے اور پیشاب کرنے کے لیے بھی فلش کے میٹر میں ایک شلنگ ڈالنا پڑتا ہے... ایک شلنگ پیشاب کے لیے۔

یہاں مہینوں سورج کی صورت دکھائی نہیں دیتی اور سال میں ایک فصل ہوتی ہے اور ہمارے ہاں دو بلکہ تین تین فصلیں ہوتی ہیں۔ یہاں راتوں کو لوگ سردی سے بچنے کے لیے روز شراب پیتے ہیں اور ترس جاتے ہیں سورج کی ایک کرن کو۔ مہینوں نہا نہیں سکتے اور اندر سے وہی غلیظ انڈرویئر پہنے اوپر سے ہاتھ منہ دھو کر، کریم پاؤڈر سے اپنے اندر کی غلاظت چھپانے کے لیے مجبور ہیں۔ مجھے ... وہ بیل کھنڈ کی ندیاں یاد آتی ہیں جہاں میں کسی بھی موسم میں نہا سکتا تھا اور کھلے آسمان کے نیچے سو سکتا تھا۔

اور کپڑا کتنا سستا ہے ہمارے ملک میں۔ وہاں میرے پاس درجنوں سوٹ تھے اور الماریاں بھری ہوئی تھیں کپڑوں سے... یہاں لندن میں میرے پاس دو سوٹ ہیں ایک دن کو پہننے کے لیے۔ ایک رات کو بار میں جانے کے لیے... صرف تین قمیصیں اور دو سوٹ!

اسی میں ایک عام کھاتے پیتے انگریز کی زندگی گزر جاتی ہے۔ برف کی طرح باسی ٹھنڈا گوشت، سال بھر سے ڈیپ فریزر میں رکھا ہوا اور آلو... صبح آلو، دوپہر آلو، شام آلو، رات آلو۔ آلو کھا کھا کر میرے جسم میں نشاستہ بھر گیا ہے۔ کہاں ہمارے ملک کے دسہری اور الفانزو، لنگڑا اور سفیدا، چونسہ اور ثمر بہشت۔ ہندوستان میں ایک غریب آدمی بھی جنگل کے آم کھا کر چار مہینے زندہ رہ سکتا ہے۔

اس یخ بستہ رات کو دیکھو جیسے الکوحل کی مصنوعی گرمی سے پگھلایا جا رہا ہے، پھر لکھنؤ کی شاموں کو یاد کرو۔ جب لان سے سوندھی سوندھی مٹی کی لو آتی ہے اور سفید براق چکن کے کرتے اور سفید بھک پاجامے پہنے ہوئے شمامۃ العنبر کی خوشبو لگائے ہوئے پھولوں کی طرح مہکتی ہوئی بیگمات ہاتھ بڑھا کر پان پیش کرتی ہیں۔ دور اوپر آسمان میں پتنگ اڑتے ہیں اور ہرے ہرے طوطے پنکھ پھیلائے خوشی سے چہچہاتے ہوئے اڑتے چلے جاتے ہیں، جب کہ یہاں کی فضا میں ریڈیو زور زور سے چلاتا ہے۔ ایٹم بم، راکٹ میزائل، زہریلی گیس... تف ہے ایسی زندگی پر۔

لندن کے سات رنگ ــــ کرشن چندر

کو شبہ تھا کہ ایوا غیر ملکی ایجنٹوں کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ یہ بات اس نے مجھے بتائی اور حکم دیا کہ میں اس معاملے میں تحقیق کروں کہ اس کا خیال کہاں تک صحیح یا غلط ہے۔ اس سلسلے میں کرنل نے مجھے مشورہ دیا کہ میں اس سے معلومات حاصل کروں۔ کرنل کی ہدایت پر میں اس کے فلیٹ پہنچا اور اسے دھمکی دی کہ میں اس کے رازوں سے واقف ہوں اگر وہ مجھے مطلوبہ معلومات فراہم کر دے تو میں اس کے راز محفوظ رکھ سکتا ہوں۔ کرنل کی ہدایات پر عمل کرنے کے بعد جب سب کچھ ایوا سے کہا گیا تو اس نے غصے سے بے قابو ہو کر مجھے فلیٹ سے نکل جانے کے لیے نہیں کہا جیسا کہ مجھے توقع تھی بلکہ اس نے کہا کہ وہ میری بات پوری طرح نہیں سمجھی کہ آخر میں اس سے کیا چاہتا ہوں اور یہ کہ وہ میری پیش کش پر غور کرے گی۔ اس ملاقات کو ایک ہفتہ گزر گیا پھر میں نے اسے پیر کی صبح دیکھا... یہ وہی دن تھا جب ایوا نے مجھے بدھ کی رات ملنے کے لیے کہا تھا۔" وہ خاموش ہو گیا۔

غالباً اسے توقع تھی کہ صفدر اس موقع پر اس سے کوئی سوال کرے گا لیکن صفدر خاموش رہا۔ وہ اس مکمل

کہانی کو سننے کے لیے بے تاب تھا۔ ۔ ۔ اس لیے کیمورا کو ٹوکنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

" مجھے اس ملاقات کے دوران رقم ساتھ لانی تھی اور اس کے بدلے میں ایوا مجھے جاپان میں امریکن انٹیلی جینس کے کے بارے میں معلومات فراہم کرتی۔ وہ آئی جیسا کہ تمھیں اچھی طرح معلوم ہے۔ لیکن اس نے مجھے بتایا کہ وہ میرے لیے کچھ نہیں کرسکی کیونکہ اس کا شوہر اچانک ہی چھٹیاں گزارنے کے لیے اس کے پاس آگیا ہے۔ میں نے اسے جانے کی اجازت دے دی۔ اس کے بعد تم نے میرا تعاقب کیا اور اس تعاقب کے بعد جو کچھ ہُوا وہ تمھیں اچھی طرح یاد ہوگا۔ تمھاری جیب سے جو چیزیں برآمد ہوئیں، انھیں دیکھ کر میں نے رپورٹ تیار کی اور کرنل کو پہنچادی۔ میرا خیال تھا کہ تم دونوں کسی غیر ملک کے جاسوس ہو۔ یہ میری غلطی تھی۔ یہ بات تو میرے خواب و خیال میں بھی نہیں تھی کہ تمھیں ہمارے ملک کے ہی ایک سیمی امریکن سراغرسانی محکمے نے بطورِ خاص اس کیس کے لیے یہاں طلب کیا ہُوا ہے۔"

"کرنل نے تم سے کیا کہا تھا کہ تم ایوا کے سامنے کسی راز کی بات کرو۔ لیکن تم اس کے کس راز سے واقف ہو؟" صفدر نے کہا۔ "کیا تم جانتے ہو کہ وہ راز کیا تھا؟"

"نہیں۔ کرنل نے مجھے وہ راز نہیں بتایا۔ اس سلسلے میں تمھیں ذاتی طور پر کرنل ہی سے گفتگو کرنی پڑے گی۔"

صفدر نے دل میں فیصلہ کیا کہ اگر کرنل سے گفتگو کی نوبت آئی تو وہ اس سوال کا جواب ضرور معلوم کرے گا۔

اب کہانی اس کے ذہن میں بالکل ہی گڈمڈ ہوگئی تھی۔ یہ بات تو باب کوک کی رپورٹ ہی سے واضح ہو گئی تھی کہ ایوا اُن سے جھوٹ بولتی رہی ہے۔ آخر کس حد تک اور کیوں؟ وہ یہی بات معلوم کرنا چاہتا تھا۔

" کیا تم ہی جمعہ کی سہ پہر ایوا کے فلیٹ آئے تھے؟" صفدر نے کہا۔ "اور کیا تم نے ہی اس سے بحریہ کے پانچویں مرکز کا اجازت نامہ لانے کے لیے کہا تھا؟"

کیمورا رک گیا۔ بہت سے لوگ یوں اچانک رکنے سے اس کے ساتھ ٹکرا گئے لیکن اس کے چہرے سے ظاہر ہوتا تھا کہ اسے اس بات کا ذرہ برابر بھی احساس نہیں ہے۔ "کیسا اجازت نامہ؟" کیمورا نے حیرت سے کہا۔ "میں تو بدھ کی رات کے بعد اس سے ملا تک نہیں۔"

اس جواب سے صفدر کو یُوں محسوس ہُوا جیسے زمین اس کے پیروں تلے سے سرک گئی ہو اور وہ چاروں شانے چت گر پڑا ہو۔

"کیا تم سچ بول رہے ہو؟" اس نے کراہ کر کہا۔

کیمورا نے جواباً اسے خشمگیں انداز سے دیکھا۔

"معاف کرنا مسٹر کیمورا۔" اس نے محتاط لہجے میں کہا۔ "میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا۔"

وہ دوبارہ چلنے لگا۔ صفدر اپنے خیالات کو ایک بار پھر مجتمع کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کے ذہن میں سلسلۂ خیالات یوں چکرا رہا تھا جیسے وہ کسی ہوائی جھولے میں سوار تیزی سے گردش کر رہا ہو۔

"میں جو کچھ جانتا تھا تمھیں بتا چکا ہُوں۔" کیمورا نے کہا۔ "تمھارا خیال ہے کہ میں کچھ زیادہ جانتا ہوں اور میں نے بعض باتیں کسی خاص مصلحت کے تحت محفوظ رکھی ہیں تو یہ خام خیال ہے۔ کرنل کوڈسکی کل صبح تمھیں سب کچھ بتادے گا۔ تم جب بھی اس سے ملنا چاہو مل سکتے ہو۔"

"ایک سوال اور مسٹر کیمورا۔" صفدر نے کہا۔ "تمھیں یہ بات کس طرح معلوم ہوئی تھی کہ ایوا کے پاس ایک بروچ میں چھپا ہُوا ٹرانسمیٹر بھی موجود ہے؟"

"یہ بات میرے ذہن میں اس وقت بالکل واضح ہوگئی تھی جب میں نے تمھاری جیب میں رکھا ہُوا ٹرانسمیٹر دیکھا تھا۔"

صفدر کا چہرہ سخت ہوگیا۔ "کیا تم اس سے انکار کردگے کہ تم نے اس کے سینے پر لگا ہُوا بروچ نوچ کر اس سے ٹرانسمیٹر چھینا تھا؟"

کیمورا، صفدر کی اس بات پر متحیر دکھائی دینے لگا۔ اس نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔ "اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں تمھیں ضرور بتادیتا۔ ۔ ۔ مجھے بالکل معلوم نہیں تھا۔ یہ بات تو مجھے وہ رسیور دیکھ کر معلوم ہوئی جسے میں نے تمھاری جیب سے نکالا تھا۔"

یہ سنتے ہی صفدر اپنی کار کی طرف بھاگا۔ اس نے پلٹ کر یہ دیکھنے کی کوشش بھی نہیں کی کہ اس کے دونوں ساتھی اور راہ گیر حیرت سے اُسے دیکھ رہے ہیں۔ ٹاکیدا اور کیمورا حیران تھے کہ آخر اسے یکایک کیا ہوگیا ہے کہ وہ اُن کو الوداع کہے

بغیر ہی بھاگ نکلا... صفدر بڑی تیزی سے کار کی طرف بھاگ رہا تھا۔

♛

صفدر نے ایوا کے فلیٹ والی عمارت سے کار آگے بڑھا دی۔ سامنے اسے پارکنگ کے لیے کوئی جگہ دکھائی نہیں دی، اس لیے وہ اگلے موڑ سے آگے بڑھ گیا اور پھر سو گز کے فاصلے پر اسے پارکنگ کے لیے جگہ دکھائی دی۔

وہ عمارت کی طرف واپس آ رہا تھا کہ اچانک اس کی نگاہ ایک پُرانی سی گاڑی پر پڑی جو گلی کے دوسرے موڑ سے آگے بڑھ رہی تھی۔ جیسے ہی یہ کار اسٹریٹ لیمپ کی روشنی میں پہنچی۔ صفدر نے ڈرائیور کو پہچان لیا۔ یہ ایوا کا باس ہربرٹ مورٹن تھا۔

رات کے دو بج رہے تھے۔ صفدر کو حیرت ہوئی کہ وہ اس وقت ایوا کی عمارت کے پاس کیا کر رہا ہے...؟ ایک ایسی جگہ اس کا رات کے اس پہر دکھائی دینا واقعی عجیب تھا، جہاں اس کی سیکرٹری کا قیام تھا۔

صفدر یہ معلوم کرنا چاہتا تھا لیکن مورٹن کی نگاہ اس پر نہیں پڑی تھی اور وہ خاصی تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہا تھا۔ جلد ہی اس کی پرانی سی کار نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ صفدر عمارت میں داخل ہوا اور پھر لفٹ کے ذریعے ایوا کے فلیٹ تک پہنچ گیا۔

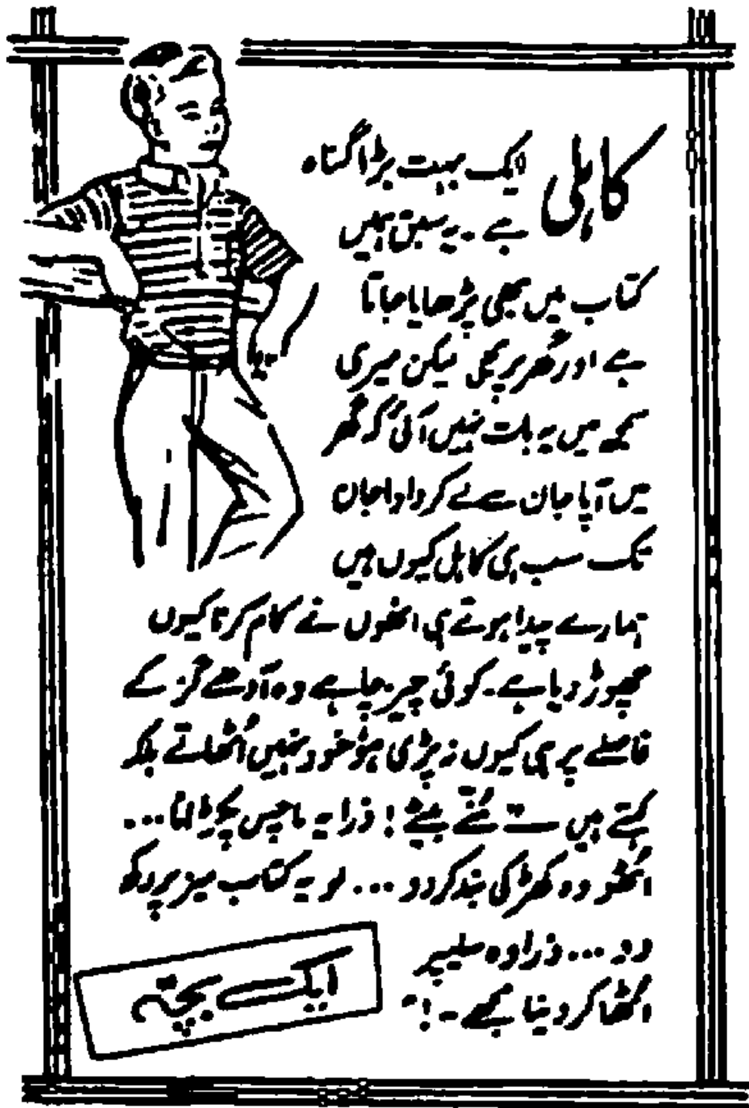
ایوا نے اسے احمق بنایا تھا لیکن اب اس کی سحر انگیزیاں ختم ہو چکی تھیں اور اب وہ اس معاملے کو نمٹانے جا رہا تھا۔

اس نے دروازے کا قفل کھولا۔

داخلے کا ہال تاریک تھا۔ اس نے روشنی کر دی۔

خواب گاہ میں برائے نام بھی روشنی نہیں تھی۔ وہ بیڈ روم کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے کریپ سول جوتوں سے ذرہ برابر بھی آواز پیدا نہیں ہو رہی تھی۔ دروازہ نیم وا تھا اور اندر گھپ اندھیرا تھا۔

صفدر نے آہستگی سے دروازے کے پٹ کھول دیے اور سوئچ آن کر کے خواب گاہ میں روشنی کر دی۔ ایوا بستر پر دراز تھی۔ اس کے جسم پر گلابی رنگ کا صرف ایک نائٹ گاؤن تھا۔ اس کا منہ دروازے کی



طرف تھا اور اس سے دہشت برس رہی تھی۔

صفدر چونک پڑا۔

ایوا کا چہرہ سوج رہا تھا۔ اس کی آنکھیں حلقوں سے اُبلی ہوئی تھیں، مُنہ کھلا ہوا تھا اور زبان باہر نکلی ہوئی تھی۔ اس کی گردن پر ایک بڑی سی خون آلود خراش ینظاہر کر رہی تھی کہ اس کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آیا ہے۔

صفدر نے قریب جا کر جائزہ لیا اور پھر ٹھٹک کر رہ گیا۔

ایوا مر چکی تھی۔ کسی نے گلا گھونٹ کر اسے ہلاک کر دیا تھا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

وہ اس آخری مرحلے کے بارے میں غور کرنے لگا، جب اُن کی آخری ملاقات ہوئی تھی۔ صفدر کے ذہن میں ایک کرن سی نمودار ہوئی۔ وہ اسے کچھ بتانا چاہتی تھی۔ کوئی اہم بات، کوئی راز، لیکن اس وقت غصّے کی حالت میں وہ نہ سمجھ سکا اور اب وہ اس سے بہت دُور جا چکی تھی۔ وہ راز اس کے سینے میں دفن ہو چکا تھا۔ جسے اُگلنے کے لیے وہ بے تاب ہو گئی تھی۔

وہ آگے بڑھا۔ اس نے لاش کے چہرے پر چادر کا ایک کنارہ ڈال دیا اور پھر باقی جسم بھی اسی چادر سے ڈھانپ دیا۔

اچانک اس کی نگاہ وھسکی کی ایک بوتل پر پڑی۔ جو سامنے ہی رکھی ہوئی تھی۔ اس بوتل کو دیکھتے ہی صفدر کے ذہن میں یامانیرکا کا پیکر ابھر آیا۔ وہ اس وقت فلیٹ میں موجود تھا جب صفدر باہر نکل گیا تھا۔

صفدر نے غور کیا کہ وہ اس وقت ادھورے کپڑوں میں ملبوس تھی۔ قاتل نے اس پر بعد میں حملہ کیا تھا۔ وہ دروازے کو اندر سے بولٹ کرنا بھول گئی ہو گی اور قاتل موقع پاکر اسی چابی کے ذریعے اندر گھس آیا ہو گا جسے اس نے جاپانی ایجنٹ کو قتل کرنے سے پہلے بھی استعمال کیا تھا۔

صفدر کو یقین ہو گیا کہ قاتل ایک ہی ہے۔ دونوں وارداتوں کا طریقۂ کار بھی یکساں تھا۔ اس لیے شک و شبہے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔

وہ خواب گاہ میں واپس آیا اور ایک ایک چیز کا بغور جائزہ لینے لگا۔ وہ اس وقت کسی سراغ کی تلاش میں تھا۔ کوئی اہم چیز سامنے نہیں آئی۔ وہ باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

باتھ روم صاف ستھرا تھا اور ردی کی ٹوکری بھی خالی تھی۔ یہ بات اسے کچھ عجیب سی محسوس ہوئی لیکن فوری طور پر اس کے ذہن میں کوئی جواز پیدا نہ ہو سکا کہ وہ اس بات کو عجیب کیوں سمجھ رہا ہے۔

وہ اس حالت میں وہاں زیادہ دیر قیام نہیں کر سکتا تھا۔ صفدر نے سوچا کہ کیا اسے پولیس کو اطلاع دے دینی چاہیے؟ لیکن وہ جانتا تھا کہ پولیس اسے گرفتار کر کے سب سے پہلے تو جیل بھیج دے گی، پھر اس سے کچھ پوچھا جائے گا۔

اب اس کے پاس سب سے بہتر ایک ہی صورت تھی کہ باب کوک کو اطلاع دے دے اور اس نئی لاش کے سلسلے میں کوئی دردسری مول لینے کی بجائے اسے بھی باب کوک ہی کے سر ڈال دے۔ وہ اس معاملے سے بہتر انداز میں نمٹ سکتا تھا۔

ابھی وہ دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ اچانک گھنٹی بج پڑی۔ صفدر اچھل پڑا! رات کے اس پہر گھنٹی کون بجا سکتا ہے؟'

وہ دبے قدموں دروازے کی طرف بڑھنے لگا...

گھنٹی مسلسل بج رہی تھی اور پھر اسی لمحے صفدر کو احساس ہوا کہ اس نے لفٹ کے اوپر آنے کی آواز نہیں سنی تھی۔ اس نے سرگوشیانہ انداز میں کسی کو دوسرے سے بات چیت کرتے سنا۔ باہر دو سے زیادہ آدمی موجود تھے۔ پھر کسی نے دروازے پر دستک دی! "دروازہ کھولو، پولیس!"

صفدر کی سانسیں رکنے لگیں۔ وہ جھلا رہا تھا کہ آخر اسے اتنی دیر وہاں رکنے کی کیا ضرورت تھی؟ پولیس کے بارے میں اسے بہت پہلے ہی سے سوچ لینا چاہیے تھا، لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔

اس نے قفل میں کسی چابی کی رگڑ محسوس کی۔ غالباً "پاس کی" سے دروازہ کھولنے کی کوشش کی جارہی تھی۔ یہ چابی عمارت کے مہتمم کے پاس ہر وقت دستیاب تھی۔

اب دروازہ بولٹ کرنے کا وقت بھی گزر گیا تھا۔ وہ تیزی سے پیچھے ہٹ گیا اور پھر جیسے ہی جاپانی پولیس مین اندر داخل ہوا وہ اس کے استقبال کے لیے آگے بڑھ گیا۔ پولیس داخلی ہال میں آگئی تھی۔

"تمھیں دیکھ کر خوشی ہوئی!" اس نے کہا "میں تمھارا ہی انتظار کر رہا تھا!"

"کیا تم ہی نے پولیس کال کی تھی؟" پولیس مین نے دریافت کیا۔

"ہاں!" صفدر نے جواب دیا۔

"تم نے اتنی دیر تک دروازہ کیوں نہیں کھولا تھا؟"

"میں غیر مسلح تھا اور خوفزدہ تھا کہ کہیں قاتل دوبارہ نہ آگیا ہو۔ وہ مجھے بھی قتل کر سکتا ہے!"

"لاش کہاں ہے؟"

"خواب گاہ میں!" صفدر نے کہا "ادھر سے آئیے پلیز!"

صفدر انھیں بیڈروم تک لے کر پہنچا، پھر دہلیز سے ایک طرف ہٹ گیا تاکہ وہ آگے گزر جائیں۔ وہ تعداد میں پانچ تھے جس میں سے صرف دو نے وردی پہن رکھی تھی۔

وہ مسہری کے گرد کھڑے تھے۔ ٹیلی کوٹ والے نے لاش کے چہرے سے چادر ہٹائی اور اس کی آنکھیں سکڑ گئیں۔

صفدر نے مڑ کر دیکھا۔ بیرونی دروازہ کھلا ہی چھوڑ

دیا گیا تھا۔ راستہ صاف تھا۔ پولیس کے لوگ اس وقت لاش کے گرد گھیرا ڈالے کھڑے تھے اور لاش کو گھور رہے تھے۔ اس نے سوچا کہ فلیٹ سے نکلنے کا یہ اچھا موقع ہے۔

وہ چند ہی بے آواز قدموں سے سیڑھیوں تک گیا۔ پھر وہ سیڑھیوں سے نیچے اتنی تیزی سے بھاگا جیسے اس کے پیروں کے نیچے اسپرنگ لگ گئے ہوں۔

اس دوران ایک بار بھی صفدر کا ہاتھ ریلنگ سے نہیں ہٹا تھا بلکہ وہ اس کے سہارے مسلسل پھسلتا ہوا نیچے اترتا چلا گیا۔

دوسری منزل پر وہ ایک لمحے کے لیے رکا پھر سیڑھیوں کے آخری حصے کی جانب اطمینان سے بڑھ گیا۔ اسے معلوم تھا کہ نیچے یقیناً کوئی موجود ہوگا... اور پھر ڈیوڑھی میں اسے ایک باوردی پولیس مین دکھائی دیا جو پہرے پر کھڑا تھا۔

صفدر نے دوستانہ انداز میں اس کی طرف دیکھا مسکرایا اور سر کو اثبات میں ہلا کر سلام کیا۔ پولیس مین کے چہرے سے ہچکچاہٹ کے تاثرات نمودار ہوئے لیکن اس نے صفدر کو روکنے کی کوشش نہیں کی۔

باہر نکل کر تیزی سے ایک جانب بڑھ گیا۔ جب اس نے محسوس کیا کہ وہ عمارت سے دور نکل آیا ہے تو اس کے حلق سے اطمینان کی ایک طویل سانس نکل گئی۔ اسے یقین تھا کہ پولیس اب تک اس کے فرار سے واقف ہو چکی ہوگی اور اس کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی ہوگی۔

اس جگہ کے آس پاس رکنا ہر لحاظ سے خطرناک تھا اس لیے صفدر نے سوچا کہ ایوا کی کار لے کر نکل جائے اور پھر کار کو شہر کے وسطی حصے میں چھوڑ کر فرار ہو جائے۔

اس نے جیب سے چابیاں نکالیں اور پھر یکایک اس کے جبڑے بھنچ گئے۔ اسی لمحے صفدر کو اپنے عقب میں کسی کے بھاگتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی تھی۔

اس نے ایک نظر عقب میں دیکھا۔ وہ ٹاکیدا تھی۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" اس نے ہانپتے ہوئے پوچھا۔

"یہی سوال میں تم سے کروں گا۔" صفدر نے کہا۔

"میں... میں نے تمہارا تعاقب کیا تھا۔"

یکایک صفدر کو یاد آیا کہ وہ اس وقت کس خطرے میں گھرا ہوا ہے۔ اس نے ٹاکیدا کو کار کی طرف دھکیلا۔ "جلدی چلو، پولیس میرے تعاقب میں ہے۔"

وہ کار میں بیٹھ گئی۔ صفدر نے گاڑی اسٹارٹ کی اور تیزی سے آگے بڑھا دی۔ چند منٹ بعد جب وہ تیز رفتاری سے ایک سنسان سڑک پر جا رہے تھے۔ صفدر نے کہنا شروع کیا۔ "ایوا ڈیوڈسن مر چکی ہے۔ اسے گلا گھونٹ کر ہلاک کیا گیا ہے۔"

"کیا تم نے ہی اُسے ہلاک کیا ہے؟" ٹاکیدا نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "میں اسی لیے تمہارے تعاقب میں آئی تھی کہ کہیں تم غصے میں اُسے مار ہی نہ ڈالو۔"

"نہیں، میں نے اسے قتل نہیں کیا ہے۔" اس نے کہا۔ ... وہ کچھ دیر خاموش رہا پھر محتاط انداز میں بولا "جب میں فلیٹ سے باہر تھا، اس دوران قاتل نے موقع پا کر اُسے قتل کر دیا... اسے بالکل اسی انداز میں گلا گھونٹ کر ہلاک کیا گیا جیسے اس سے پہلے تمہارے ایجنٹ کو کیا گیا تھا... میں اس وقت فلیٹ میں کوئی ایسا سُراغ تلاش کرنے

کی کوشش کر رہا تھا جس سے قاتل کی نشاندہی ہو سکتی کہ پولیس پہنچ گئی۔"

"پولیس کو کس نے طلب کیا تھا؟"

"معلوم نہیں... لیکن پولیس کے دریافت کرنے پر میں نے یہی کہا کہ میں نے ہی انھیں فون پر اطلاع دی تھی۔ یہی بات میرے فرار ہونے میں مددگار بن گئی۔"

"تو پھر یقیناً قاتل ہی نے انھیں اطلاع دی ہوگی۔" ٹاکیدا نے کہا۔

"اس کے علاوہ کیا کہا جا سکتا ہے۔"

یکایک صفدر کے ذہن میں ہربرٹ مورٹن کا چہرہ ابھرا۔ ایوو کے پاس مورٹن کا خیال آتے ہی وہ سوچ میں پڑ گیا۔ اس شخص کو صفدر نے اپنی آنکھوں سے عمارت کے پاس دیکھا تھا۔ "سنو ٹاکیدا۔" وہ بولا۔ "صرف پانچ منٹ بعد ٹوکیو کی پوری پولیس فورس میری تلاش میں نکل کھڑی ہوگی۔ انھیں اس کار کے بارے میں بھی علم ہو سکتا ہے۔ میرے لیے چھپنے کا بندوبست کرو، خواہ وہ جگہ کہیں اور کیسی ہی کیوں نہ ہو۔"

ٹاکیدا سوچ میں پڑ گئی۔

کچھ دیر بعد اس نے صفدر کی طرف دیکھا اور کہا: "میرا خیال ہے، ہمیں سیدھے اپنے ہیڈ کوارٹر چلنا چاہیے۔ مجھے یقین ہے کہ کرنل کوڈسکی اس وقت اپنے دفتر ہی میں ہوگا۔"

"رات کے اس پہر؟" صفدر نے حیرت سے کہا۔

"وہ عموماً رات کے وقت ہی کام کرتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ رات کے وقت کام کرنے سے کسی قسم کی مداخلت کا خوف نہیں رہتا۔"

صفدر کا ذہن تیزی سے کام کرنے لگا... جاپانی سیکرٹ سروس کا ہیڈ کوارٹر بلاشبہ جاپانی پولیس سے محفوظ رہنے کے لیے ایک مثالی جگہ تھی اور ممکن ہے اس مرتبہ کرنل سابقہ ملاقات کی نسبت قدرے تعاون پر بھی آمادہ ہو جائے۔

"ٹھیک ہے ہم وہیں چل رہے ہیں۔" صفدر فیصلہ کن انداز میں بولا۔

ٹاکیدا کی ہدایت پر اس نے کار کا رُخ موڑا اور پھر وہ تیزی سے سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر کی جانب بڑھتے چلے گئے۔

■

صفدر نے کرنل کوڈسکی کو براؤن رنگ کے ریشمیں کی مونو میں دیکھا تو حیرت زدہ رہ گیا۔ جب آداب و تسلیمات کا سلسلہ ختم ہوا تو صفدر نے ایک کرسی سنبھال لی۔ ٹاکیدا کچھ فاصلے پر بیٹھ گئی۔

جاپانی تہذیب کے عین مطابق وہ خود کو اس وقت کم تر ظاہر کر رہی تھی حالانکہ صفدر کے ساتھ وہ خاصی کھل چکی تھی، لیکن کرنل کوڈسکی کے سامنے وہ اسی وقت لب کشائی کر سکتی تھی جب اس سے کوئی سوال کیا جاتا۔

جب فضا ذرا ساز گار ہوئی تو صفدر نے کرنل کو تازہ ترین حالات سے آگاہ کیا۔ کرنل کی آنکھوں میں حیرت کے تاثرات نمودار ہوئے پھر اس کا چہرہ بالکل سپاٹ ہو گیا۔

"باب کوک نے مجھ سے کہا تھا کہ تم اس رپورٹ کا ترجمہ کروا..."

"ہاں..." کرنل نے کہا۔ "گزشتہ اکتوبر میں ہمارے ایجنٹوں میں سے ایک نے ایک ایسے جاسوس کا سراغ لگایا جو ذاتی طور پر کام کر رہا تھا۔ وہ معلومات حاصل کرتا اور پھر انھیں مہنگے داموں فروخت کر دیتا تھا۔ اس سلسلے میں اسے زیادہ قیمت ادا کرنے والوں کی تلاش رہتی تھی۔ ہمیں اس سلسلے میں جو معلومات حاصل ہوئیں ان کے مطابق یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایک گروہ کا ممبر تھا جس کا لیڈر کوریا کا ایک باشندہ ہے۔ لیکن ہم اب تک اس کا سراغ لگانے میں ناکام رہے ہیں۔ ہمارا ایجنٹ مسلسل اس جاسوس کا تعاقب کرتا رہا۔ وہ کسی نتیجے پر پہنچ ہی رہا تھا کہ ایک کار کے حادثے میں ہلاک ہو گیا۔ وہ حادثہ نصف رات کے وقت پیش آیا تھا۔ ایجنٹ فوراً ہی نہیں مرا۔ اس نے مرتے مرتے بھی فٹ پاتھ پر اپنی خون آلود انگلیوں سے اس کار کا لائسنس نمبر لکھ دیا تھا۔ ہم نے اندازہ لگایا کہ وہ قاتل کی کار کا نمبر تھا۔ جب اس کار کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں تو پتہ چلا کہ وہ ایک سیاہ رنگ کی شیورلیٹ کار ہے جو بالآخر ایوا ڈیوڈسن کی ملکیت ثابت ہوئی۔"

صفدر کو اس بات کی نہ جانے کیوں توقع تھی۔ وہ یہ خبر سن کر خاموش رہا اور چہرے سے کوئی تاثر ظاہر نہیں

کیا۔ پھر وہ پُرسکون لہجے میں بولا۔ "پھر تم نے کیا کیا؟"

کرنل نے سخت نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔ "جب ہمیں معلوم ہُوا کہ وہ کسی جاپانی محکمہ سراغ رسانی کے لیے کام کر رہی ہے جس میں بہت سے امریکن آفیسرز موجود ہیں تو ہم نے اس سے اس رات کی تفصیلات دریافت کیں کہ وہ اس رات کہاں تھی اور کیا کرتی رہی تھی۔ اس نے ہمیں موقع واردات سے عدم موجودگی کا ایک ٹھوس ثبوت فراہم کر دیا۔ ہم نے اس کی کار کا معائنہ کیا لیکن اس سے کوئی بات ظاہر نہ ہو سکی۔ اس نے ہمیں بتایا کہ اس کی کار رات بھر باہر رہی تھی، اس لیے ممکن ہے کہ کسی نے اُسے چُرا کر استعمال کیا ہو۔ ہم نے ایوا کی نگرانی شروع کر دی۔ ہمارے ایجنٹ دن رات اس کا تعاقب کرتے رہے اور اس کام میں مہینوں گزر گئے... وہ اس دوران کوئی ایسی بات نہیں کر سکتی تھی جو ہمیں فوراً ہی معلوم نہ ہو جاتی۔"

"اور اس طرح تمھیں کیا معلوم ہُوا؟"

کرنل کووسکی، ٹاکیدا کی طرف دیکھنے لگا، پھر اس کی توجہ صفدر کی طرف مبذول ہو گئی۔ "ہمیں کچھ معلوم نہیں ہو سکا، اس کا حلقۂ احباب زیادہ وسیع نہیں ہے، اس کے باوجود اُسے کسی مشکوک آدمی سے ملتے جلتے نہیں دیکھا گیا۔ ہم اس کیس کی فائل بند کرنے جا رہے تھے کہ یکایک میرے ذہن میں ایک ترکیب پیدا ہوئی۔ میں نے مسٹر کیمورا کے ذریعے اس کے گرد ایک جال پھیلانے کی کوشش کی۔ میرا خیال ہے یہ سب باتیں تمھیں مسٹر کیمورا سے معلوم ہو گئی ہوں گی۔ ہمیں توقع تھی کہ ایوا غصے سے بھڑک اٹھے گی اور اُسے فلیٹ سے باہر پھینکوا دے گی لیکن وہ ایسا صرف اسی وقت کر سکتی تھی جب اس کا ضمیر بے داغ ہوتا۔"

"اس نے مسٹر کیمورا کی پیش کش کو قبول کر لیا۔"

"ہاں۔ لیکن مکمل طور پر نہیں۔ اس نے ہم سے وعدہ کیا لیکن پھر بھی کوئی ایسی بات سامنے نہیں آئی جس سے اس پر ہاتھ ڈالا جا سکتا۔"

"حادثے کی رات کے لیے اس نے کیا شہادت پیش کی تھی؟" صفدر نے پوچھا۔

"اس کے لیے ہربرٹ مورٹن نے گواہی دی تھی۔"

"کس قسم کی گواہی؟"

"مورٹن ہمارے پاس آیا اور ہمیں کہا کہ وہ اس رات کو ایوا کے ساتھ رہا تھا۔ مورٹن ہماری انتظامیہ میں ایک اہم مقام رکھتا ہے اور وہی ایوا کو بچانے کی کوشش کرتا رہا ہے۔ ہم نے جمعرات کی رات یوں ایکشن لینا مناسب خیال کیا کہ ہمارے نزدیک تمھاری پوزیشن مشکوک ہو گئی تھی۔ ہمارا خیال تھا کہ تم واقعی اس کے ہو اور اس کے لیے کام کر رہے ہو، لیکن جب باب کوک نے تمھاری حقیقت بتائی تو ہمیں غصہ آ گیا، اس کا مطلب تھا کہ ایوا نے جان بوجھ کر تمھیں مسٹر کیمورا کے تعاقب پر مجبور کیا تھا کیونکہ وہ اس کے لیے ایک دھمکی کی حیثیت رکھتا تھا، غالباً ایوا کا خیال تھا تم اس جھگڑے میں براہِ راست ملوث ہو کر کیمورا کو قتل کر دو گے۔"

"میں حیران ہوں۔" صفدر تفکر آمیز لہجے میں بولا۔ "اگر یہ خیال اُس کے ذہن میں آیا۔"

کرنل کا ہاتھ میز کی دراز میں رینگ گیا۔ اس نے دراز سے ایک لپٹا ہُوا پیکٹ نکالا اور اسے کھولنے لگا۔

"اس پیکٹ میں وہ چیزیں موجود ہیں جنھیں ہم نے جمعرات کی شب ایوا کے اپارٹمنٹ سے حاصل کیا تھا۔"

صفدر نے وہ بروچ پہچان لیا جس میں مائیکروفون اور ٹرانسمیٹر چھپا ہُوا تھا، اس کے ساتھ ہی ایک ٹائپ کیا ہُوا کاغذ تھا، جس کو دیکھ کر صفدر کو وہ زمانہ یاد آ گیا جب وہ سراغ رسانی کی تعلیم حاصل کر رہا تھا۔

اس نے ابھی وہ پہلا ہی جملہ پڑھا تھا کہ یادداشت سے وہ مضمون از خود اس کے دماغ میں گھومتا چلا گیا۔

"کبھی غیر ملکیوں کو ظاہر نہ کرو کہ تم ان کی زبان سے واقف ہو، اس طرح وہ آزادانہ گفتگو کریں گے جس سے بہت کچھ حاصل ہو سکتا ہے اور جب تم کبھی کسی انفارمر سے ملاقات کرنا چاہو، اسے جتنی دُور ممکن ہو لے جاؤ۔ اس سے ملاقات کے لیے رات کا وقت مخصوص کر دو کیوں کہ ایک تھکے ہوئے مخبر کو ہینڈل کرنا زیادہ مشکل کام نہیں ہوتا، ان معلومات پر کبھی زور نہ دو جن کو بطور خاص حاصل کرنا چاہتے ہو، انھیں دوسری معلومات سے گڈمڈ کر دو اور کبھی یہ ظاہر نہ کرو کہ انھیں حاصل کر کے تمھیں دلی خوشی ہوئی ہے۔"

صفدر کے ذہن میں اس باب کی اکثر باتیں چکراتی رہیں۔ یہ سب کی سب باتیں اس کاغذ پر ٹائپ تھیں۔

جنھیں کرنل نے پیکٹ سے نکالا تھا۔
"مجھے اس سلسلے میں ایک بات حیرت میں ڈال رہی ہے" صفدر بولا۔
"وہ کیا؟" کرنل نے کہا۔
"یہی کہ ایوا نے ان کاغذات کو ذہن نشین کر کے ضائع کرنے کی بجائے اپنے فلیٹ میں کیوں محفوظ رکھا تھا؟"
صفدر کے ذہن میں وہ سبق گھومنے لگا... کبھی غیرملکیوں پر یہ ظاہر نہ کرو کہ تم اُن کی زبان... غالباً یہی وجہ تھی کہ اس نے پہلے پہل صفدر کی اس بات پر یقین نہیں کیا تھا کہ وہ جاپانی زبان سے ناواقف ہے... غالباً اسی لیے ایوا نے وہ بروچ کیموا سے ملاقات کرنے کے فوراً بعد ہی خود سے نوچ دیا تھا۔
وہ اٹھ کھڑا ہوا" مجھے اب غور کرنے دو"
"تم نے مہینوں اس کی نگرانی کروائی لیکن یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ کسی مشکوک آدمی سے ملتی ہے یا نہیں؟ ٹھیک ہے نا؟"
کرنل نے آہستگی سے سر ہلایا"ہاں"
"لیکن ایک جگہ ایسی بھی تھی جہاں تم اس کی نگرانی نہیں کر سکتے تھے" صفدر نے کہا" وہ جگہ اس کا دفتر ہے۔"
کرنل سوچ میں ڈوب گیا" کہیں تمہارا اشارہ ہربرٹ مورٹن کی طرف تو نہیں؟"
"ہو سکتا ہے"
"تو سنو۔ اگر مورٹن ہی تمہیں دھوکا دیتا رہا ہے تو اُسے ایوا کو استعمال کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ وہ محض اس کی سیکرٹری تھی۔ ایوا کے لیے جن معلومات کو حاصل کرنا دشوار تھا، وہ خود انھیں آسانی سے حاصل کر سکتا تھا" کرنل نے کہا۔
صفدر نے ٹائپ کیا ہوا جاسوسی کا سبق اٹھا کر اس کے سامنے لہرایا" اس میں آخری سبق یہ ہے کہ کبھی کسی کی ظاہری حالت پر نہ جاؤ... اور میں ہربرٹ مورٹن سے اسی سلسلے میں فیصلہ کرنا چاہتا ہوں"
صفدر یہ غور کر رہا کہ ایوا محض ضمیر کی خلش سے مجبور ہو کر باب کوک کو کچھ بتانے نہیں آئی تھی بلکہ کسی نے اُسے اس بات پر مجبور کیا تھا اور اس سلسلے میں اس آدمی کے پیشِ نظر کوئی اہم بات تھی جس کی وجہ سے اس نے بہتر سمجھا کہ ایوا پر سب کی نگاہیں جم جائیں اور وہ خاموشی سے کام کرتا رہے۔
وہ ذہن میں شروع سے آخر تک کے حالات کو دُہرانے لگا۔ جس رات جاپانی سیکرٹ ایجنٹ قتل ہوا تھا، اس کی عدم موجودگی کی شہادت کس نے دی تھی...؟ وہ مورٹن تھا۔
اسے باب کوک کے پاس کون لایا تھا اور اقرارِ جرم کرنے تک ایوا کے ساتھ کون چپکا رہا تھا...؟ مورٹن...
وہ کون آدمی ہو سکتا ہے جو کرنل کوسکی کی سیکرٹ سروس سے بچ کر روزانہ مل سکتا ہے...؟ مورٹن
جس وقت ایوا کو قتل کیا گیا تھا اس وقت صفدر نے جس شخص کو عمارت کے قریب دیکھا تھا، وہ بھی مورٹن ہی تھا۔ صفدر کے ذہن میں جتنی ترتیب سے سوالات آ رہے تھے اسی ترتیب سے مورٹن کا نام بھی آ رہا تھا۔
"میں باب کوک سے ملنا چاہتا ہوں" صفدر نے گھڑی پر نگاہ ڈالتے ہوئے کہا" اس سے دفتر میں ملاقات ممکن نہیں اور اس وقت میں ایوا کی کار میں ڈیوڈسن کے شناختی کاغذات کے ساتھ باہر نہیں نکل سکتا۔ پولیس شہر کے چپے چپے میں میری بُو سونگھ رہی ہو گی"
"اس کا بندوبست ہو سکتا ہے" کرنل نے کہا" میں تمہیں عارضی طور پر دوسرے کاغذات فراہم کر دیتا ہوں۔ کار بھی تمہیں مل سکتی ہے۔ اس کے علاوہ ٹاکیدا تمہارے ساتھ ہو گی، تمہیں خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے"
صفدر پلٹ کر ٹاکیدا کی طرف دیکھنے لگا" تم اس وقت تھکی ہوئی تو نہیں ہو؟ میرا ساتھ دے سکو گی؟"
ٹاکیدا نے اثبات میں سر ہلایا۔
"کیا تمہارے پاس مورٹن کا ایڈریس موجود ہے...؟" صفدر نے کوسکی سے پوچھا۔
کرنل چند لمحے اس کی طرف دیکھتا رہا، پھر مسکرانے لگا
"میرا خیال ہے اس کا ایڈریس موجود ہے"
"میرا خیال ہے میں پہلے اُسے ہی جا کر جگا دوں..." صفدر نے کہا" باب کوک سے ملاقات میں اچھا خاصا وقت لگ جائے گا"
کرنل اثبات میں سر ہلا کر رہ گیا، پھر اس نے ٹاکیدا کو مورٹن کا ایڈریس دے دیا اور وہ دونوں دفتر سے باہر

نکل آئے۔ اسٹیرنگ صفدر کے ہاتھ میں تھا۔ ٹاکیدا صفدر کو راستہ بتاتی جا رہی تھی۔

انھوں نے جلد ہی وہ عمارت تلاش کر لی جس میں مورٹن کا فلیٹ تھا۔ صفدر نے اندازہ لگایا کہ یہ عمارت ایوا کے فلیٹ والی عمارت سے تیسرے بلاک میں واقع ہے اور اس کے ساتھ ہی صفدر کو احساس ہوا کہ اس نے مورٹن کے بارے میں جو شبہات اپنے ذہن میں تیار کیے تھے ان میں سے ایک تو بڑی حد تک کمزور ہو گیا ہے... مورٹن ایوا کی عمارت سے اس قدر قریب رہتا تھا کہ اس کا وہاں دکھائی دینا محض ایک اتفاق بھی ہو سکتا تھا۔

صفدر نے گاڑی روک دی، جب وہ نیچے اُترا تو ٹاکیدا گاڑی میں بیٹھی رہی۔ وہ مورٹن کی عمارت کی جانب بڑھ گیا۔ لابی میں کرائے داروں کے ناموں کی تختیاں لگی ہوئی تھیں۔ صفدر نے وہاں سے معلوم کر لیا کہ مورٹن چوتھی منزل کے چھتیس نمبر فلیٹ میں رہتا ہے۔ وہ لفٹ پر سوار ہو گیا۔ فلیٹ پر پہنچ کر اس نے اطلاعی گھنٹی بجائی۔

اندر گھنٹی بجنے لگی لیکن کسی نے دروازہ نہیں کھولا۔ صفدر وقفے وقفے سے بٹن دباتا رہا لیکن جواب ندارد۔

اس نے جھک کر تالے کا جائزہ لیا۔ معمولی قسم کا تالا نہیں تھا کہ طاقت صرف کرنے سے کھل جاتا۔ اچانک اس کے عقب میں لفٹ کا دروازہ بند ہوا اور لفٹ تیزی سے نیچے چلی گئی۔ صفدر کا دل دھڑکنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ممکن ہے ٹاکیدا نے اوپر آنے کے لیے لفٹ نیچے منگائی ہو۔ ممکن ہے اس نے کوئی خطرہ محسوس کر کے اُسے اطلاع دینے کا ارادہ کر لیا ہو... لیکن اس کے علاوہ زیادہ امکان ایک اور بات کا تھا۔ وہ عمارت چالیس منزلہ تھی۔ اس وقت کوئی بھی آدمی لفٹ استعمال کر سکتا تھا۔

لفٹ اوپر آنے لگی اور پھر چوتھے فلور پر ہی رک گئی۔ دروازہ کھلا اور ایک موٹا آدمی باہر نکل آیا۔ "مورٹن!" صفدر بڑبڑایا۔

"ہیلو!"، صفدر نے آگے بڑھ کر کہا۔ "میں تم ہی سے ملنے آیا تھا۔"

"شرفا سے ملنے کا یہ وقت نہیں ہے۔" وہ غرّایا۔

"پروا نہ کرو"، صفدر مسکرایا۔ "ایک شریف آدمی جب چاہے دوسرے شریف آدمی سے مل سکتا ہے۔"

مورٹن نے قفل کھولا اور صفدر کو اشارہ کیا۔

صفدر اس کے پیچھے پیچھے فلیٹ میں داخل ہوا۔ اس کا فلیٹ شاندار تھا، لیکن وہاں کی ہر چیز بکھری ہوئی تھی۔ مورٹن اپنی جسامت کے باعث ایک کاہل آدمی تھا۔ اس لیے اس کے ہاں ایسی بے ترتیبی دیکھ کر صفدر کو کوئی خاص حیرت نہیں ہوئی۔

"کہیں جگہ دیکھ کر بیٹھ جاؤ۔" مورٹن کا لہجہ بدستور خراب تھا۔

صفدر نے انکار میں گردن ہلا دی۔ وہ کھڑا رہنا چاہتا تھا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ اسے مورٹن سے کسی ردِ عمل کی توقع تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اس سے کسی بھی وقت کوئی حرکت سرزد ہو سکتی ہے۔ مورٹن اُسے گھورنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں سرد مہری کا تاثر تھا۔

"ایوا آج رات قتل کر دی گئی ہے۔" صفدر نے کہا۔ "میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم رات بھر کہاں تھے؟"

مورٹن کا چہرہ یکایک غصے سے سُرخ ہو گیا۔ "کیا تم مجھ سے یہی سوال کرنے آئے ہو؟"

"یہ حقیقت ہے۔ میں نے رات دو بجے کے قریب تمھیں اس عمارت کے قریب دیکھا تھا اور اس کے بعد ہی ایوا کی لاش تمھارے سامنے آئی تھی۔"

مورٹن کے چہرے پر ہچکچاہٹ کے آثار نمایاں ہو گئے اس کا چہرہ اس وقت بھی غصے سے سُرخ تھا لیکن جلد ہی اس نے اپنی حالت پر قابو پا لیا۔

"جس وقت تم نے مجھے اس عمارت کے قریب دیکھا تھا میں اس وقت سیدھا باب کوک کے دفتر جا رہا تھا اور میں اس وقت بھی وہیں سے واپس آ رہا ہوں اگر تم تصدیق کرنا چاہو تو..." اس نے فون کی طرف اشارہ کر دیا۔

صفدر نے ریسیور اٹھا لیا۔ "کس نمبر پر؟"

"وہ اس وقت اپنے دفتر میں ہے۔ کیا تمھیں میری بات پر یقین نہیں؟"

"میں کسی پر اعتماد نہیں کرتا۔" صفدر کا لہجہ سرد تھا۔ اس نے جلدی جلدی باب کوک کا نمبر ڈائل کیا۔ دوسری جانب سے فوراً ہی باب کوک کی آواز سنائی دی۔ صفدر نے بلا تاخیر اپنا تعارف پیش کیا اور کہا۔ "کیا یہ حقیقت ہے کہ مورٹن ابھی تمھارے دفتر سے رخصت ہوا ہے؟"

"ہاں۔ کیوں، کیا بات ہے؟"

"کیا تم نے اُسے بُلا بھیجا تھا؟"

"ہاں... میں نے اسے دو بجے سے پہلے ہی بُلایا تھا۔ کیا بات ہے آخر؟"

"ایوا قتل کر دی گئی ہے اور میں یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ قاتل کون ہے؟"

"گڈ گاڈ... لیکن یقیناً تم..."

صفدر نے ریسیور رکھ کر سلسلہ منقطع کر دیا۔

"ٹھیک ہے۔" اس نے مورٹن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "لیکن میں تم سے چند سوالات اور بھی کرنا چاہتا ہوں۔ کیا تم..."

"میں ان کے جواب کی ضمانت نہیں دے سکتا۔"

"اگر تم نے مجھے جواب نہیں دیا تو پھر تمھیں چند دوسرے آدمیوں کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا اور وہ صورتِ حال تمھارے لیے زیادہ ناخوشگوار بھی ثابت ہو سکتی ہے۔"

"تم کیا پوچھنا چاہتے ہو؟" وہ غرایا۔

"مجھے بتاؤ کہ جس رات ایوا کی کار کے نیچے ایک جاپانی سیکرٹ ایجنٹ کچلا گیا تھا، اس کے لیے تم نے شہادت کیوں دی تھی؟"

"کس طرح... تمھیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟"

"اس سے تمھیں کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیے۔ ... تم نے غلط شہادت کیوں دی تھی، جلدی بتاؤ؟" صفدر غرایا۔

مورٹن نے کوئی جواب نہیں دیا تو صفدر نے اُسے تھپڑوں پر رکھ لیا۔ وہ فربہ بدن شخص تھوڑی ہی دیر میں ہانپنے لگا۔ "ٹھہرو... ٹھہرو..." وہ بولا۔

صفدر اسے چھوڑ کر الگ ہو گیا۔

"مجھے اس وقت یہ احساس نہیں ہوا تھا کہ میں کوئی غلط قدم اٹھا رہا ہوں۔" مورٹن تھوڑی دیر بعد بولا۔

صفدر نے اسے واپس کرسی پر دھکیل دیا۔

"میں سن رہا ہوں۔" صفدر غرایا۔ اس کا لہجہ کسی زخمی بھیڑیئے کی غراہٹ سے ملتا جلتا تھا۔

"اس نے قسم کھائی تھی کہ وہ ایک حادثہ تھا۔"

صفدر نے اثبات میں سر ہلایا۔ اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ خود ایوا نے ہی دانستہ اس ایجنٹ کو کار سے کچل

کر ہلاک کیا تھا۔

"وہ جیل جانا نہیں چاہتی تھی" مورٹن نے کہا۔ "میں ...میں اس سے محبت کرتا تھا۔ اس نے مجھ سے شادی کا وعدہ کیا تھا اور کہا تھا کہ جیسے ہی اسے طلاق ملی وہ مجھ سے شادی کرلے گی... یہ غلط تھا... مجھے اب احساس ہوا... وہ جب بھی کبھی میری طرف دیکھتی تھی تو میں اس کی بڑی بڑی نیلی آنکھوں میں..."

"اس وضاحت کی ضرورت نہیں" صفدر نے خشک لہجے میں کہا۔ "میرا خیال ہے اس ایکسیڈنٹ کو بنیاد بنا کر ہی اسے بلیک میل کیا جارہا تھا"

"ہاں۔ لیکن وہ اس کا اقرار نہیں..."

"تو تم ہی نے اس کی تصویروں والی کہانی گھڑی تھی؟"

"ہاں" مورٹن نے سر جھکا لیا۔ "جب تم نے مجھے اس کی موت کی خبر سنائی تھی تو میں پہلے ہی اس حادثے سے آگاہ ہوچکا تھا۔ اس وقت میں اور باب دفتر میں تھے جب کرنل کووسکی نے اس بات کی اطلاع دی تھی۔ جاپانی پولیس کا خیال ہے کہ اس کے قاتل تم ہو اور وہ تمہیں تلاش کررہی ہے۔"

"میں جانتا ہوں" صفدر نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ نیچے پہنچ کر اس نے کار کا دروازہ کھولا اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس کا سخت لیکن خوبصورت چہرہ مایوسی کا تاثر لیے ہوئے تھا۔

"کیا ہوا؟" تاکیدا نے پوچھا۔

"کچھ نہیں" صفدر نے مختصر جواب دیا۔ اب اسے یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ مورٹن مجرم نہیں ہے۔ مورٹن نے جو وضاحت کی تھی، اس سے صفدر کا ذہن بڑی حد تک صاف ہوگیا تھا لیکن اس کے باوجود یہ ضروری تھا کہ مورٹن کو اس اہم جگہ سے برطرف کرکے واپس بھیج دیا جائے۔ جو شخص ایک حسینہ کی آنکھوں سے مسحور ہوکر قانون کی خلاف ورزی کرسکتا ہے اس سے مزید نقصانات کی بھی توقع کی جاسکتی تھی۔

صفدر اس سوچ میں غلطاں و پیچاں تھا کہ ایوا کس سے اور کہاں ملتی ہوگی؟ مورٹن کا معاملہ ہر لحاظ سے صاف ہوگیا تھا اور اب صفدر سوچ رہا تھا کہ اسے اور ہی کسی پہلو پر غور کرنا چاہیے۔ کوئی اور جگہ،



کوئی ایسی جگہ جہاں مجرم اور ایوا کی ملاقاتیں ایجنٹوں کی نگرانی میں بھی ممکن تھیں، مثلاً وہ عمارت جس میں ایوا مقیم تھی... اس نے آنکھیں بند کرلیں اور اسٹیئرنگ پر سر ٹکا دیا۔

تاکیدا حیران تھی کہ وہ وہیں کیوں رکا ہوا ہے، آگے کیوں نہیں بڑھتا، لیکن اس نے اسے چھیڑنے کی کوشش نہیں کی، صفدر کا موڈ وہ دیکھ ہی چکی تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور سر اسٹیئرنگ پر ٹکا ہوا تھا۔

صفدر نے زور سے آنکھیں بھینچ لیں۔ اس کے دماغ میں متحرک تصویروں کا ایک سلسلہ شروع ہوگیا تھا... کئی مناظر یکے بعد دیگرے اس کے ذہن کے پردے پر آکر گزرتے چلے گئے۔

اُف خدایا! اس نے کراہ کر سوچا۔ کیا میں بالکل ہی اندھا ہوگیا ہوں!

کیا یہ درست ہے کہ میں نے اپنے کام کا بیشتر وقت ایوا کی آنکھوں میں ڈوب کر گنوایا تھا... یہ تو بالکل سامنے کی بات ہے!

صفدر نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا اور اس کی انگلیاں کنپٹیوں کو دبانے لگیں۔

"میں مجرم کو تلاش کر چکا ہوں!" وہ سر اٹھا کر بولا۔
ٹاکیدا کا چہرہ چمک اٹھا۔ وہ بڑے سکون سے بیٹھی اس کی طرف دیکھتی رہی۔ اُسے انتظار تھا کہ صفدر اس سلسلے میں کیا کہنے جا رہا ہے۔
"کیا خیال ہے، پولیس کا کوئی آدمی ایوا کے ہاں موجود ہوگا؟" صفدر نے کہا۔
"ان حالات میں پولیس کسی نہ کسی کو جائے واردات پر ضرور چھوڑ دیتی ہے۔"
"مجھے اس اپارٹمنٹ میں دوبارہ جانا پڑے گا اور تم میرے ساتھ چلو گی۔"
"ہمیں یہ خصوصی ہدایت دی گئی ہے کہ پولیس کے سامنے نہ آئیں۔ بہتر ہوگا کہ میں اس سلسلے میں پہلے کرنل سے بات کر لوں۔" وہ بولی۔
"ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ اس وقت صبح کے پانچ بجے ہیں، جلد ہی اجالا پھیل جائے گا۔"
"پولیس مین ہمیں اندر گھسنے کی اجازت نہیں دے گا۔" ٹاکیدا نے کہا۔
"مجھے یقین ہے کہ وہ اجازت دے دے گا۔ لیکن میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اُسے زیادہ زخمی نہیں کیا جائے گا۔"
جب وہ ایوا کی عمارت کے قریب پہنچے تو صفدر فٹ پاتھ پر رُک گیا۔ اس نے ٹاکیدا سے کہا۔ "سنو، پہلے تم آگے جاؤ اور دیکھو کہ کہیں پولیس کا کوئی آدمی ڈیوڑھی میں تو نہیں کھڑا ہے؟"
وہ آگے آگے چلنے لگی۔ صفدر عمارت کے موڑ تک اس کے تعاقب میں گیا اور پھر رُک کر انتظار کرنے لگا۔
رات بے انتہا سرد تھی اور آسمان صاف تھا۔
ٹاکیدا دروازے کے سامنے سے گزر کر آگے بڑھی، پھر واپس آئی اور دروازے کے سامنے رُک گئی۔ وہ صفدر کی طرف گھومی پھر اسے اشارہ کیا۔ صفدر تیزی سے اس کے قریب پہنچ گیا۔
اس نے دروازہ کھولا اور پھر ایوا کے فلیٹ کے لیے ٹاکیدا نے لفٹ کی طرف بڑھنا چاہا لیکن صفدر بولا۔ "ہم سیڑھیوں سے اوپر جائیں گے، لفٹ بہت شور کرتی ہے۔"
وہ اطمینان سے سیڑھیاں طے کرتے ہوئے اوپر چڑھنے لگے۔
وہ ایوا کے فلور سے ایک منزل نیچے رُک گئے۔ صفدر ٹاکیدا کی طرف جھکا اور پھر ٹاکیدا کے کان میں سرگوشی کرنے لگا۔
اس دوران وہ اپنے منصوبے پر اچھی طرح غور بھی کرتا رہا۔ "سمجھ گئیں؟" اس نے پوچھا۔
"ہاں۔" ٹاکیدا نے جواب دیا۔
"ٹھیک ہے، تو جاؤ۔"
ٹاکیدا آخری سیڑھیاں طے کر کے اوپر پہنچ گئی۔
وہ اس وقت تک نیچے کھڑا رہا، جب تک فلیٹ کی اطلاعی گھنٹی بجنے کی آواز نہیں آئی۔ صفدر نے کسی مرد کی جاپانی زبان میں بڑبڑاہٹ سُنی۔ صفدر نے ایوا کو سمجھا دیا تھا کہ فلیٹ میں موجود پولیس مین کو یہ بتائے گی کہ وہ ایوا کی سہیلی ہے اور اس سے ملنے کے لیے ابھی ابھی ٹوکیو ایکسپریس سے یہاں پہنچی ہے۔
دروازہ کھلا اور پھر صفدر کی ہدایت کے عین مطابق ٹاکیدا تیزی سے آگے بڑھی تاکہ پولیس مین فلیٹ سے باہر نہ آسکے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ صفدر آخری لمحے تک پولیس کی نگاہوں سے اوجھل رہنا چاہتا تھا۔ ٹاکیدا بڑی تیز تیز گفتگو کر رہی تھی، جواباً اس پولیس مین نے بھی کچھ کہا۔
صفدر سمجھ گیا کہ وہ ایوا کے مرنے کا ذکر کر رہا ہے۔ جیسے ہی ٹاکیدا نے یہ خبر سُنی وہ ایک چیخ مار کر لڑکھڑائی اور اور سیدھی پولیس مین کی طرف گرنے لگی۔
پولیس مین نے جلدی سے ٹاکیدا کو سنبھال لیا۔ اس کی دانست میں ٹاکیدا بے ہوش ہو گئی تھی۔ اس کی پشت دروازے کی جانب تھی۔ عین اسی لمحے صفدر کا ہاتھ کام کر گیا۔ سپاہی بے آواز نیچے گرتا چلا گیا۔ ٹاکیدا کپڑے جھاڑتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ صفدر بے ہوش سپاہی کو اُٹھا کر خواب گاہ کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے اشارے پر ٹاکیدا باتھ روم سے ٹیپ کا رول اٹھا کر لائی۔ صفدر نے سپاہی کو باندھ کر اس کے ہونٹوں پر ٹیپ چپکا دیا۔
پھر وہ اسے لے کر دوسرے کمرے میں گیا اور چیزیں الٹ پلٹ کر کچھ تلاش کرنے لگا۔ ٹاکیدا پہلے تو اسے پُرتشویش انداز میں دیکھتی رہی، پھر الجھن آمیز انداز میں بولی۔ "مجھے بتاؤ، کیا تلاش کر رہے ہو؟"

"مائیکروفون۔" صفدر نے جواب دیا۔
وہ اسے حیرت سے گھورنے لگی جیسے صفدر کا دماغ چل گیا ہو۔ صفدر ایک بستر کے کنارے بیٹھ گیا اور اس نے ٹاکیدا کو بھی اشارہ کیا کہ بیٹھ جائے۔
"میں ایک امکانی صورت کا جائزہ لے رہا ہوں... اور میں نے ایک بہت ہی دلچسپ تھیوری بنائی ہے۔ یہ نظریہ یاما نیکا کے بارے میں ہے جو ایوا کے فلیٹ کے اوپر رہتا ہے۔" اس نے چھت کی طرف اشارہ کیا۔
"میں اسے نہیں جانتی۔" وہ بڑبڑائی۔
"میں اسے جانتا ہوں... اور اب تو اچھی طرح پہچان گیا ہوں۔ یاما نیکا میں ایک عادت بڑی عجیب ہے۔ وہ ہمیشہ غلط مقامات پر غلط وقت میں پہنچنے کا عادی ہے۔ پہلے میرا خیال تھا کہ یہ شخص احمق ہے، لیکن ابھی کچھ دیر پہلے اس کے رویے کے بارے میں مجھے ایک انوکھا خیال سوجھا ہے۔ آؤ، کچھ دیر کے لیے یہ فرض کر لیں کہ یاما نیکا ہی وہ پُراسرار جاسوس ہے، جس کے لیے ایوا کام کر رہی تھی اور وہ اس مائیکروفون کی وجہ سے ہر وہ آواز سن لیتا ہے جو اس فلیٹ میں پیدا ہوتی ہے۔"
"لیکن یہاں تو مائیکروفون کا نام و نشان تک نہیں ہے۔" ٹاکیدا نے کہا۔ "تم نے اس فلیٹ کا ایک ایک کمرہ اور ہر چیز بغور دیکھ لی ہے، لیکن تمھیں کچھ نظر نہیں آیا۔"
"مجھے کچھ وضاحت کرنے دو۔" صفدر نے بے تابی سے کہا۔ "یہ تصور کر لو کہ ہمیں مائیکروفون مل چکے ہیں، یہ ممکن ہے یا نہیں؟"
ٹاکیدا نے اثبات میں سر ہلایا لیکن اس کے انداز سے غیر یقینی مترشح تھی۔
"بدھ کی رات جب میں بلیک میلر کے سلسلے میں کریہ کے مرکز سے واپس یہاں پہنچا تو رات کے دو بج رہے تھے۔ ایوا اٹھی اور اس نے مجھے اندر آنے کی اجازت دے دی۔ اس نے مجھ سے گفتگو کی لیکن میں اس وقت بات چیت کے موڈ میں نہیں تھا۔ اس نے مجھ سے کچھ کہا اور پھر وہ بستر پر چلی گئی۔ عین اسی لمحے ہم دونوں نے ایک آواز سنی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی چابی سے دروازے کا قفل کھول رہا ہو۔ میں نے دروازہ کھولا تو سامنے یاما نیکا موجود تھا، اس کے ساتھ اس کی بیوی بھی تھی۔ دونوں ہی نشے میں دھت تھے۔ یاما نیکا نے بتایا کہ وہ نشے میں غلط فلور پر اتر گئے ہیں حالاں کہ انھیں اوپری منزل پر جانا تھا۔ چونکہ ان کا فلیٹ لفٹ کے بالکل سامنے ہی ہے، اس لیے انھوں نے غلط فلور پر اترتے ہی یہ سمجھا کہ وہ اپنے فلیٹ کے سامنے کھڑے ہیں۔ یاما نیکا نے ایوا کے ساتھ دیر تک گفتگو کی تھی، اگرچہ میں جاپانی زبان سے واقف نہیں ہوں لیکن میں جانتا ہوں کہ دنیا کی کسی بھی زبان میں اتنی دیر تک معذرت نہیں کی جاتی۔ معذرت کے لیے چند جملوں ہی میں مفہوم ادا ہو جاتا ہے... ایوا نے بعد میں مجھے جب اس کی باتوں کا خلاصہ بتایا تو اس سے ظاہر ہوا کہ یاما نیکا نے ان باتوں کے علاوہ بھی اس سے گفتگو کی ہے، اور وہ گفتگو کیا تھی؟ یقیناً وہ ایوا کو کوئی اور ہی بات سمجھا رہا تھا۔ اس نے ہی ایوا کو سمجھایا ہوگا کہ اگر میں اصرار کروں تو غلط فلور پر آنے کی بات دُہرا دی جائے۔ بالآخر وہ رخصت ہو گئے۔ اُن کے جانے کے بعد ایوا بستر پر نہیں گئی حالانکہ کچھ دیر قبل وہ سونے جا رہی تھی۔ اس نے مجھ سے اِدھر اُدھر کی باتیں چھیڑ دیں۔ مجھے افسوس ہے کہ اس وقت میں یہ تبدیلی محسوس نہ کر سکا۔ اگر میں اپنی آنکھیں کھلی رکھتا تو اسی لمحے مجھے معلوم ہو جاتا کہ ایوا کے رویے میں یہ تبدیلی یاما نیکا کی آمد کے بعد ہوئی ہے اور اس تبدیلی میں صد فیصد یاما نیکا کا ہاتھ ہے۔ ایوا نے سونے کی بجائے شراب نوشی شروع کر دی۔ اس دوران وہ مجھ سے پوچھتی رہی کہ میرے ساتھ کیا واقعہ ہوا تھا۔"
"میں سمجھ رہی ہوں۔" ٹاکیدا نے کہا۔ "تمھارا مطلب ہے کہ مائیکروفون کے ذریعے یاما نیکا نے تم دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو سن لی تھی اور وہ گفتگو بھی اسی کے ایما پر ہوئی تھی؟"
"بالکل یہی بات ہے۔ اور یاما نیکا نے جب محسوس کیا کہ ایوا اس کی بتاتی ہوئی باتوں میں سے چند ایک بھول رہی ہے تو وہ اپنی بیوی کے ساتھ نشے میں دھت حالت میں فلیٹ کے دروازے پر آیا، غلط فلور کا بہانہ بنایا اور پھر معذرت آمیز انداز میں اس نے ایوا کو وہ باتیں یاد دلائیں جو مجھ سے دریافت کرنا چاہتا تھا... اور اس کے جاتے ہی ایوا نے ان باتوں کے لیے مجھ سے باز پرس شروع کر دی۔"

صفدر نے رُک کر سانس لیا، پھر بولا: ”اس نے سوالات کیے اور اس دوران بعض سوالات پر اس قدر اصرار کیا کہ میں پریشان ہوگیا، اس کے بعد اچانک فون کی گھنٹی بجی تو میں نے ریسیور اُٹھا لیا۔ ریسیور اٹھاتے ہی مجھے چونکنا پڑا کیونکہ دوسری طرف سے کسی نے بولنے کی کوشش نہیں کی، حالانکہ مجھے یقین تھا کہ دوسری طرف کوئی نہ کوئی ضرور موجود تھا۔ تیز سانسوں کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔“ صفدر نے کہا اور ٹاکیدا کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

”تمھارا مطلب ہے، یہ یامانیکا کی طرف سے ایک اشارہ تھا کہ ایوا ضرورت سے زیادہ غیر فطری انداز اختیار کر رہی ہے۔“ ٹاکیدا بولی۔

”بالکل... وہ مُجھے باور کرانا چاہتا تھا کہ محتاط رہو۔ پھر اگلی ہی رات میں نے یامانیکا کو دوبارہ دیکھا۔ یہ اس رات کی بات ہے جب تمھارا ایک ساتھی یہاں قید تھا۔ میں نے اسے باندھ کر بستر پر ڈال دیا اور پھر اُسے بتایا کہ میں ایوا کو تلاش کرنے جا رہا ہُوں۔ میں یہ کہنے کے بعد فوراً ہی رخصت ہو جاتا لیکن دروازے کی طرف بڑھتے بڑھتے اچانک مجھے یاد آیا کہ مجھ سے ایک بڑی غلطی سرزد ہو گئی ہے۔ میں تمھارے ساتھی کی تلاشی لینا بھول گیا تھا۔ میں دوبارہ خواب گاہ میں آیا... اور اطمینان سے اس کی تلاشی لینے لگا۔ یامانیکا جو اس سے قبل اپنے ریسیور کے ذریعے یہ سُن چُکا تھا کہ میں فلیٹ سے نکل رہا ہُوں، وہ یہ سمجھا کہ میں جا چکا ہوں، اس لیے وہ فوراً ہی نیچے اتر آیا۔ مجھے چونکہ تلاشی لینے میں کچھ دیر ہو گئی تھی اس لیے میں کچھ وقفے کے بعد باہر نکلنے کے لیے دروازے کے پاس پہنچا تو مجھے محسوس ہُوا کہ تالے میں چابی گھوم رہی ہے۔ میں نے اس وقت قدرے جلد بازی سے کام لیا ورنہ شاید اسی روز یہ بات میری سمجھ میں آ جاتی... بہر حال میرے قدموں کی آہٹ سُن کر یامانیکا رُک گیا، میں نے قفل کھول کر اچانک ہی دروازہ کھولا تو سامنے یامانیکا موجود تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ فلیٹ پر موجود تھا کہ انھوں نے ایوا کے فلیٹ سے آوازوں کو سُنا تو تشویش میں مبتلا ہو گئے۔ یہ آوازیں وہ سرِ شام ہی سے سُننے لگے تھے، آخر جب ان غیر معمولی آوازوں کا سلسلہ ختم نہ ہُوا تو یامانیکا کی بیوی نے اس سے کہا کہ انھیں اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھتے ہوئے دیکھنا چاہیے کہ بات کیا ہے اور ان غیر معمولی باتوں کی حقیقت کیا ہے اور اب وہ اسی لیے نیچے اتر کر ایوا کے دروازے تک پہنچا ہے۔“ صفدر نے تفصیل بیان کی۔

”لیکن وہ کیوں آیا تھا؟“ ٹاکیدا بولی: ”میرا مطلب ہے اس کی آمد کا اصل مقصد کیا تھا؟“

”تمھارے ساتھی جاسوس کا گلا دبانا!“ صفدر نے جواب دیا۔

”اور وہ اس جاسوس کو کیوں قتل کرنا چاہتا تھا؟“

”درحقیقت اس طرح یامانیکا ایوا پہ دباؤ ڈالنا چاہتا تھا اور یہ بات ایوا کے لیے وارننگ کی حیثیت رکھتی تھی کہ اگر اس نے یامانیکا کے احکامات کو نظر انداز کرنے کی کوشش کی تو اس کا انجام بھی ویسا ہی ہو سکتا ہے... جب میں یہاں سے چلا گیا تو اس نے یہاں داخل ہو کر جاسوس کا گلا گھونٹ دیا۔ اب اسے میرا انتظار تھا وہ جانتا تھا کہ فلیٹ میں ایک عدد لاش دیکھ کر میں پولیس کے خوف سے اسے ٹھکانے لگانے کی کوشش کروں گا، چنانچہ اس روز وہ نیچے میرا منتظر تھا۔ لفٹ کی آواز سنتے ہی وہ لفٹ کے دروازے پر آ کھڑا ہوا اور پھر اس نے خریداری کی ٹوکری رکھ کر میری مدد کرنا چاہی تاکہ اس لاش کو ٹھکانے لگانے میں مجھ سے جتنی بھی جلد بازی ممکن ہو سرزد ہو جائے۔ میں اب سمجھ رہا ہوں کہ میرے بار بار سمجھانے کے باوجود وہ رسیوں پر کیوں زور آزمائی کر رہا تھا۔ اس نے لاش کا بنڈل لفٹ سے نکالنے میں میری مدد کی اور پھر اسے اٹھا کر پہنچانے کے لیے میرے ساتھ ساتھ رہا۔ وہاں اس نے دانستہ رسّی کو توڑ دیا... رسی ٹوٹنے سے لاش کا ہاتھ باہر نکل آیا تھا۔ یامانیکا نے رسّی اس لیے توڑی تھی کہ کسی طرح لاش کا کچھ حصہ اس کے سامنے آ جائے تاکہ وہ اُسے بنیاد بنا کر مجھے بلیک میل کر سکے۔ لاش کا ہاتھ دیکھنے کے بعد وہ بھاگ گیا حالانکہ ایک عام شہری کسی لاش کو دیکھ لیتا ہے تو کیا اثر لیتا ہے؟ کیا وہ پولیس کو طلب نہیں کرتا؟ یقیناً ایسا ہوتا ہے، لیکن یامانیکا نے لاش کے سلسلے میں پولیس کو اطلاع نہیں دی۔ وہ پولیس کے پاس صرف اس لیے نہیں گیا

کراش کو بنیاد بنا کر اس راز کو محفوظ رکھنے کا معاوضہ مجھ سے وصول کر سکے۔ وہ مجھے بھی ایوا کی مانند بلیک میل کرنا چاہتا تھا... مگر اسی اثنا میں اس نے ایوا کو ٹھکانے لگا دیا۔" صفدر کہتے کہتے رُک گیا۔

"اور اب؟" ٹاکیدا نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"اب میں اس کے فلیٹ میں جا رہا ہوں۔" صفدر نے کہا۔ "اس وقت یقیناً وہ اپنے فلیٹ میں نہیں ہے ورنہ ہماری باتیں سن کر کچھ نہ کچھ کر چکا ہوتا۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے ٹاکیدا کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔

اطلاعی گھنٹی بجانے پر کوئی ردِّعمل ظاہر نہیں ہوا تو صفدر نے جیب سے "ماسٹر کی" نکالی اور دروازہ کھول دیا... اندر داخل ہو کر اس نے روشنی کی، پھر اپنا ریوالور ٹاکیدا کو تھما کر اندرونی کمرے کی طرف چلا گیا۔

ٹاکیدا کو اس نے وہاں اس لیے کھڑا کیا تھا کہ یاماینکا اچانک آجائے تو وہ اسے کور کرلے۔ کچھ دیر بعد جب وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں کچھ موجود تھا۔ ٹاکیدا نے دلچسپ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا اور پھر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

صفدر کے دائیں ہاتھ میں ایک کیسٹ تھا جو اس نے کسی ٹیپ ریکارڈر سے نکالا تھا۔

"یہ کہاں سے ہاتھ لگا؟"

"ایک جگہ مائیکروفون کا ریسیور موجود ہے۔"

"اوہ... گویا وہ ریسیور کسی ٹیپ ریکارڈر سے ملا ہوا ہے۔"

"ہاں... تاکہ یاماینکا اپنی عدم موجودگی میں ایوا کے فلیٹ میں ہونے والی ہر بات سے باخبر رہ سکے۔" صفدر نے وضاحت کی۔

"کیا تم اس ٹیپ کو سن چکے ہو؟" ٹاکیدا نے پوچھا۔

"ہاں... اس کا کچھ حصہ سن چکا ہوں۔"

"کیا گفتگو ریکارڈ ہوئی ہے؟"

"وہی جو کچھ دیر پہلے ہمارے درمیان ہو چکی ہے۔" صفدر نے بتایا۔

"اوہ... کیا مکمل؟" ٹاکیدا نے حیرت سے کہا۔

"ہاں... اور تمہیں یہ جان کر حیرت ہوگی کہ اس کیسٹ میں کرسی گھسیٹنے تک کی آوازیں ریکارڈ ہوئی ہیں۔"

"اب کیا ارادے ہیں؟" ٹاکیدا نے پوچھا۔ "کیا تم یہ کیسٹ اپنے پاس رکھو گے؟"

"نہیں۔" صفدر نے کہا اور ایک مرتبہ پھر اُسی کمرے کی طرف بڑھ گیا جہاں سے کیسٹ لے کر آیا تھا۔

اس نے جلدی جلدی کیسٹ کو خالی کیا اور پھر یہ اطمینان کر لیا کہ اب اس میں صرف وہی آوازیں ریکارڈ رہ گئی ہیں جنہیں اُن کی آمد سے پہلے مائیکروفون کے ریسیور نے ریکارڈ کیا تھا۔ پھر وہ ریسیور کا جائزہ لینے لگا۔

یہ مائیکروفون ریسیور آتش دان پر رکھے ہوئے ایک آرائشی شیر کے پیٹ میں مع ایک ٹیپ ریکارڈر کے فٹ تھا۔ صفدر نے شیر کی غیر معمولی جسامت اور وزن کو محسوس کر کے اس طرف گہری توجہ دی، جس کے نتیجے میں مائیکروفون کے ریسیور اور ٹیپ کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

اس سلسلے میں سب سے زیادہ تعجب خیز بات یہ تھی کہ ریسیور سے کسی قسم کا تار وغیرہ منسلک نہیں تھا۔ صفدر چند لمحے حیرت سے اس کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر سب کچھ جوں کا توں چھوڑ کر فلیٹ کی تلاشی میں مصروف ہو گیا۔

اس نے بڑی تیز رفتاری سے ایک ایک چیز دیکھ لی مگر کوئی اور کام کی چیز ہاتھ نہ لگ سکی۔

وہ مسکرایا۔ گویا یاماینکا ایک دانش مند آدمی ہے۔ اس نے فلیٹ میں اس مصنوعی شیر کے علاوہ کوئی آرائشی چیز نہیں رکھی تھی۔

ہر طرح سے مطمئن ہونے کے بعد وہ کمرے سے نکل آیا۔ ٹاکیدا ریوالور لیے دروازے کے اندرونی رُخ موجود تھی۔ صفدر کو دیکھ اس نے استفہامیہ انداز میں اس کی جانب گھورا۔ صفدر نے جواباً اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ٹھیک ہے چلو۔ اب نکل جائیں۔" صفدر نے کہا۔

"کام ختم؟"

"ہاں... بڑے صبر و تحمل سے یاماینکا کی آمد کا انتظار کرنا پڑے گا اور جیسے ہی اس کی آمد کی آواز آئے، ہمیں ایک مرتبہ پھر وہی گفتگو کرنی پڑے گی۔"

"کون سی گفتگو؟"
"وہی جو اس سے قبل ہمارے درمیان ہوئی تھی۔"
صفدر نے کہا۔ "میں کیسٹ خالی کر چکا ہوں۔"
صفدر و ٹالکیدا اطمینان سے ایوا کے فلیٹ میں آ گئے۔
سب سے پہلے تو اس نے پورے فلیٹ کا تفصیلی جائزہ لیا اور پھر اس کمرے میں پہنچ گیا، جہاں پولیس والا بندھا پڑا تھا۔ وہ اسی طرح ساکت اور بے حس و حرکت پڑا تھا۔ اس نے کرسی پر بیٹھ کر سگریٹ سلگایا۔
تھوڑی دیر بعد لفٹ کی آواز سنائی دی۔
دونوں نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا چند لمحے وہ ایک دوسرے کو خالی خالی نظروں سے گھورتے رہے پھر ٹاکیدا نے جلدی سے گلاس خالی کر کے میز پر رکھ دیا۔
"یامانیکا!" وہ بڑبڑائی۔
"ممکن ہے۔" صفدر نے کہا۔ "میرا خیال ہے تمہیں وہی کہانی سننے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔"
"میں تیار ہوں۔" ٹاکیدا مسلسل سرگوشیوں میں بات کر رہی تھی۔
اگرچہ اس کے چہرے پر خوف کا ہلکا سا بھی تاثر نہیں تھا لیکن اس کی بھیگی ہوئی پیشانی اس بات کی غماز تھی کہ وہ ہیجانی کیفیت میں مبتلا ہو رہی ہے۔ ممکن ہے وہ اس کیس کے انجام پر غور کر رہی ہو۔
لفٹ گزر گئی اور پھر صفدر نے بولنا شروع کر دیا۔ وہ اس وقت وہی گفتگو دہرا رہا تھا جو اس سے قبل ٹاکیدا اور اس کے درمیان ہو چکی تھی۔ دونوں ایک دوسرے سے پہلے کی طرح ایک کے بعد دوسری بات پر بحث کرتے رہے۔ وہ بار بار بے چینی سے پہلو بدلتی ہوئی مسلسل اس کی باتوں کے درمیان بول رہی تھی اور صفدر اس سے اس انداز میں محوِ کلام تھا جیسے اپنے طور پر اُسے ہر لحاظ سے مطمئن کرنا چاہتا ہو۔
"مجھے یقین ہے کہ کمرے میں ایسے مائیکروفون موجود ہیں جو پلاسٹر کی چھت کے باوجود آوازوں کو دوسری جگہ منتقل کرتے ہیں۔" صفدر نے چھت کی جانب دیکھتے ہوئے کہا اور پھر ٹاکیدا کو دیکھ کر مسکرانے لگا۔
"مثلاً کہاں؟" ٹاکیدا نے کہا۔
"مثلاً اوپر والی منزل کے کمرے میں۔"
"یعنی اوپر والے فلیٹ میں؟" ٹاکیدا نے پوچھا۔
"ہاں، جہاں یامانیکا کی رہائش ہے۔ بہرحال یہ بات بالکل یقینی ہے، مثلاً ..." اس نے آواز دبائی اور جھک کر ٹاکیدا سے کہا۔ "ٹاکیدا، کار لے جاؤ اور کرنل کے پاس پہنچو، اس سے کہو کہ اپنے چند آدمی فوراً بھیج دے۔"
ٹاکیدا نے الجھی ہوئی نگاہوں سے صفدر کی طرف دیکھا۔ "اس بات کا خیال پہلے کیوں نہیں رکھا!" اس نے سرگوشی کی۔
"بیکار ہے ... جاؤ۔" صفدر نے دبے دبے لہجے میں کہا۔
ٹاکیدا اٹھ کھڑی ہوئی۔ اپنا کوٹ اتار کر اس نے کرسی کی پشت پر ڈال دیا تھا۔ کوٹ اٹھا کر وہ جانے کے لیے تیار ہو گئی تو صفدر نے اشارے سے کہا کہ اسے زیادہ جلد بازی کی ضرورت نہیں ہے۔ "یہ بات بھولنا نہیں۔" اس نے بلند آواز میں کہا۔
وہ خواب گاہ سے نکل کر داخلی ہال سے ہوتی ہوئی دروازے پر پہنچی۔
دروازہ کھولتے ہی اُسے ٹھٹک کر رک جانا پڑا۔
"شور مچانے کی ضرورت نہیں۔" ایک آواز سنائی دی، لہجہ سخت تھا۔ "ہاتھ اٹھا کر واپس چلی چلو۔"
ٹاکیدا نے ریوالور کی بھیانک نال کی جانب دیکھا جو اس کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔ اس نے خاموشی سے نووارد کے حکم کی تعمیل کی۔
نووارد اندر آ گیا۔ اس کے عقب میں ایک عورت تھی۔ جب وہ عورت بھی داخلی ہال میں آ گئی تو دروازہ بند کر کے مقفل کر دیا گیا۔
ٹاکیدا کا دل شدت سے دھڑک رہا اور اس کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔
... پھر اچانک اس کی نگاہ خواب گاہ کے دروازے کی جانب اٹھ گئی۔ دروازے میں صفدر کھڑا مسکرا رہا تھا۔
"اوہ ... مسٹر اینڈ مسز یامانیکا ... آیئے آیئے، خوش آمدید۔ میں آپ ہی دونوں کا انتظار کر رہا تھا۔"
اچانک یامانیکا کا ہاتھ آگے بڑھا اور اس نے ٹاکیدا کا بازو مضبوطی سے تھام لیا۔ ٹاکیدا کو یوں محسوس ہوا جیسے سلاخیں سی اس کے بازو میں چبھ رہی ہوں۔

یا مانیکا کی انگلیاں تھیں یا سلاخ دار شکنجہ۔ اس کا پورا جسم نازک پتے کی طرح کانپنے لگا۔

یا مانیکا نے ریوالور کی نال اس کی پشت سے لگا کر اسے ڈھال کی طرح اپنے سامنے کر لیا۔ "ہاتھ اٹھا لو۔" اس نے صفدر کو مخاطب کیا۔ "ورنہ میں اس عورت کو قتل کر دوں گا۔"

صفدر ہنسنے لگا۔ "اگر تم اسے قتل کرنا چاہتے ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ بلا تکلف اپنا شوق پورا کر دو۔ میں ایسی باتوں کی قطعاً پروا نہیں کرتا اور ایک بات کا تمھیں اطمینان کر لینا چاہیے کہ میں مسلح نہیں ہوں۔" صفدر نے اپنے خالی ہاتھ دکھائے اور اس کی دھمکیوں کی پروا کیے بغیر خواب گاہ کی طرف واپس ہو گیا۔

یا مانیکا اس حرکت پر جھلا گیا۔ ٹاکیدا کا دل دھک سے رہ گیا کہ کہیں وہ فائر نہ کر دے، لیکن ایسا نہیں ہوا۔

پھر صفدر کی آواز ان کی سماعت سے ٹکرائی۔ "تم سب لوگ اندر آ سکتے ہو۔" لہجے سے بے پروائی مترشح تھی۔ "میں تم سے چند ذاتی قسم کی باتیں کرنا چاہتا ہوں مسٹر یا مانیکا۔"

اس بات پر یا مانیکا نمایاں طور پر متحیر دکھائی دینے لگا۔ اس نے اپنی بیوی کی طرف استفہامیہ نگاہوں سے دیکھا۔ وہ بھی کم متحیر نہ تھی بلکہ اس کی تو آنکھیں ہی صفدر کی باتوں پر پھٹی پڑ رہی تھیں۔

انھوں نے ایک دوسرے کی طرف ایک بار پھر دیکھا اور پھر آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارے کر کے خوابگاہ میں جانے کا فیصلہ کر لیا۔ یا مانیکا نے ٹاکیدا کو ریوالور کی زد پر آگے دھکیلا۔

جب وہ کمرے میں داخل ہوئے تو انھوں نے صفدر کی طرف دیکھا، وہ تین گلاسوں میں شراب انڈیل رہا تھا۔ "کیا تم لوگ پینا پسند کرو؟" صفدر نے کہا۔

کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ صفدر نے اس خاموشی پر ایک قہقہہ لگایا۔ "میں جانتا ہوں کہ تم دونوں شراب کے رسیا ہو۔" صفدر نے مسکرا کر کہا۔ "تم لوگ اطمینان سے بیٹھ کیوں نہیں جاتے؟" صفدر کے انداز سے ظاہر ہوتا تھا جیسے اسے یا مانیکا کے ہاتھ میں موجود ریوالور کی ذرہ برابر بھی پروا نہ ہو۔

یا مانیکا کی گرفت ریوالور کے دستے پر سخت تھی اور انداز سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ کسی بھی غیر معمولی صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے تیار ہے۔

صفدر ایک آرام کرسی پر مطمئن بیٹھا ہوا تھا۔ "تم میری کہانی سُن چکے ہو۔" اس نے کہا۔ "مجھے بتاؤ کہ اس کہانی کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے مسٹر یا مانیکا؟"

"کہانی بُری نہیں ہے۔" یا مانیکا نے محتاط لہجے میں کہا۔ "تمھیں سب کچھ تفصیل سے معلوم ہے۔ بہرحال مجھے اب اس کی پروا نہیں۔"

"تم بہت سمجھ دار آدمی ہو۔" صفدر نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ "لیکن اس سے پہلے تم نے انگریزی زبان میں مجھ سے ہمکلام ہونے کی کوشش نہیں کی، اور اب میں دیکھ رہا ہوں کہ تم کسی اہلِ زبان کی طرح انگریزی بول سکتے ہو۔"

"میں پہلے امریکن آرمی میں تھا۔" یا مانیکا نے کہا۔ "اور شاید یہ بات تمھارے لیے انکشاف کی حیثیت رکھتی ہو کہ میں جاپانی نہیں ہوں۔"

"پھر کیا بلا ہو؟"

"کوریا کا ایک باشندہ۔" اس نے جواب دیا۔

صفدر نے اثبات میں سر ہلا کر باری باری ان دونوں میاں بیوی کا جائزہ لیا۔ "تم نے مجھے خوب احمق بنایا۔" اس نے کہا۔ "تم ایک بہت ہی ذہین اور شاطر آدمی ہو مسٹر یا مانیکا۔ یقین مانو میں تمھاری صلاحیتوں کا معترف ہوں۔"

یا مانیکا خاموشی سے اسے گھورتا رہا۔

"بیٹھ جاؤ یا مانیکا۔" صفدر نے اشارہ کیا۔ "کھڑے کھڑے تھک جاؤ گے اور مجھے یہ کوئی اچھی بات محسوس نہیں ہوتی۔"

یا مانیکا چند لمحے تو الجھن میں رہا پھر بیٹھ گیا لیکن اس کی نگاہیں مسلسل ان دونوں پر جمی ہوئی تھیں۔ اسے بیٹھے دیکھ کر اس کی بیوی بھی بیٹھ گئی۔ صفدر کو اب اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ یا مانیکا کی بیوی کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو وہ اسے ضرور سامنے لاتی۔

"مسٹر یا مانیکا۔" صفدر نے براہِ راست گفتگو شروع کر دی۔ "میں تمھیں ایک ایماندارانہ پیشکش کرنا چاہتا ہوں۔ تم ذہین ہو اور تمھارے خیالات کی بلندی

کا مظاہرہ میں دیکھ چکا ہوں، لیکن میں نے اندازہ لگایا ہے کہ تم سیکرٹ سروس کے بارے میں اناڑی ہو اور اس سلسلے میں تمھاری معلومات اور تجربہ محدود ہے میں سیکرٹ سروس کا بہترین تجربہ رکھتا ہوں۔ میں اب تمھیں جس چیز کی پیش کش کرنے جارہا ہوں وہ شراکت ہے۔"

یامانیکا کی آنکھیں مزید پھیل گئیں۔ غالباً اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔

"میں اس سلسلے میں ایک پُرجوش آدمی ہوں۔" صفدر کہتا رہا۔ "تم اس بات کو ذہن میں رکھ سکتے ہو۔ ہمارے درمیان دُنیا کی حیرت انگیز پرائیویٹ جاسوسی ایجنسی کا کام شروع ہو سکتا ہے۔ ہم اس کام کے دوران اپنے رازان لوگوں کے ہاتھ فروخت کریں گے جو سب سے بڑی بولی لگاتے ہیں۔ اس طرح مجھے یقین ہے کہ تم اور میں بہت بڑی رقم حاصل کر سکتے ہیں۔ مجھے صاف گوئی سے بتاؤ تم نے بحریہ کے مرکز میں گھومنے کے بعد آب دوز کے سلسلے میں کیا معلومات حاصل کی ہیں اور تم نے اس سے کیا فائدہ حاصل کیا ہے؟"

"میں نے ابھی تک وہ راز فروخت نہیں کیا۔" یامانیکا نے جواب دیا۔ "ابھی تک میں صرف چند رابطے قائم کرنے میں کامیاب ہوا ہوں۔"

صفدر نے اطمینان کا ایک سانس لیا۔ اب اسے وہ بات معلوم ہوگئی تھی جسے وہ سب سے پہلے جاننا چاہتا تھا۔

"اگر تم نے میری ہدایات پر عمل کیا تو ہم زیادہ سے کما سکتے ہیں۔ اس قدر زیادہ کہ تم اس کی توقع نہیں کر سکتے۔"

"میں اس بات کا کیسے یقین کرلوں کہ تم مجھے کسی جال میں نہیں پھانس رہے ہو؟" یامانیکا نے اعتراض کیا۔

"میں تمھیں اس کے لیے ابھی اور اسی وقت ایک ثبوت دے سکتا ہوں۔" صفدر نے کہا۔ "میں نے یہاں پولیس کے ایک آفیسر کو قید کر رکھا ہے کیا تم اس بات کو پسند کرو گے میں اسے تمھارے سامنے قتل کردوں؟"

کوریا کے باشندے یامانیکا کے زرد ہونٹوں پر ایک زہریلی مسکراہٹ رقصاں ہوگئی۔ وہ چمک دار آنکھوں سے صفدر کو گھورنے لگا۔ "ٹھیک ہے، میں اس تماشے کو دیکھنا پسند کروں گا۔"

"ٹھیک ہے، میرے ساتھ آؤ۔" صفدر اٹھ کھڑا ہوا۔

صفدر دل ہی دل میں مسکرایا۔ اس نے یامانیکا کو اپنی حرکات سے بے پروا رکھنے میں کامیابی حاصل کرلی تھی۔ وہ خوابگاہ کی الماری کی جانب بڑھ گیا۔ الماری کھول کر اس نے قیدی کو باہر نکالا اور پھر اٹھا کر بستر پر ڈال دیا۔ یامانیکا دروازے کے قریب ہی کھڑا رہا۔ وہاں سے وہ اس منظر کو آسانی سے دیکھ سکتا تھا۔ اس وقت یامانیکا، صفدر کی حرکات کا جائزہ لے رہا تھا، لیکن اس کے باوجود وہ ٹاکیدا کی طرف سے بے خبر نہیں ہوا تھا۔

"اب غور سے میری طرف دیکھتے رہو۔" صفدر نے کہا۔ "میں اس قیدی کے منہ پر تکیہ رکھ کر اسے ہلاک کرنے جارہا ہوں۔" صفدر نے تکیہ اٹھا کر پولیس مین کے مُنہ پر رکھ دیا۔

پولیس والا جو اُن کی باتیں سُن رہا تھا، اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اور چہرہ دھلی ہوئی چادر کی طرح سفید پڑ گیا۔ صفدر نے ریوالور کو پولیس والے کے بغلی ہولسٹر میں ڈال دیا تھا۔ تکیے کی آڑ میں اس کا ہاتھ ریوالور کی طرف بڑھا اور پھر اس نے ریوالور نکال کر تکیے کی اوٹ میں چھپا لیا۔

ریوالور سے گولی کی دبی دبی آواز نکلی۔ تکیے نے اس وقت سائیلنسر کا بہترین کام دیا تھا۔ یامانیکا، جو یقیناً اس کا اصلی نام نہیں تھا، نیچے گر گیا۔

اس سے پہلے کہ اُسے معلوم ہوتا کہ کیا حادثہ پیش آیا ہے، اس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔

"اس کا یہی انجام ہونا چاہیے تھا۔" صفدر نے دانت پیس کر کہا۔ "اس نے دو آدمیوں کو بڑی بے رحمی سے قتل کردیا تھا۔"

وہ آگے بڑھا۔ مسز یامانیکا اچھل کر کھڑی ہوگئی۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں، لیکن غالباً ابھی تک اسے صورتِ حال کا پوری طرح اندازہ نہیں ہُوا تھا۔ "اپنے ہاتھ اوپر اٹھالو۔" صفدر نے حکم دیا۔ پھر وہ ٹاکیدا سے مخاطب ہُوا۔ "اب تمھاری باری ہے ٹاکیدا، اس عورت کو خوب مضبوطی سے باندھ دو۔"

ٹاکیدا نے اس کی بات سنی لیکن وہ حواس باختہ ہوچکی تھی۔ غالباً اس صورتِ حال کے لیے وہ بھی ذہنی طور پر تیار نہیں تھی۔

ناول سکیننگ و کلیننگ : محمد عقیل قریشی

پیشکش : جاسوسی نشست ایڈمنز

صفدر نے مسز یامانیکا کو ہوشیار دیکھا تو تیزی سے آگے بڑھا۔ اس نے ریوالور کا دستہ آزمایا اور مسز یامانیکا لہرا کر گر گئی۔

جب اسے یقین ہو گیا کہ وہ بے ہوش ہو چکی ہے تو اس نے پولیس مین کی طرف توجہ دی۔ اگلے ہی لمحے وہ اسے کھول رہا تھا۔

"تم سمجھے کہ.... یہاں کیا واقعہ پیش آیا ہے؟" اس نے پولیس مین سے پوچھا۔

"ہاں!" پولیس آفیسر نے جواب دیا۔

"کیا تم اس بات کی تصدیق چاہتے ہو؟"

پولیس والے نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن اس کی ٹانگیں شل ہو چکی تھیں۔ وہ دوبارہ بستر پر بیٹھ گیا۔

"مجھے تو یہ افسوس ہو رہا ہے کہ یہ خطرناک مجرم میرے ہاتھوں کیوں نہ ہلاک ہوا۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"اس کی فکر نہ کرو۔" صفدر نے اسے تسلی دی۔ "تم اپنے افسروں سے کہہ سکتے ہو کہ یہ کارنامہ تم ہی نے سرانجام دیا ہے۔ میں تمھاری پشت پناہی کروں گا۔ ممکن ہے اس طرح تمھیں کچھ ترقی مل جائے۔"

"لیکن" وہ ہکلایا

"اس بات کے شاہد صرف ہم دونوں ہی ہیں۔ تم سے کوئی مزید باز پرس نہیں کرے گا۔"

صفدر اس قسم کے معاملات میں خاصا تجربہ رکھتا تھا۔ یامانیکا کو قتل کرنے کی وجہ ایوا کا انتقام تھا اور اب وہ ایک غیر ملک میں ایک قتل جیسے کام کا بوجھ اپنے کندھوں پر نہیں اٹھانا چاہتا تھا، چاہے وہ قتل اس نے ذاتی دفاع کے طور پر ہی کیوں نہیں کیا تھا۔ اس معاملے میں بعض پیچیدگیاں تھیں جن سے وہ بخوبی آگاہ تھا۔

صفدر ان کاموں سے فارغ ہو کر کمرۂ نشست کی جانب بڑھ گیا۔ اس نے فون پر کرنل کوسکی اور باب کوک سے رابطہ قائم کیا۔ وہ انھیں حالات سے آگاہ کرنے کے بعد خواب گاہ میں واپس آگیا۔

اس اثنا میں کمرۂ نشست سے پولیس مین واپس آگیا۔ "معاف کیجیے۔" اس نے کہا۔ "میرا خیال ہے، مجھے ان حالات میں اپنے چیف کو رپورٹ دینی چاہیے۔"

"تم جسے چاہو طلب کر سکتے ہو۔" صفدر نے کہا۔

آفیسر مسز یامانیکا کو اٹھا کر کمرۂ نشست میں لے گیا۔ پھر واپس آکر بولا۔ "معاف کیجیے، اگر میرا آفیسر آپ کے بارے میں دریافت کرے تو اسے کیا بتاؤں؟"

"اسے کہو کہ تم مجھے نہیں جانتے۔" صفدر بولا۔

پولیس افسر اثبات میں سر ہلا کر رہ گیا۔

"کیوں نہ یہاں سے چلا جائے!" ٹاکیدا، صفدر سے مخاطب ہوئی۔

"کہاں؟"

"میں ایک پر سکون ہوٹل کے بارے میں جانتی ہوں۔"

"جس کے باتھ روم میں تمھارے چھ سات ہٹے کٹے آدمی ریوالور لیے میرا انتظار کر رہے ہوں گے، یہی بات ہے نا؟" صفدر نے ہنس کر کہا اور ٹاکیدا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔

وہ سر جھکائے مسکرانے لگی لیکن صفدر اس کے سرخ ہوتے ہوئے رخساروں کو واضح طور پر دیکھ سکتا تھا۔





ڈاکٹر حامد حسن، ممتاز علی کیانی، عقیل قریشی
محمد سجاد بھٹی، سیف الملوک عباسی، یاسر حسنین
محمد نعمان، ساگر زمان، ناصر محمود بلوچ